1528

تذکرۂ

مشاہیرِ سندیلہ

مولفۂ

چودھری نبی احمد صاحب مرحوم

مرتبۂ

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہ

مشاہیر سندیلہ

مؤلفہ

چودھری نبی احمد صاحب (مرحوم)

مرتبہ

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی

Marfat.com

یہ کتاب اترپردیش اردو اکاڈمی کے مالی اشتراک سے شائع ہوئی

129561

- نام کتاب ۔ ۔ ۔ تذکرۂ مشاہیرِ سندیلہ
- طابع ۔ ۔ ۔ ۔ نامی پریس لکھنؤ
- ناشر ۔ ۔ ۔ نورالحسن ہاشمی
- قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ دس روپے
- تعداد ۔ ۔ ۔ ۔ چھ سو ٦٠٠

ملنے کے پتے :

۱۔ نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، لکھنؤ

۲۔ دانش محل، امین الدولہ پارک، لکھنؤ

۳۔ ادارہ فروغ اردو، امین الدولہ پارک، لکھنؤ

Marfat.com

فہرست

فہرست ... ۴

دیباچہ ... ۸

مقدمہ ... ۱۲

۱- احمد علی ۱۷

۲- سید احمد بخش ۱۸

۳- مفتی شیخ احمد ۱۸

۴- اسد علی ۲۰

۵- سید افہام اللہ ۲۰

۶- حافظ امام بخش ۲۱

۷- شیخ امان اللہ حقانی ۲۲

۸- قاضی امین الدین (امام الدین) ۲۴

۹- حافظ سید امداد علی (حافظ جی) [illegible]

۱۰- شیخ اعظم علی چودھری ۲۸

۱۱- مولوی اکبر علی ابن مولوی جہان [illegible] ۲۸

۱۲- مولوی اطہر علی شاہ ۲۹

۱۳- مولوی اعظم حسین ۲۹

۱۴- مولوی اعزالدین احمد خاں ۳۰

۱۵- میر اشارت علی ۳۱

۱۶- اندراتن شاہ ۳۲

۱۷- قاضی بہار الدین سہروردی ۳۳

۱۸- مولوی باسط علی ۳۶

Marfat.com

نمبر شمار	نام اشخاص	صفحات
۱۹۔	حضرت پیر سر خرد	۳۷
۲۰۔	حضرت جنید روحانی	۳۸
۲۱۔	شاہ جمیل الدین عرف کلو میاں	۴۲
۲۲۔	خان بہادر مولوی جعفر علی	۴۵
۲۳۔	رائے جے سکھ لال	۴۷
۲۴۔	شاہ چراغ علی	۴۸
۲۵۔	حضرت بندگی سید حسن	۴۹
۲۶۔	قاضی شیخ حبیب اللہ	۵۱
۲۷۔	مولوی محمد اللہ	۵۲
۲۸۔	مولوی حیدر علی	۵۷
۲۹۔	مولوی حسین علی	۵۷
۳۰۔	حکیم مولوی خلیل الدین	۵۸
۳۱۔	چودھری خصلت حسین	۶۰
۳۲۔	مولوی دین محمد قاضی زادہ	۶۱
۳۳۔	راجہ درگا پرشاد	۶۲
۳۴۔	مولوی سید زین العابدین	۶۵
۳۵۔	مولوی سید حافظ سراج الدین	۶۷
۳۶۔	قاضی سراج الدین عثمان	۶۸

نمبر شمار	نام اشخاص	صفحات
۳۷۔	شیخ سعد اللہ	۷۰
۳۸۔	سید سراج الحسن عرف علی احمد واسطی	۷۲
۳۹۔	مولوی سید سرفراز علی	۷۵
۴۰۔	حافظ شوکت علی	۷۷
۴۱۔	منشی شمس الدین	۷۹
۴۲۔	مولوی شفاعت علی	۸۱
۴۳۔	مولوی ضامن حسین	۸۲
۴۴۔	حکیم سید ظہور الحسن	۸۲
۴۵۔	مخدوم سید علاء الدین	۸۴
۴۶۔	ملا عبد الغنی	۹۴
۴۷۔	شیخ عبد اللہ صوفی شطاری	۹۹
۴۸۔	مولوی عسکر علی (ذخیر اللہ خاں)	۱۰۲
۴۹۔	عارف علی شاہ عارف	۱۰۳
۵۰۔	شیخ عماد الدین عرف شیخ نظام الدین	۱۰۵
۵۱۔	منشی عبد الحی خوشنویس	۱۰۵
۵۲۔	منشی عزیز الدین	۱۰۶
۵۳۔	حافظ مولوی شیخ عبد الجلیل	۱۰۸
۵۴۔	چودھری عبد الباقی	۸

Marfat.com

نمبر شمار	نام اشخاص	صفحات
٥٥۔	سید عنایت حسین	١١٠
٥٦۔	مولوی عبدالقادر	١١٢
٥٧۔	عالم علی شوخی ملک زادہ	١١٢
٥٨۔	حضرت شیخ عبداللہ حقانی	١١٣
٥٩۔	حکیم سید غلام حسین	١١٥
٦٠۔	سید حافظ غلام میر مخدوم زادہ	١١٦
٦١۔	مولوی غلام بخت حقانی	١١٦
٦٢۔	میر سید غلام امام	١١٧
٦٣۔	مولوی شاہ فضل اللہ	١١٨
٦٤۔	شیخ فہیم الزماں	١١٩
٦٥۔	مولوی سید فقیہہ اللہ	١٢٠
٦٦۔	منشی سید فضل رسول واسطی	١٢١
٦٧۔	چودھری فتح علی	١٢٥
٦٨۔	مسیح الوقت خان بہادر سید قادر بخش	١٢٥
٦٩۔	قمرالدین نمر	١٢٧
٧٠۔	حافظ شیخ کرم احمد	١٢٨
٧١۔	مولوی کرم الزماں	١٣٠
٧٢۔	منشی کاظم علی	١٣١
٧٣۔	ڈپٹی کرامت حسین	١٣٢
٧٤۔	حضرت میراں معزالدین	١٣٣
٧٥۔	حضرت بندگی شیخ مبارک	١٣٤
٧٦۔	مفتی معین الدین	١٣٧
٧٧۔	مولوی محمد اعلم	١٣٨
٧٨۔	حضرت سید محمد فضل شاہ	١٤١
٧٩۔	سید شاہ محمد عارف	١٤٣
٨٠۔	محمد مظفر حسین صبا	١٤٧
٨١۔	میر محمد حسن شیفتہ	١٤٩
٨٢۔	شیخ مومن علی	١٥٠
٨٣۔	مولوی محمد جعفر	١٥٢
٨٤۔	حاجی مہدی حسن	١٥٢
٨٥۔	منشی مقبول احمد محو	١٥٣
٨٦۔	مولوی مظہر علی	١٥٥
٨٧۔	حافظ منیرالدین	١٥٧
٨٨۔	چودھری مقبول حسن	١٦٠
٨٩۔	سید نصیرالدین مخدوم زادہ	١٦١
٩٠۔	حضرت سید نظام الدین	١٦٢

Marfat.com

نمبر شمار	نام اشخاص	صفحات
۹۱ -	چودھری نصرت علی	۱۶۵
۹۲ -	منشی نصیر خاں	۱۶۷
۹۳ -	مولوی نجف علی	۱۶۹
۹۴ -	شیخ نذیر الدین	۱۶۹
۹۵ -	قاضی وجیہ الدین	۱۷۰
۹۶ -	مولوی وزیر علی	۱۷۱
۹۷ -	مولوی سید وارث علی شاہ	۱۷۳
۹۸ -	سید شاہ وصی علی	۱۷۴
۹۹ -	مولوی قاسم علی	۱۷۵
۱۰۰ -	مولوی یقین بخش نورانی	۱۷۵
۱۰۱ -	مولوی حاجی یوسف علی	۱۷۷
۱۰۲ -	منشی یوسف علی	۱۷۹
۱۰۳ -	امجد علی خاں بلوچ	۱۸۱
۱۰۴ -	شیخ احمد علی خاں ہاشمی	۱۸۳
۱۰۵ -	حکیم سید اخلاق حسین	۱۶۹
۱۰۶ -	نواب سید اعزاز رسول	۱۸۸
	بیگم " " "	۱۹۲
۱۰۷ -	مولوی ریاض الدین امجد	۱۹۴
۱۰۸ -	قاضی رفیع الدین	۲۰۰
۱۰۹ -	مولوی زاہد علی شاہ	۲۰۲
۱۱۰ -	شاہ ظہیر الحسن عرف بھاؤ میاں	۲۰۵
۱۱۱ -	مولوی سید عبد الحی	۲۰۷
۱۱۲ -	حکیم مولوی سید عبد الشکور	۲۰۹
۱۱۳ -	مولوی حافظ عبد الغفور	۲۱۱
۱۱۴ -	محمد عبد العلی شرق	۲۱۳
۱۱۵ -	قاضی غلام محی الدین	۲۱۸
۱۱۶ -	حاجی مولانا قاسم علی	۲۲۰
۱۱۷ -	حکیم مولوی لطف رسول	۲۲۲
۱۱۸ -	مولوی سید موسیٰ	۲۲۵
۱۱۹ -	مولوی مقیم الدین	۲۲۵
۱۲۰ -	سید محمد ذکی	۲۳۴
۱۲۱ -	شاہ محمد فرخ حسن	۲۳۶
۱۲۲ -	محمد اطہر نفیس	۲۳۷
۱۲۳ -	حکیم مولانا ثواب علی برق	۲۴۱
۱۲۴ -	مولوی نذیر حسن فتنہ	۲۴۶
۱۲۵ -	حافظ وزیر علی شاہ	۲۴۹

Marfat.com

نمبر شمار	نام اشخاص	صفحات
۱۲۶۔	چودھری وجاہت علی	۲۵۷
۱۲۷۔	چودھری امیر حسن بسمل	۲۶۰
۱۲۸۔	بابو ہمگناتھ پرشاد نگم	۲۶۳
۱۲۹۔	ڈاکٹر عبدالستار صدیقی	۲۶۴
۱۳۰۔	ڈاکٹر سلام سندیلوی	۲۶۷
۱۳۱۔	سید شاہ شمس الحق	۲۷۱
۱۳۲۔	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۲۷۲
۱۳۳۔	چودھری صفی جان	۲۷۷
۱۳۴۔	غفران احمد فاروقی	۲۷۸
۱۳۵۔	سید شاہ محمد احمد کوکب	۲۸۰
۱۳۶۔	چودھری محمد سلطان	۲۸۳
۱۳۷۔	میر منصب علی ہنر	۲۸۸
۱۳۸۔	چودھری وزیر حسن نشتر	۲۹۳
۱۳۹۔	منی لال جوآن	۳۰۰
۱۴۰۔	قاضی نہال الدین نہال	۳۰۲
۱۴۱۔	کنور شیو راج بہادر	۳۰۵
۱۴۲۔	خان بہادر چودھری نبی احمد	۳۰۸
۱۴۳۔	سندیلہ۔ آجکل	۳۱۱

Marfat.com

دیباچہ

کتاب ہذا تذکرۂ مشاہیر سندیلہ، چودھری نبی احمد صاحب مرحوم نے غالباً
سنہ ۳۸-۱۹۳۹ء میں ترتیب دی تھی اور اس کے لیے محنت شاقہ اٹھائی تھی۔ پرانے مزاروں
درگاہوں، مسجدوں اور مقبروں وغیرہ پر جاکر کتبے پڑھنا، سندیلہ سے متعلق تمام مطبوعہ
غیر مطبوعہ کتب کا فراہم کرنا اور اپنے بزرگوں سے پرانے حالات معلوم کرنا غرضکہ کافی
جاں فشانی کرکے اس کتاب کو مرتب کیا تھا، چونکہ مرحوم کی طبیعت میں کھوج اور جستجو کا
مادہ بہت تھا، پولیس کے آدمی تھے اور پھر سوانح نگاری اور تاریخ سے شوق (ان کے
سوانح حیات کتاب ہذا کے آخر میں درج ہیں) مشاہیر سندیلہ کے متعلق اس وقت جتنی
معلومات فراہم ہو سکتی تھیں قلم بند کرلیں۔ پھر غالباً ان کو فرصت ہی نہ ملی کہ اس پر دو
نظر ثانی کر سکتے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد کچھ عرصہ سندیلہ اور لکھنؤ میں رہے
پھر شاید سنہ ۴۸ء میں پاکستان چلے گئے۔ جہاں ان کے بڑے صاحبزادے چودھری تہذیب
الدین وہاں کی بحریہ میں اچھی ملازمت پر تھے۔ چودھری نبی احمد صاحب نے وہیں سنہ ۱۹۵۴ء میں
بمقام کراچی انتقال کیا۔

پاکستان جاتے وقت چودھری صاحب موصوف اپنی یہ تالیف اپنے ایک

Marfat.com

عزیز محمد یوسف کرمانی صاحب کے پاس صاف کرنے کے لیے چھوڑ گئے تھے کیونکہ خود چودھری صاحب کا خط بہت شکست تھا۔ کرمانی صاحب کا دادھیال تو اناؤ میں تھا لیکن وہ ساری عمر اپنے ننہال اشراف محلہ سندیلہ ہی میں مع اپنی ہمشیرہ ہاجرہ بی بی صاحبہ کے رہے۔ کرمانی صاحب کو بھی علم الانساب سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور سندیلہ کے بہت سے خاندانوں کے شجرے بڑی محنت سے انھوں نے تیار کیے تھے۔ تذکرہ مشاہیر سندیلہ کو بھی انھوں نے بڑی محنت سے صاف خط میں نقل کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد کرمانی صاحب کسی کام سے اناؤ گئے ہوئے تھے وہیں ایک شب کو سوتے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (غالباً ۱۹۶۲ء) عمر تقریباً ۶۰ سال تھی۔ اس کے بعد یہ مسودہ مختلف لوگوں کے پاس رہا آخر کار چودھری نبی احمد صاحب کے چھوٹے بھائی چودھری عالم رضا صاحب (وفات ۱۹۶۵ء) سے مجھے ملا۔ بوجہ ملازمت اور دیگر مصروفیات میں وقت نہ نکال سکا کہ اس پر نظر ثانی کر کے شائع کرا سکتا۔ بارے اب اس کی نوبت آسکی ہے۔ جہاں ضرورت ہوئی اس میں تصحیح یا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ بہت سے نام رہ گئے تھے وہ جناب محمد اطہر نفیس صاحب اور ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی (لکچرر شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی) ساکنان محلہ جھتوانہ اور چودھری محمد فہیم (ریسرچ اسکالر شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی) ساکن اشراف محلہ سندیلہ سے لکھوائے۔ دو چار میں نے بھی لکھے ہیں، ان کے نام کے مخففات ان کے مضامین کے آخر میں لکھ دیے گئے ہیں۔ ویسے ابتدائی ۱۰۲ حضرات کے حالات چودھری نبی احمد صاحب مرحوم کے تحریر کردہ ہیں۔ وہ تو حروف تہجی کی ترتیب سے ہیں بقیہ میں یہ ترتیب پوری طرح قائم نہ رہ سکی۔

اس تذکرہ مشاہیر سندیلہ میں کئی خامیاں اور کمیاں ہیں، بہت سے نام رہ گئے۔ جو حضرات پاکستان چلے گئے اور ان کی تعداد کثیر ہے ان کے حالات ابھی تک باوجود کوشش حاصل نہ ہو سکے اس لیے شامل نہ ہو سکے۔ بعض مقتدر حضرات کے حالات مختصر ہو گئے ہیں، اہل حرفہ کے نام شامل ہونے سے رہ گئے۔ میری دیگر ترددات میں مصروفیت اور اشاعت

Marfat.com

کے لیے عجلت اور کاغذ کی گرانی وغیرہ ان سب تقصیرات کے باعث اس کتاب میں وہ جامعیت نہ آسکی جو ہونا چاہیئے تھی، امید ہے کہ آئندہ کوئی اور صاحب ان خامیوں کو درست کر دیں گے۔

ضمناً چند ان کتابوں کا ذکر بھی کر دوں جو تاریخ سندیلہ کے سلسلے میں اس سے پیشتر لکھی گئی تھیں تاکہ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والے حضرات ان سے استفادہ کر سکیں۔

۱۔ نسب نامۂ خود و حالات قصبۂ سندیلہ نوشتہ حضرت شیخ حافظ امام بخش تورانی سندیلوی تاریخ تصنیف ۱۲۲۵ھ۔ یہ فارسی زبان میں ہے اور ابھی تک شایع نہ ہو سکی۔

۲۔ نسب نامۂ خود و خاندانی حالات ذاتی و تاریخ قصبہ سندیلہ۔ نوشتہ منشی سید فضل رسول واسطی۔ یہ اردو میں ہے۔ واسطی صاحب نے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں تحریر کیا۔ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

۳۔ سوانح عمری مولوی مظہر علی سندیلوی اردو میں ہے۔ مطبوعہ ۱۸۹۴ء اس ضخیم سوانح عمری میں اپنے ذاتی حالات کے علاوہ اپنے اعزا، احباب سندیلہ کی دیگر مقتدر ہستیوں نیز اہل صنعت و حرفت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اسی سوانح عمری کا ایک دوسرا حصّہ ۱۹۱۰ء میں ترتیب دیا تھا وہ ہنوز قلمی صورت میں موجود ہے۔

۴۔ روزنامچہ مولوی سید مظہر علی سندیلوی۔ یہ روزنامچہ موصوف نے ۱۸۶۷ء سے اپنی تاریخ وفات ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء تک لکھا۔ اس ۴۵ برس کے عرصہ میں جتنے واقعات سندیلہ یا ملک بھر میں نیز بیرونی ممالک میں قابل ذکر ہوئے سب مندرج ہیں۔ یہ روزنامچہ ۱۸ ضخیم جلدوں میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات کا قلمی صورت میں راقم کے پاس موجود ہے۔

۵۔ تاریخ سندیلہ از راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی۔ یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی۔ نصف اول میں اپنے خاندانی حالات ہیں۔ نصف دیگر میں سندیلہ کے مختلف مسلم

Marfat.com

خاندانوں کا ذکر ہے۔

۶۔ منشی سید التفات رسول صاحب نے بھی اپنے خاندانی حالات پر مشتمل ایک کتاب اردو میں لکھوائی تھی جو ہنوز قلمی حالت میں اعزاز رسول صاحب مرحوم کے یہاں موجود ہے۔

دیگر مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب و رسالوں کے حوالے جو چودھری نبی احمد صاحب مرحوم نے مختلف لوگوں کے حالات میں جا بجا دیے ہیں وہ بھی مفید ہو سکتے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں میں اردو اکاڈمی (یوپی) کی جزوی مالی امداد اور محمد اطہر نفیس صاحب و ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی و چودھری محمد فہیم صاحبان کی قلمی امداد کا ممنون ہوں۔ ان حضرات کے تعاون ہی سے یہ کتاب بہر حال منظر عام پر آسکی۔

فقط

نورالحسن ہاشمی

۶ر مارچ ۱۹۷۶ء

Marfat.com

مقدمہ

سندیلہ ایک بہت پرانا قصبہ ہے جو لکھنؤ سے اکتیس میل (۴۹ کلومیٹر) کے فاصلے پر جانب مغرب لکھنؤ ہردوئی ریلوے لائن پر واقع ہے لکھنؤ سے ہر دو گھنٹے پر بسیں بھی سندیلہ ہوکر ہردوئی جاتی رہتی ہیں۔ مغلیہ اور نوابین اودھ کے دور میں یہ سرکار لکھنؤ کے تحت تھا۔ غدر کے بعد ۱۸۵۹ء میں انگریزوں نے اودھ کے اضلاع کی تشکیل نو کی تو اسے ضلع ہردوئی کی ایک تحصیل بنا دیا۔ مغلیہ دور میں دہلی سے لکھنؤ کی آمد و رفت جو براہ کالپی یا قنوج اور فرخ آباد ہوتی تھی وہ بھی بلگرام، ملاواں اور سندیلہ ہو کر تھی۔

اس قصبے کا نام سندیلہ کیونکر پڑا اس بارے میں یہاں کے لوگوں میں اختلاف رائے ہے۔ مسلمانوں کا خیال ہے کہ مخدوم علاء الدین صاحب کو اس سرزمین کی معافی کی سند دربار دہلی یا ان کے پیر و مرشد نصیر الدین چراغ دہلی سے ملی تھی جسے انھوں نے یہ کہہ کر کہ سند اللہ کافی ہے جمنا میں ڈال دیا تھا اس کے بعد اس قصبے کو ان کے ہمراہی سنداللہ کہنے لگے جو رفتہ رفتہ سندیلہ ہوگیا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب کی رائے ہے کہ یہ قصبہ مخدوم صاحب کی آمد سے بہت پہلے سے آباد تھا اور اسے سانڈل رکھیشر نے صدیوں پہلے آباد کیا تھا۔

سانڈل یا سنڈلیہ رشی کا نام پرانی دیو مالاؤں کی کتب میں تو ضرور ملتا ہے لیکن یہ کہیں نظر نہیں آیا کہ اس نے کوئی قصبہ کہیں اپنے نام سے آباد کیا تھا یا خود اس کا قیام کہاں تھا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ یہ قصبہ بڑی قدامت کا حامل معلوم ہوتا ہے کیونکہ پرانا نام اس کا سنڈیلہ ہے سندیلہ نہیں اور بعض لوگ تو اس کا تلفظ شنڈیلہ یا سنڑیلہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

وسط قصبہ میں اس کی خاص سڑک ہے جو اب راجہ درگا پرشاد روڈ کہلاتی ہے تمام بڑی دوکانات اسی سڑک پر ہیں اس سڑک کے مشرق میں جھتوانہ اور منڈئی نام کے پرانے محلے ہیں مغرب میں اشراف محلہ اور محلہ ملکانہ۔ یہی چار محلے بڑے ہیں ویسے چھوٹے چھوٹے محلے تو کئی ایک ہیں۔

انگریزوں اور اس سے پیشتر مسلمانوں کے دور میں جاگیرداری اور زمینداری نظام نے تمام قصبات کو اہم بنا دیا تھا اس لیے کہ زمیندار یا جاگیردار ایسے مقام پر رہنا پسند کرتا تھا جو اپنی جاگیر یا مواضعات سے بھی قریب ہو اور شہر یا ضلع سے بھی زیادہ دور نہ ہو تاکہ وہ اپنے دیہات کا بھی اپنے کارندوں کے ذریعہ خاطر خواہ انتظام کر سکیں اور ضرورت کے وقت شہر یا ضلع آسانی سے پہنچ سکیں۔ یو پی اور بالخصوص اودھ کے قصبات اسی لیے بڑے مردم خیز ثابت ہوئے اور ان میں بڑے بڑے علماء اور امراء پیدا ہوئے جنہوں نے علمی، دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے ترقیاں کر کے نام پیدا کیا اور انھیں لوگوں کے سہارے ان کے اہلکاروں کے علاوہ صنعت و حرفت کے ماہرین نیز اہل تجارت بھی ان قصبات میں خاصے خوشحال اور نامور گزرے ہیں۔ اودھ کے بے شمار دیگر قصبات مثلاً بلگرام، گوپامئو، خیرآباد، امیٹھی، ردولی دریاباد وغیرہ کے سندیلہ بھی ایک معروف قصبہ رہا ہے۔

سنہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا، پاکستان وجود میں آیا۔ اس تقسیم سے مسلمانانِ ہند کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور شاید ہی کوئی شہر یا قصبہ ایسا ہو جہاں کے مسلمان پاکستان ہجرت نہ کر گئے ہوں۔ سندیلہ پر بھی اس کا اثر پڑا اور بہت سے خاندان یہاں سے پاکستان چلے گئے، اور اس سے زیادہ مصیبت اُس وقت آئی جب ۱۹۵۲ء میں زمینداری نظام کا خاتمہ کر دیا گیا اس قانون نے ہندو اور مسلمان دونوں فرقوں کے تعلقداروں، زمینداروں اور راجاؤں سب کو اجاڑ دیا۔ یہ سب اور ان سے متعلق تمام اہلکاران مجبور ہو گئے کہ اب قصبات کو چھوڑ کر شہروں میں تلاش معاش اور بسر اوقات کرنے کی سبیلیں ڈھونڈیں کیونکہ اب صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ ہم نے یہ مانا کہ قصبے میں رہیں کھائیں گے کیا؟ نتیجہ ظاہر

Marfat.com

ہو کہ اب یہ سب قصبات اہل علم و ہنر سے خالی ہو گئے یا ہوتے جا رہے ہیں۔ قدیم مسلمان شرفا تو بالخصوص ان دو انقلابات کے باعث اب قصبات میں برائے نام ہی رہ گئے ہیں۔ ان شرفا کی جگہ اب اہل حرفہ لے رہے ہیں یا تجارت پیشہ لوگ، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔

عمارات

سندیلہ میں سوائے چند عمارتوں کے کوئی بہت قدیم یا تاریخی عمارت نہیں ہے۔ وسط قصبہ میں ایک مرتفع آراضی قلعہ کے نام سے موسوم ہے جو کئی ایکڑ کو محیط ہے اسکے جنوب میں ایک مڈل اسکول ڈسٹرکٹ بورڈ کا قائم ہے۔ پہلے یہ اردو مدرسہ کہلاتا تھا۔ ۱۸۹۰ء میں اسکے ہیڈ ماسٹر مولوی فیاض علی نے ایک قطعہ اس زمین کا باغیچہ بنوانے کیلئے کھدوایا تھا تو اس میں ایک دروازہ پتھر کا دیوتاؤں کی صورت سے منقش نکلا تھا۔ راجہ درگا پرشاد صاحب نے اسے دیکھ کر یہ رائے ظاہر کی تھی کہ وہ صورتیں ہزار پانچ سو برس اُس طرف کی مورتوں سے نہیں ملتی ہیں بلکہ بودھ مذہب کے قبل کی ظاہر ہوتی ہیں۔ اسکے بعد سے کوئی کھدائی اس علاقہ کی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کے عہد کی قدیم عمارتوں میں درگاہ مخدوم علاء الدین صاحب اور اسکی مسجد سب سے زیادہ قدیم ہے۔ بارہ کھمبا کے نام سے ایک عمارت ریلوے لائن کے قریب سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ اس میں چند قبریں ایک مرتفع منزل پر ہیں لیکن اصلی قبریں نیچے تہہ خانے میں ہیں۔ اس میں کن حضرات کی قبریں ہیں صحیح تحقیق ابھی تک نہیں ہو سکی کیونکہ تہہ خانے کو کھول کر اندر جانے کی ہمت کسی نے نہیں کی۔ ویسے اتنا معلوم ہو سکا کہ یہ میر منصب علی ہنر جنکا ذکر اس کتاب میں موجود ہے کے اجداد کی ہونگی کیونکہ یہ عمارت اور اسکے گرد کا باغ (جو اب کھیت ہو چکا ہے) انھیں کے آبا و اجداد کے قبضے میں رہا ہے۔ اس عمارت کا انداز تعمیر عہد مغلیہ کا معلوم ہوتا ہے۔ سنگ سرخ کا استعمال بھی اس خیال کو تقویت دیتا ہے۔ قصبہ میں مسجدوں اور مندروں کی کثرت ہے۔ مسجدوں میں درگاہ مخدوم صاحب کی مسجد کے بعد غالباً سب سے قدیم مسجد اشراف محلہ کی ہے جو ۹۸۱ھ میں بندگی شیخ حسن نے جو مخدوم صاحب کی آٹھویں پشت میں تھے بنوائی تھی۔ جامع مسجد واقع ہتوانہ کی تعمیر چودھری منزل علی صاحب نے شروع کی، حافظ شوکت علی صاحب نے اسے ۱۲۵۳ھ میں مکمل کیا۔ مدرسہ شوکت الاسلام اسی

Marfat.com

کی پشت پر ہے۔ دیگر مساجد میں مسجد واقع قلعہ، صدر چوراہا، سنگل بازار، منڈئی، ملکانہ، مسجد متصل مکان چودھری محمد نعیم صاحب یہ سب غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے کی تعمیرات ہیں اور لکھوری اینٹوں کی بنی ہوئی ہیں پختہ شوالوں اور مندروں کی تعمیر بعد غدر شروع ہوئی۔ دیگر قسم کے سماجی اداروں کی تاریخ ہائے تعمیر یا آغاز جو معلوم ہو سکیں حسب ذیل ہیں:-

۱۔ تعمیر مڈل اسکول واقع قلعہ۔ ۲۵ جون ۱۸۶۸ء۔ یہ اسکول پہلے اردو مدرسہ کہلاتا تھا ۲۔ لکھنؤ سے سندیلہ تک ریل کی پٹری ۱۸۷۱ء میں پڑ گئی تھی چنانچہ ۹ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو ایک انجن مع ۵-۶ مال گاڑیوں کے لکھنؤ سے لایا گیا۔ پھر یکم فروری ۱۸۷۲ء سے باقاعدہ لکھنؤ سے سندیلہ ریل کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور ۱۵ جولائی ۱۸۷۲ء سے ہردوئی تک ریل گاڑی چلنے لگی۔ ۳۔ یہاں محرم کے زمانے میں، محرم کو تخت سنّی اور شیعہ حضرات نوابین اودھ کے زمانے سے کرتے ہیں لیکن ۶ محرم کو ایک جلوس مہندی کا واجد علی سبحان مینس نے ۶ محرم ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۸۹۴ء کو بوقت ۸ بجے شب نکالنا شروع کیا جو اب تک جاری ہے۔ ۴۔ اسپتال سندیلہ کی بنیاد یکم نومبر ۱۸۹۳ء کو ڈالی گئی اور اس کا افتتاح ۶ ستمبر ۱۸۹۶ء سے ہوا۔ اس کے لیے زمین چودھری محمد نعیم صاحب نے دی تھی۔ ۵۔ میونسپل ہال۔ بنیاد ۱۵ نومبر ۱۸۹۴ء، تکملہ تعمیر استرکاری مارچ ۱۸۹۵ء۔ ۵ اپریل سنہ الیہ کو استرکاری بھی مکمل ہو گئی۔ اسکی تعمیر کا کام امیر خاں جمعدار صفائی کے اہتمام اور مولوی منظر علی کی نگرانی میں ہوا۔ ۶۔ مذبح کلاں۔ متصل سڑک ملانوان، طرف محلہ ملکانہ۔ ۱۹ فروری ۱۸۹۶ء۔ ۷۔ بازار نظیر گنج۔ ۱۹ اگست ۱۸۹۸ء۔ ۸۔ مدرسہ انگریزی۔ یکم جولائی ۱۸۹۸ء پہلے مولوی منظر علی اسکے سکریٹری مقرر ہوئے۔ چونکہ پہلے یہ مدرسہ سرکاری تھا اس لیے تحصیلدار سندیلہ اس کا پریسیڈنٹ ہوا کرتا تھا۔ یکم ستمبر ۱۸۹۸ء سے یہ مدرسہ سرکاری نہیں رہا اور بہ اتفاق رائے درگا پرشاد صاحب اس کے پریسیڈنٹ مقرر ہوئے۔ ۹۔ سندیلہ میں میونسپل ایکٹ نمبر ۱۵ کی رو سے ۱۸۸۳ء میں میونسپل کا نفاذ ہوا اور بموجب قواعد مرتبہ گورنمنٹ سندیلہ میونسپلٹی کے واسطے ممبر بدیں تصریح کہ پندرہ بذریعہ انتخاب منجانب باشندگان سندیلہ اور پانچ از جانب گورنمنٹ مقرر

Marfat.com

ہونا تجویز کیا گیا۔ اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ۶ر جولائی ۱۸۸۴ء کی کمیٹی خاص میں تجویز ہوا کہ پریسیڈنٹ وائس پریسیڈنٹ اور سکریٹری کے عہدے ایسے اشخاص معزز و لائق کو عطا ہوں جو اس کے انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہوں چنانچہ بہ کثرت رائے مولوی عبدالقادر صاحب تحصیلدار سندیلہ پریسیڈنٹ، چودھری محمد عظیم صاحب اور کنور درگا پرشاد صاحب وائس پریسیڈنٹ اور مولوی منظر علی صاحب آنریری سکریٹری مقرر ہوئے۔ یکم ستمبر ۱۸۸۴ء سے ان لوگوں نے باقاعدہ کام کرنا شروع کر دیا۔ ۱۹۱۰ء سے سرکاری عہدیدار یعنی تحصیلدار کا پریسیڈنٹ ہونا موقوف ہوا اور ۱۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو کنور درگا پرشاد صاحب میونسپل بورڈ سندیلہ کے چیرمین منتخب ہوئے۔ انھیں ۱۹۱۲ء میں راجہ کا خطاب ذاتی طور پر عطا ہوا۔ وہ میونسپلٹی کے چیرمین تا حیات رہے۔ (۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء)۔ ان کی سمادھی واقع باغ متصل چکر سڑک سندیلہ پر فارسی کے اشعار ذیل درج ہیں:۔

چہ تو شاہ ردے زمیں شوی، چہ گدا اے گوشہ نشیں شوی

نہ شوی رہا ز کف اجل چہ چناں شوی، چہ چنیں شوی

گیرم جہاں گرفتی ولیکن نصیب تو دو گز کفن باآخر و سہ گز زمیں شود

راجہ صاحب کے بعد ان کے بیٹے جنگ بہادر صاحب تا حیات خود چیرمین رہے۔ ۱۹۲۹ء سے سید اعزاز رسول صاحب چیرمین ۱۹۵۳ء تک اور پھر ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۲ء یعنی تا حیات خود چیرمین رہے۔ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۸ء تک چودھری وجاہت علی صاحب ایڈوکیٹ چیرمین تھے

میونسپلٹی اب بھی قائم ہے اور اب درج ذیل حضرات اس کے ممبر ہیں:۔

۱۔ کامتا پرشاد صاحب (پریسیڈنٹ) ۲۔ چودھری محمد نعیم صاحب۔ ۳۔ چودھری عبدالحق صاحب ۴۔ گنگا پرشاد صاحب ۵۔ صاحب رام صاحب ۶۔ منظور علی صاحب ۷۔ بشیر احمد صاحب ۸۔ عبدالوسیم صاحب ۹۔ نجم خاں صاحب ۱۰۔ ڈاکٹر ست پرکاش صاحب ۱۱۔ خوشحال چند مہروترا صاحب ۱۲۔ مسرت علی صاحب ۱۳۔ علاءالدین صاحب ۱۴۔ خوشحال کرپل صاحب ۱۵۔ پھول چند صاحب ۱۶۔ مقبول حسن صاحب (انتقال ہو گیا) ابھی تک ان کی نشست خالی ہے)۔ قصبہ سندیلہ کی آبادی تقریباً ۲۰ ہزار ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۵۰ فیصدی ہے۔ لیکن نہ ہو کہ آئندہ الکشن میں آبادی کے لحاظ سے تعداد ممبران گھٹا دی جائے گی نیز نامزدگی کے حلقوں کی کسی دوسری طرح سے تقسیم کی گئی ہو جس سے غالباً مسلمانوں کا وہ تناسب باقی نہ رہ سکے گا جو اب تک رہا ہے۔

—— نورالحسن ہاشمی

لہ مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب کے والد۔ ٢ہ یہ اشعار ان کے حالات شامل کتاب ہذا میں لکھنے سے رہ گئے تھے اس لیے یہاں درج کر دیے گئے۔ (ہاشمی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاہیر سندیلہ

۱۔ احمد علی

سید۔ مولوی۔ قاضی۔ والد کا نام سید فتح محمد۔ پیدائش کا زمانہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اپنے خسر و خال محترم مولوی حمد اللہ سے علوم متعارفہ متداولہ حاصل کیے اور زیور علم سے آراستہ ہونے کے بعد قاضی مقرر ہوئے۔ فرائض منصبی کی انجام دہی کے ساتھ ہی ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حاشیہ رسالہ میر زاہد
۲۔ حاشیہ میر زاہد ملا جلال
۳۔ شرح مواقف
۴۔ حاشیہ قدیمہ بہشت
۵۔ شرح سلم العلوم
۶۔ رسالہ فرائض حنفی
۷۔ حاشیہ میر زاہد مواقف

مولوی حیدر علی ابن مولوی حمد اللہ آپ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ وفات آخر

Marfat.com

بارھویں صدی ہجری میں ہوئی۔ حکیم سید غلام حسین برادر چچا زاد نے امام باڑہ کے صحن میں آپ کو دفن کیا۔

۱۔ تذکرۂ علمائے ھند مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۲۰۔
۲۔ بیاض مولوی سید سرفراز علی صاحب

۲۔ سیّد احمد بخش

مولوی۔ مخدوم زادہ۔ حضرت مولوی سید عبداللہ قدس سرہٗ کے خلف اکبر۔ اپنے والد نامدار مولوی حیدر علی اور مولوی سید اعزالدین احمد صاحبان سے تلمذ تھا۔ فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے والد نامدار کے جانشین ہوئے۔ اور حضرت شاہ سید محمد فضل قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ وقت کا بڑا حصہ یاد خدا میں صرف فرماتے تھے۔ درس تدریس کی جانب کم توجہ تھی پھر بھی بہت سے شاگرد ہوئے، اور مرید بھی ہوئے۔ عام طور پر نہ تو مرید فرماتے اور نہ حتی الامکان اپنی نسبت کچھ ظاہر ہونے دیتے۔ باوجود اس کے عقیدت مندوں کا ہر وقت مجمع رہتا تھا۔ اور جو جس کے مقدر میں ہوتا حاصل کرکے جاتا تھا۔ آپ کا وصال تیرھویں صدی ہجری میں ہوا اور باغ امُرہرہ میں اپنے والد نامدار کے پائینتی دفن ہوئے۔[۱،۲]

۳۔ مفتی شیخ احمد

سادات شنوزانی۔ آپ حضرت بندگی شیخ مبارک رحمۃ اللہ کے عم نامدار میر نظام

(۱) تذکرۂ علمائے ھند مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ، صفحہ ۱۹
(۲) بیاض مولوی سید سرفراز علی صاحب

Marfat.com

کے نبیرہ اور مفتی میر محمد کے صاحب زادے تھے۔ آپ بہت بڑے عالم و فاضل شیخ گذرے ہیں۔ آپ کی سال ولادت کا پتہ نہیں چلا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ آپ کن یگانہ روزگار استادوں کے شاگرد تھے۔ مفتی مقرر ہونے کے قبل اکبر بادشاہ نے آپ کو پانچسو بیگھہ اراضی (فرمان مورخہ ۱۰ ذیقعدہ ۹۷۲ھ ہجری) کے ذریعہ علمی خدمات کے صلہ میں مرحمت فرمائی۔ اس عطیہ شاہی کے تیسرے سال ۹۷۵ھ ہجری میں بجائے اپنے عم نامدار مفتی سید معین الدین کے آپ پرگنہ سندیلہ اور بیخ آباد کے مفتی مقرر ہو گئے۔ عہد جہانگیری میں بھی آپ بدستور مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے اور مواضعات جہٹہ، تلسی پور اور خطیہ پور آپ کو معافی میں (۱۰۱۴ھ) عطا ہوئے اسی بادشاہ کے عہد میں ۱۰۲۳ھ ہجری سے قبل آپ نے انتقال فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے میر عبدالسمیع مفتی مقرر ہوئے۔ اور معافی میں بھی اضافہ ہوا۔ شاہجہاں اور عالمگیر بادشاہان کے دوران حکومت میں مفتی محمد سمیع اور ان کے صاحبزادے مفتی میر محمد شفیع یکے بعد دیگرے مفتی رہے۔ اور جاگیر میں بھی برابر اضافہ ہوتا رہا۔ اس خاندان میں مفتی کا عہدہ موروثی ہو گیا تھا۔ ۱۲۱۶ھ ہجری میں مفتی میر دلیل اللہ آخری مفتی ہوئے تھے جب سلطنت مغلیہ رخصت ہوئی۔ اس خاندان سے یہ منصب بھی جاتا رہا۔ حافظ احمد اللہ بھی اسی خاندان سے تھے۔ جن کے صاحبزادے محمود رضا، محسن رضا اور حسن رضا، سید حسن رضا ضلع بستی میں گرداور قانونگو تھے اور وہیں تحصیل ڈومریاگنج میں مع اہل و عیال آباد ہو گئے۔ وہاں آپ کی اولاد موجود ہے۔ اور سنا جاتا ہے کہ ان کے پاس کاغذات کا بڑا ذخیرہ ہے۔

مفتی کی اولاد دختری میں قاضی صمصام علی قاضی ابوالحسن منشی سید الطاف حسین اور مفتی التفات رسول ہوئے۔

---

(۱) رسالہ سادات مشوزانی مرتبہ حکیم ظہور الحسن صاحب صفحہ ۲۳

Marfat.com

۴۔ اسد علی

مولوی۔ ابن شیخ صادق علی، فیض آبادی وطناً اور سندیلوی مولداً۔ آپ کے والد مولوی شیخ صادق علی فیض آباد کو خیرباد کہہ کر سندیلہ تشریف لائے۔ اور حضرت دربان شاہ رحمتہ اللہ کے مرید ہو کر سندیلہ ہی میں آباد ہو گئے۔ مولوی اسد علی یہیں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی علوم قصبہ کے نامور استادوں سے حاصل کیے اور فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ہزاروں تشنگان علم آپ کی ذات ستودہ صفات سے فیضیاب ہوئے۔ سوائے علمی خدمات اور یاد خدا کے دنیاوی کاموں سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا۔ آپ کا انتقال ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ ہجری کو ہوا۔ مزار کا پتہ نہیں چلا۔[1]

۵۔ سیّد افہام اللہ

مولوی حکیم۔ مخدوم زادہ۔ سید شاہ غلام علاء الدین کے پوتے، مولوی سید فتح اللہ کے بیٹے اور سید شاہ ولی اللہ کے برادر زادہ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم سید علاء الدین قطب سندیلہ تک پہونچتا ہے۔ عربی علوم اپنے والد نامدار حضرت مولوی سید عبداللہ قدس سرہٗ و مولوی سید احمد بخش سندیلوی اور مولوی انوار الحق و مولوی سراج الحق لکھنوی سے حاصل کیے۔ طب میں شاہی طبیب حکیم مرزا محمد علی لکھنوی کے شاگرد تھے۔ آپ کے شاگردوں میں چند حضرات نامور ہوئے ہیں جن میں مولوی احسان حسین خاں اور مظفر حسین پسران مولوی سبحان علی کمبوہ زبیری زیادہ مشہور ہیں۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ ۲۲

Marfat.com

مولوی محمد علی خاں لکھنوی بھی آپ کے شاگرد تھے جو صحبتیا باغ سندیلہ میں رہتے تھے۔ کثرت مشاغل کی وجہ سے آپ کو تصنیف و تالیف کا بہت کم موقع ملا۔ سوائے ایک شرح کے جو میزان الصرف پر ہے اور کسی تصنیف و تالیف کا پتہ نہیں ملتا ہے۔ قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ میں انتقال فرمایا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲،۱)

۶۔ حافظ امام بخش

ابن شیخ حافظ غلام رسول نورانی۔ ابن حافظ عبدالصمد ابن شیخ عبدالواحد (خویش مُلّا عبدالغنی مخدوم زادہ و خسر چودھری محمد شریف امین زئی) ابن شیخ جمشید (خویش شیخ طاء امین زئی) ابن شیخ اسحاق عرف شیخ لالہ ابن شیخ فتح اللہ ابن شیخ سلیمان ابن شیخ بڈھن سہروردی الصدیقی السندیلوی ابن شیخ صدرالدین ابن زبدۃ السالکین قدوۃ العارفین حضرت قاضی بہارالدین الملقب بہ پیر نورانی السندیلی قدس اسرارہم۔

حضرت حافظ امام بخش صاحب کے خود نوشتہ حالات یہ ہیں۔

قصبہ سندیلہ مردم خیز خطہ ہے۔ ہر ملک سے خاصان خدا نے اس قصبہ میں رونق افروز ہوکر گمراہوں کو راہ حق دکھلائی اور طالبان حق کے لیے مشعل ہدایت بنے ان کی تعلیم اور تربیت سے عوام اور خواص مستفید ہوئے۔ اور اس قدر زمانہ گذر جانے کے بعد ان کے مزارات مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔ انھیں قدسی نفوس بزرگوار میں یہ حضرت قدوۃ السالکین پیر نورانی رحمۃ اللہ بھی تھے۔ جن کا مزار قصبہ کے شمال میں واقع ہے۔

حافظ صاحب ۶ رجمادی الاول سنہ ۱۱۵۴ ہجری یوم دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ

(۲) بیاض مولوی سید سرفراز علی صاحب مرحوم۔

Marfat.com

پانچویں سال رسم بسم اللہ خوانی ہوئی۔ تعلیم کے لیے مُلّا محمد نظر ابن ملا محمد شریف مخدوم زادہ کے سپرد ہوئے۔ مُلّا موصوف و شیخ نور محمد عرف شیخ چھیدا و مولوی یقین بخش برادر خورد اور پدر نامدار خود نے کلام مجید حفظ کرایا۔ بندگی حضرت شیخ حسن رحمۃ اللہ کی مسجد میں حقائق و معارف آگاہ مولوی سید عبد اللہ قدس سرہٗ و حافظ سید احسان اللہ حقیقی خالو اور دوسرے عمائدین و بزرگوں کی موجودگی میں تراویح پڑھی۔ علوم فارسی میں مولوی یقین بخش برادر خورد اور والد بزرگوار حافظ غلام رسول نورانی کے شاگرد تھے شرح اسفرا مصنفہ حضرت شیخ عبد الباسط امیٹھوی قدس سرہٗ کی وساطت سے سبقاً سبقاً پڑھی عالم متبحر مولوی شیخ محمد اعلم فاروقی السندیلی کے ارشاد سے شیخت مآب شیخ غلام حسین ساکن کاکوری (شاگرد مولوی یقین بخش نورانی ان بلی) سے علم عربی شروع کیا۔ ازاں بعد لکھنؤ آیا اور عربی بدستور اخوان پناہی مولوی یقین بخش نورانی سے پڑھتا رہا۔ بعد فراغت دونوں بھائی سندیلہ آئے اور یہاں سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ اہالیان قصبہ اور نواح کے لوگ کثرت سے ان دونوں سے مستفید ہوئے۔ حافظ صاحب نے اپنے حالات میں اکثر مقامات پر اپنے شاگردوں کے نام درج کیے ہیں۔ چودھری غلام غوث ابن چودھری محمد عاشق امن زئی اور لالہ جے سکھ رائے شاگرد رشید ہیں۔ آپ کو شاعری سے بھی ذوق تھا حضرت پیر میاں بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھی۔ اعزہ اور اہالیان برادری سے نالاں رہنے کی وجہ سے اکثر آپ نے لکھنؤ میں قیام فرمایا۔ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ سے آپ کو عقیدت تھی۔ اس لیے وقت کا زیادہ تر حصہ مخدوم صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر صرف فرماتے تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی لکھنؤ کے قیام میں جاری کر رکھا تھا حافظ صاحب کے یہاں شاہان مغلیہ کے عطیہ معافیات بھی تھیں لیکن نواب شجاع الدولہ بہادر کے عہد میں سب ضبط ہو گئیں

129541

Marfat.com

اور کچھ ضائع ہو گئیں۔ آپ کی عمر کا آخر حصہ تنگ دستی سے گذرا جو تمام بزرگوں کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آپ کی مصنفہ تاریخ کا نادر کتاب ہے۔ اس کو سندیلہ کی تاریخ سمجھ لیجیے۔ نسب نامہ کہیے یا اس کا نام ملفوظات رکھ لیجیے۔ لیکن واقعہ ہے کہ یہ کتاب حالات ماضی کا صحیح مرقع ہے۔ آپ کو شاعری سے بھی ذوق تھا لیکن کلام دستیاب نہیں ہوا۔ حافظ صاحب کی شادی خیر آباد میں بدختر شیخ غلام عمر ابن شیخ کالے ابن شیخ علیم الدین مخدوم زادہ کے ساتھ ۱۱۶۱ھ ہجری میں ہوئی اور ۱۱۶۹ھ ہجری میں شیخ محمد نظام پیدا ہوئے۔ آپ کی اولاد بفضلہ اس وقت تک موجود ہے۔ (۱)

۷۔ شیخ امان اللہ حقانی یا امان شاہ

آپ شیخ صدیقی ہیں اور شیخ عبداللہ حقانی کے نبیرہ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ خلیل اللہ ہے۔ آپ کا خاندان آفتاب اور ماہتاب کی طرح روشن ہے۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے جدِ نامدار حضرت شیخ عبداللہ حقانی رحمۃ اللہ کے مرید تھے جونپور وغیرہ کے بعض خاندان بھی حقانی کہلاتے ہیں۔ آپ کے خاندان کی بابت مشہور ہے کہ حقانی کا خطاب آپ کے جدِ نامدار کو سرکار دو عالم صلعم کی بارگاہ سے مرحمت ہوا تھا۔ اور اس مناسبت سے یہ خاندان آج تک اسی خطاب سے مشہور ہے۔ سلسلہ فردوسیہ میں آپ کو حضرت دولت یحییٰ منیری سے بیعت تھی۔ اور آپ اس سلسلہ میں خلیفہ بھی تھے۔ صاحب مراۃ الاسرار حضرت عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں سلسلہ فردوسیہ کی مشغل ہدایت تمام ہندستان میں آپ ہی کی ذات ستودہ صفات

---

(۱) نسب نامہ نوشتہ خود حافظ شیخ امام بخش نورانی السندیلی۔

Marfat.com

سے روشن رہی اور ہزارہا حاجت مند مستفید ہوئے۔ آپ بہت بڑے عابد اور مرتاض درویش تھے۔ حج بیت اللہ شریف کی نعمت سے بھی مستفید ہوئے۔ سندیلہ سے روانگی کے وقت عہد کیا تھا کہ سوائے آب زمزم کے اور پانی نہ پیونگا۔ سو دوران سفر میں اس عہد پر قائم رہے کہ تمام دن روزہ رکھتے اور شام کو آب زمزم سے افطار فرماتے آپ اپنے زمانے کے زبردست صوفی گذرے ہیں۔ ایک فیض عام تھا جو آپ کے مزار نائض الانوار سے آج بھی جاری ہے۔ سندیلہ میں آپ کا خاندانی قبرستان خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی خانقاہ میں آپ کا مزار کس مپرسی کی حالت میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ اہل خاندان کی بھی قبریں ہیں۔ اسی ٹکڑے سے کبھی علم و تصوف کے دریا بہتے تھے۔ لیکن آج سوائے چند ٹوٹی پھوٹی قبروں کے اور کچھ نہیں ہے۔ قبریں مٹ رہی ہیں اور تختہ برابر کیا جارہا ہے۔ اگر یہی عمل جاری رہا تو کچھ زمانے کے بعد اس آفتاب شریعت اور طریقت کے مزار کا بھی پتہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روحانیت کے صدقے میں کسی کو مرمت کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ (۱، ۲، ۳)

۸۔ قاضی امین الدین یا امام الدین المشہور بہ شیخ امن

آپ شیخ عثمانی ہیں۔ آپ کے والد مفخر الاکابر شیخ ادہم عرف شیخ اڈھن قاضی پرگنہ بانگرمئو ابن قاضی محمد ماہ ابن قاضی محمد شاہ ابن قاضی محمد یوسف ابن عاصم ابن خالد ابن داؤد ابن رکن الدین عبدالرحمن ابن علاء الدین ابن عبد اللہ ثانی ابن علیم الدین

---

(۱) بحر ذخار (۲) مراۃ الاسرار حضرت عبدالرحمن چشتی رح

(۳) نسب نامہ حافظ امام بخش نورانی السندیلی۔

Marfat.com

عبدالعزیز ابن محمد المقلب بہ حسام الدین ابن عبداللہ الملقب بہ مطرف ابن امام الدین عمر ابن امیر المومنین حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثالث۔

حافظ امام بخش نورانی السندیلی آپ کی بابت تحریر فرماتے ہیں: "شیخ امن ولد شیخ ادّھن مردے کریم و بزرگ بود۔ خدمت قضائی پرگنہ بانگرمئو باد تعلق داشت۔ بخطاب فخر الاکابر والاصاغر اشتہار داشت۔ بدختر خواجہ مٹھن کہ ریاست چودھرائی و قانونگوئی پرگنہ سندیلہ داشت کتخدا شدہ بود۔ ازوشش پسران شیخ طٰہ و شیخ مدن و شیخ بدرالدین و شیخ حمید و شیخ عبدالرحیم و شیخ محمد۔ رضاعت شیخ راجہ متولد شدند۔ و ہر یک اولاد او بر ریاست چودھرائی پرگنہ قابض و متصرف اند بوراثت نانہالی در قصبہ سندیلہ توطن گزیدند

شیخ طٰہ کہ مردے صاحب اقتدار بود۔ او را با عامل وقت رنجشے درمیان آمد۔ او را در برج قلعہ سندیلہ کہ جانب غرب و جنوب است' در زیر خشت ہا گرفتند۔ جان بحق تسلیم نمود۔ بہ ہما زیارت گاہ خلایق است۔"

راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی لکھتے ہیں: "اس خاندان میں صدہا سال سے چودھرائی اور زمینداری چلی آتی ہے۔ صدہا خانہ بلائے رعایا و چند دیہات اس خاندان امن زئی کے ورثا کے قبضہ میں ابتک موجود ہیں۔ شیخ امن کی اولاد امن زئی کہلائی اور ا[illegible]ای سے مشہور ہے۔"

شیخ امن کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ قنوج آئے اور شاہی حکم سے دریائے گنگا عبور کر کے رہجوار ٹھاکروں کو شکست دی اور بلگرام میں آباد ہو گئے۔ مزار شریف ایک پر فضا مقام پر زیارت گاہ خاص و عام ہے سال وفات ۴۰۵ھ ہجری مزار پر کندہ ہے مقبرہ کی تعمیر ۶۰۰ھ ہجری میں مسلمانوں کے

Marfat.com

مستقل قبضہ کے بعد ہوئی۔ آپ کے ہمراہ قبیلہ کے لوگ اور اعزہ بھی تھے اور وہ سب
یہیں آباد ہو گئے تھے۔ شیوخ بلگرام علم و فضل میں ہمیشہ ممتاز رہے۔ انھیں کی اولاد
بلگرام سے گوپامئو۔ بانگرمئو، ملاّواں۔ سندیلہ اور امیٹھی وغیرہ قصبات میں پھیلی۔ تفصیلی
حالات شرائف عثمانی میں درج ہیں۔ شیخ امن کے سال ولادت کا پتہ نہیں چلا۔ مگر
چودھری عالم رضا (امن زئی) کے پاس جو پروانہ جات وغیرہ ہیں ان سے اس قدر
یقینی طور پر پتہ چلتا ہے کہ آپ ۹۹۰ھ ہجری تک حیات تھے۔ آپ کے والد قاضی ادہم عرف
شیخ اڈھن ایک زبردست عالم اور فقیہ تھے۔ اودھ کا ہر قصبہ دسویں صدی ہجری میں
مدینۃ العلوم بنا ہوا تھا اور اس کا شہرہ عرب و عجم تک پھیلا ہوا تھا۔ جس کو سن کر لوگ
دور دراز ملکوں سے انھیں قصبات میں فارغ التحصیل ہونے کے لیے آتے اور یہیں آباد ہو جاتے
اسی زمانے میں بانگرمئو بھی ایک نامور قصبہ تھا۔ علوم عربی کے پڑھانے والوں کی کمی نہ تھی۔
شیخ امن نے اسی قصبہ میں علوم عربی حاصل کیے اور اپنے والد قاضی ادھم کی خدمت میں
تاضرہ کر تکمیل کیا اور فارغ التحصیل ہوئے۔ چونکہ چودھری خواجہ منجھن رئیس سندیلہ آپ
کے خسر تھے اس سلسلہ میں آپ سندیلہ آئے اور آپ کی اولاد نے ورثہ نانہالی پایا۔ آپ
اپنے علم و فضل کی وجہ سے دور دور مشہور تھے۔ آپ نے یہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی
جاری کر لیا تھا۔ آپ کی خوش معاملگی اور راست بازی کی وجہ سے ہر شخص عزت کرتا تھا۔
سرکاری فرامین اور دستاویزات میں جو تعظیمی الفاظ لکھے جاتے تھے وہ ثابت کرتے ہیں
کہ آپ امیری میں فقیری کرتے تھے۔ آپ کا وقت یاد اللہ اور درس و تدریس میں صرف
ہوتا تھا۔ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ چودھری کا لفظ استعمال نہیں ہوا لیکن آپ کی
اولاد چودھری کہلائی۔ آپ کے صاحبزادہ قاضی عبدالحمید اور نبیرہ چودھری حافظ عبدالحلیم
۱۰۳۲ھ ہجری میں عربی علوم میں فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ

Marfat.com

تک برابر اس خاندان کو معافیات ملتی رہیں۔ لیکن زمانہ کے ساتھ ساتھ علمی چرچا کم ہونے لگا اور آپ کی اولاد نے جائداد کی جانب زیادہ توجہ کی۔ اور جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے، نامور اور بااثر زمیندار ہو گئے۔ آپ کی آٹھویں پشت میں چودھری غلام صمدانی ایک بہت بڑی جائداد کے مالک ہوئے ہیں۔ کسی شاعر نے چودھری صاحب کی وفات کی تاریخ لکھی ہے۔ از عالم گوئے نیکی چودھری برد۔ برحق او خدایا باد رحمت بر وے
چنیں تاریخ ہاتف از صمد گفت   بملک جاوداں فرمودہ رحلت ۱۲۶۶ھ چودھری
مرحوم کے دو صاحبزادے شیخ علی رضا عرف بھاگو چودھری و شیخ محمد رضا عرف ڈھوکن پیدا ہوئے۔ آخر الذکر لاولد رہے۔ اور اول الذکر کی بیوہ مسماۃ شلیق النساء نے اپنی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ ۴ مارچ ۱۸۶۰ء کو اپنے داماد شیخ محمد رضا ابن مولوی رکن الدین نادق گوپاموی کے نام ہبہ کر دی۔ اس کی باضابطہ رجسٹری ۱۴ جون ۱۸۶۶ء کو ہو گئی۔ اور اب بفضل الٰہی چودھری مقبول حسن اور چودھری عزیز [illegible] اب تک قابض ہیں۔

۹۔ حافظ سید امراؤ علی عرف حافظ چیدا

مخدوم زادہ۔ ابن سید رحم رحمان خاں۔ کلام مجید حفظ کر کے ضروری علم حاصل [illegible] اور اعمالات متوسط ضلع کھیری وغیرہ مقامات مختلف پر ملازم بندوبست [illegible] نہایت کم [illegible] ہے۔ مزاج میں محبت، ملنساری اور [illegible] دوستی تھی۔ آپ [illegible] خلقی [illegible] مزاجی سے عموماً لوگ آپ سے رضامند رہتے تھے۔ آپ نے [illegible] ۱۳۱۳ھ [illegible] کو انتقال فرمایا اور حسب وصیت احاطہ [illegible] حضرت [illegible] محلہ مرزا [illegible] ٹولہ میں بیرون مزار حضرت ممدوح دفن ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

---

(۱) سوانح عمری مولوی سید مظہر علی مخدوم زادہ سندیلوی۔ صفحہ ۱۲۹۔

Marfat.com

۱۰۔ شیخ اعظم علی چودھری

ابن شیخ کرم کریم ابن شیخ مظہر علی ابن شیخ غلام نجف علوی اصلاً کاکوروی و سکنا سندیلوی برادر چہارم منشی رضا علی خاں کاکوروی۔ شیخ یقین اللہ شاہ قاضی زادہ سندیلوی کے نواسے۔ شباب میں آپ بہت وجیہہ صورت دار اور جوان رعنا تھے۔ گھوڑے پر خوب سوار ہوتے تھے۔ ہمیشہ فوجی افسر رہے۔ عہد واجد علی شاہ بادشاہ اودھ میں منشی پور وغیرہ کے معرکوں میں فتح یابی حاصل کی اور خلعت پائی۔ مزاج میں سخاوت تھی۔ غدر کے بعد خانہ نشین ہو گئے تھے۔ چوہتر، پچھتر سال کی عمر میں بھی سو دو سو آدمیوں میں یکتا تھے[۱،۲]

۱۱۔ مولوی اکبر علی ابن مولوی حمداللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے پدر عالی قدر کے شاگرد رشید تھے۔ بڑے عابد اور زرد پشیں صفت بزرگ تھے۔ وقت کا بڑا حصہ چلہ کشی۔ ذکر اذکار اور وظائف میں صرف فرماتے تھے۔ حضرت قدرت اللہ شاہ قدس سرہٗ صفی پوری کے مرید ہو کر اللہ کی یاد میں کلیتاً مصروف ہو گئے حزب البحر پر ایک زبردست شرح لکھی۔ اور بھی تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ ۲۷، شعبان سنہ ۱۱۲۰ھ یا سنہ ۱۱۲۵ھ ہجری کو آپ نے وفات پائی۔ اور موسیٰ پور کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

۱۱۔ الف:۔ مولوی ذاکر علی خلف مولوی اکبر علی اپنے والد نامدار کے شاگرد

---

(۱) الفیض الجاری تتمہ کشف المتواری مولفہ منشی عبدالعلی علوی کاکوروی۔ صفحہ ۶۲-۶۳۔

(۲) سوانح عمری مولفہ مولوی سید مظہر علی مخدوم زادہ سندیلوی۔

Marfat.com

تھے۔ لیکن استعداد علمی بلند تھی۔ عالم جوانی میں تالاب میں ڈوب کر انتقال کیا۔

(۱) تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ ہند مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ - ۲۴

(۲) " " " " " ۶۱

۱۲۔ مولوی اطہر علی شاہ

ابن مولوی اکبر علی ابن مولوی محمد اللہ شارح سلم۔ آپکو اپنے والد ماجد سے بیعت تھی آپ صوفی اور عالم اجل تھے۔ علوم متداولہ اپنے خاندانی بزرگوں سے حاصل کیے۔ آپ کو اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی کاکوروی قدس سرہٗ سے بھی اجازت و خلافت تھی۔ بعد اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور ایک مدت تک مریدین اور طالبین کو فیوض ظاہری اور باطنی سے مالامال فرماتے رہے۔ سنہ ولادت و وفات اور زائد حالات آپ کے دریافت نہیں ہو سکے۔ آپ کا مزار محلہ ھتوانہ میں واقع ہے۔ مزار کا خطیرہ پہلے خام تھا۔ مگر ۱۳۱۴ سنہ ہجری میں چودھری نصرت علی صاحب مرید حضرت غوث ملت قدس سرہٗ کاکوروی نے اس کو پختہ بنوا دیا۔ (۱)

۱۳۔ مولوی اعظم حسین

ابن مولوی کریم اللہ ابن مولوی فیض اللہ ابن شیخ کمال ابن شیخ بھیکن۔ مولوی صاحب کی تاریخ پیدائش کا پتہ نہیں چل سکا۔ صرف اس قدر معلوم ہوا کہ آپ محمد شاہ

(۱) نفحات العنبریہ۔ صفحہ - ۲۴

Marfat.com

بادشاہ دہلی کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ آنکھیں جید مولویوں کی گود میں کھولیں۔ حضرت مولوی حمد اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم کا تکملہ کیا۔ اس علمی خاندان کی شاہان تیموریہ نے معاش کے اسباب فراہم کر کے دنیاوی تفکرات سے آزاد کر دیا تھا۔ لیکن زمانہ نے جلد کروٹ بدلی۔ نواب وزیر سعادت علی خاں کے عہد میں علمی قتل عام ہوا۔ اس میں یہ خاندان بھی تباہ ہو گیا۔ جاگیریں ضبط ہوئیں اور مدد معاش بند ہو گئی۔ علم کا چرچا جاتا رہا۔ درس و تدریس کا سلسلہ بند ہوا کسب معاش کے لیے خاندان کی ذی علم ہستیاں قصبہ سے رخصت ہو کر جہاں پیٹ کا سہارا دیکھا وہیں آباد ہو گئیں۔ مولوی صاحبؒ کے جد امجد شیخ کمالؒ صحتیا پیر کے نام سے مشہور تھے۔ عہد عالمگیری میں علاوہ معافیات سابقہ کے آپ کو جدید معافی عطا ہوئی تھی۔ بعد وفات صحتیا بارہ میں دفن ہوئے۔ اُن کے صاحبزادے مولوی فیض اللہ نے بھی عہد عالمگیری ہی میں معافیات حاصل کیں۔ مولوی کریم اللہ صاحب کو علمی خدمات کے معاوضہ میں عالمگیر بادشاہ نے موضع بیگیاؤں مرحمت فرمایا۔ مولوی اعظم حسین صاحب بڑے عالم و فاضل تھے۔ علاوہ معافیات سابقہ کے موضع مہرانیا در دولبت عہد محمد شاہ بادشاہ دہلی میں آپ کو عطا ہوا۔ اور سندیلہ میں اراضی مرحمت ہوئی۔ ریزہ ملکیت۔ اور بڑا پختہ مکان اب بھی باقی ہے۔ آپ کی دختری اولاد میں حکیم مولوی محمد ہادی اپنے والد حکیم محسن کے ہمراہ بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں معزز عہدوں پر سرفراز رہکر وہیں انتقال فرمایا۔ مولوی عبدالرزاق بھی دختری اولاد میں تھے۔ آپ ریاست بھوپال میں ناظم رہے ہیں۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء میں سندیلہ ہی میں انتقال فرمایا۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ (۲) تاریخ سندیلہ مؤلفہ راجہ درگا پرشاد مہر سندیلی

Marfat.com

۱۴۔ مولوی اعزالدین احمد خاں مخدوم زادہ

ابن سید غلام اولیا عرف مقبول اولیا۔ علوم متعارفہ علامہ مولوی حیدر علی سے حاصل کیے اور مولوی عبدالوالی فرنگی محلی کے بھی شاگرد تھے۔ اپنے بڑے بھائی خاں بہادر نسیح الوقت حکیم سید محمد بقا خاں کی سفارش پر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی نے آپ کو خان بہادری کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ انھیں کے ہمراہ جنرل لیک کے پاس گئے تو ریذیڈنسی کے میر منشی ہو گئے۔ جہاں فرائض منصبی دیانت اور امانت کے ساتھ انجام دے کر ممدوح رہے۔ مدت ملازمت ختم ہوتے پنشن حاصل کر کے وطن آئے۔ اور دونوں بھائیوں نے اپنی گاڑھی کمائی کے پس انداز روپیہ سے جلال پور وغیرہ مواضعات خرید کر کے ریاست پیدا کی۔ لیکن آپ کے بیٹے سید محمد تقی کی کارفرمائی کے زمانے میں سرکاری مالگذاری مبلغ ساڑھے چھ سو پچاس روپیہ ادا نہ ہو سکے۔ اور دیہات ایک دوسرے پنشن خوار میر منشی سید فضل رسول واسطی کے قبضہ میں پہونچ گئے۔ مولوی صاحب ممدوح نے ۱۰ صفر ۱۲۵۶ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۱، ۲، ۳)

۱۵۔ میر اشارت علی

بیہ۔ آپ علوم متداولہ حاصل کر کے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں نواب

---

(۱) نسب نامہ حافظ امام بخش نورانی السندیلی۔

(۲) تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔ صفحہ ۶۱ و ۶۲

(۳) تاریخ سندیلہ مصنفہ راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی۔

Marfat.com

شرف الدولہ محمد ابراہیم خاں مدار المہام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اور نواب امجد علی شاہ بادشاہ لکھنؤ کا زمانہ تعصب مذہبی کے لیے تاریخ میں مشہور ہے۔ بادشاہ موصوف نے سریر آرائے سلطنت ہوکر نواب شرف الدولہ کو معزول کر دیا، اور نواب امداد حسین کو امین الدولہ کے خطاب سے سرفراز کر کے مدار المہام مقرر کیا، اور میر اشارت علی اپنی طباعی اور ذہانت کی وجہ سے مدار المہام جدید کے مصاحب ہوکر غریبوں اور بیکسوں کے پشت و پناہ بنے۔ اور زمانہ موافق پا کر ایک امام باڑہ اپنے بیٹے حافظ علی کے نام سے تعمیر کر دیا۔ جو آپ کی عقیدت مندی کی زندہ مثال ہے۔ وہ امام باڑہ آج بھی قائم اور زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

۱۶۔ اندرائن شاہ

آپ کے حالات اور کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرے۔ راجہ درگا پرشاد مہر مصنف تاریخ سندیلہ تحریر فرماتے ہیں: "کہ آپ ایک مجذوب فقیر تھے۔ جن کا مزار سیتلا دیوی کے قریب پورب اور اتر جانب واقع ہے۔ آپ بڑے سیف زبان تھے اور آپ سے بہت لوگوں کو فیض پہونچا ہے۔ ایک مرتبہ مصیبت پڑنے پر ایک نظم تصنیف کر کے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ اور خدا کے فضل سے اپنے مطلب میں کامیاب ہوا۔"

نظم دلچسپ ہے۔ ناظرین کے ملاحظہ کے لیے درج کی جاتی ہے۔ نظم۔

اے مربی خاندان من   وے زمین تو آسمان من

---

(۱) بوستان اودھ صفحہ ۱۷۳۰۔

Marfat.com

شاہ اندرائن است نام پاک — شہرت از زمین ست تا افلاک
گرچہ شد مدت از وصال تو — لیکن اکنون ہمان جلال تو
حبذا نور مرقد والا — بخشش فیضت از ہمہ بالا
قہر محصور لشکر الم است — چشم در راہ رحمت و کرم است
خاطر از درد و فکر غمناک است — دامن صبر سر بسر چاک است
نظر لطف سوئے این خستہ — واکن از لطف عقد سربستہ
دور کن درد انتشار من — مہر فرما بہ حال زار من

شاہ صاحب موصوف راجہ بے سکھ رائے کے ہمعصر تھے۔

حضرت قاضی بہاء الدین پیر نورانی سہروردی

[illegible] حالات فراہم نہ ہو سکے۔ آپ کا مزار ندیلہ کے متصل جانب [illegible] موضع جگہ [illegible] راجہ حال بلوچ کے باغ میں قابل افسوس حالت میں موجود ہے۔ آپ دیہات [illegible] سہروردی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ شیخ زادگان نورانی دحقانی اور سعد [illegible] کے جد اعلیٰ ہیں۔ آپ کی [illegible] پشت میں شیخ محسن رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں [illegible] نورانی جو آپ کی چودھویں پشت میں ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں

"ملفوف باد کہ جد امجد حضرت شیخ بہاء الدین نورانی قدس سرہ [illegible] علیہ تشریف آوردند چون دران وقت بسبب دیگر [illegible] سابق [illegible] شہر سکونت داشتند نو آباد بودند۔ بران معنی [illegible] آنحضرت ملقب [illegible] بلقب [illegible] بعد مرور ایام بعضے از انہا بالقاب [illegible] شہرت گرفتند چنانچہ بعضے سعد [illegible]

Marfat.com

و بعضے حقانی گویانند۔ مگر بزرگان بندہ کہ سوائے لقب سابق در عرف
لقب دیگر ندارند۔ و شیخ بڈھن قدس سرہٗ کہ در عہد خود از مشاہیر کبار و
مشائخ روزگار بود و سلسلہ پیری مریدی خاندانے خود کہ بشیخ الشیوخ شیخ
شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ می رسد تا عہد او و بعد او جسم
چندگاہ جاری ماندہ شروع می شود۔ واضح باد کہ حضرت شاہ بدیع الدین
قطب المدار قدس سرہٗ بوقتے از اوقات در سندیلہ تشریف فرماشدہ
بمکان بشیخ بڈھن رونق افزا شدند۔ شیخ مذکور شرائط تعظیم و تکریم بجا آوردہ
شاہ قطب المدار از راہ تفضلات خرقہ خلافت خود شیخ بڈھن پوشانیدند
چنانچہ بعض تبرکات ایں وقت بخانہ شیخ عبداللہ ولد شیخ محمد فاخر از اولاد
شیخ عبداللہ حقانی موجود اند۔ و این احوال را شیخ عبدالرحمن دہنیؒ قدس سرہٗ
در رسالہ مرات مداری ثبت نمود آخر الامر چون شاہ قطب المدار از سندیلہ
عازم بطرف دیگر شدند شیخ بڈھن دو سہ کردہ برفاقت رفت۔ شاہ
قطب المدار در اثنائے راہ بشیخ فرمودند۔ وجہ معاش شما ہم چیزے مقرر است
شیخ چون متوکل محض بود۔ جواب داد، برائے عالم آرائے ظاہر و ہویدا است
شاہ قطب المدار از راہ تفضلات نام موضع کرلانوہ بر خوت پارہ نوشتہ
بدست شیخ دادند و گفتند کہ ایں دیہہ معاش شما خواہد بود۔ از تصرف شاہ
قطب المدار درمیان عرصہ موضع مذکورہ را عامل وقت بشیخ معاف کردہ داد
و شیخ مذکور در تصرف شیخ و اولاد او ماند۔"

اور شیخ عبدالواحد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت شاہ قطب المدار سنہ ۹۰۰ ہجری میں
سندیلہ تشریف لائے تھے اور حضرت شیخ بڈھنؒ کو خرقہ خلافت مرحمت فرمایا تھا۔"

Marfat.com

حضرت شیخ عبداللہ حقانی و شاہ امان اللہ حقانی و شاہ حافظ کرم احمد نورانی اسی خاندان میں ولی کامل گذرے ہیں ۔ مولوی یقین بخش نورانی رحمتہ اللہ علیہ و حافظ امام بخش نورانی اور آخری یادگار میں حضرت حافظ حکیم حاجی مولوی خلیل الدین حقانی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے مرتاض بزرگ گذرے ہیں خاندانی یادگاریں انہیں بزرگوں کی اولاد کے قبضہ میں ہو گی حضرت شیخ بڈھن رحمتہ اللہ علیہ کے دو بیٹے شیخ سلیمان اور شیخ خواجہ محمد تھے ۔ شیخ سلیمان کے صرف ایک بیٹے شیخ فتح اللہ اور شیخ خواجہ محمد کے بھی ایک بیٹے شیخ سعد تھے آپ ہی کی اولاد بلقب سعدزئی مشہور ہے ۔ شیخ فتح اللہ کے دو بیٹے شیخ عبداللہ حقانی جن کی اولاد بلقب حقانی مشہور ہوئی اور شیخ اسحاق عرف شیخ لال ان کی اولاد اپنے سابق لقب نورانی پر قائم رہی ۔ لیکن اب اس زمانہ میں "نورانی" کو حذف کر کے "سہروردی" اختیار کیا گیا ہے ۔ گو کہ جناب حافظ امام بخش نورانی اس طرح دعا فرماتے ہیں ۔

"بفضل حضرت اللہ تعالیٰ شانہٗ امید قوی دارد کہ فرزندان بندہ بنور چشم محمد نظام نسبت یافتہ بلقب نظامیہ شہرت یابند و باین لقب مخصوص خاص شوند"۔

اس سے زیادہ حالات حضرت پیر نورانی رحمتہ اللہ علیہ کے دستیاب نہ ہو سکے ۔ اگر فی پشت ساٹھ سال اوسط عمر رکھ لیا جائے تو حضرت کا زمانہ چھٹی صدی ہجری میں قائم ہوتا ہے حضرت میران معز الدینؒ سلسلہ سہروردی کے بزرگ اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندانی اسی زمانہ میں رونق افروز سندیلہ ہوئے تھے ۔ ممکن ہے کہ حضرت پیر نورانی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ ہی کے ہمراہ سندیلہ تشریف لائے ہوں ۔ مزید حالات اگر دستیاب ہو گئے تو اضافہ کر دیے جائیں گے ورنہ مجبوری ہے ۔ آپ کے مزار پر خوش اعتقاد دیہاتی چادریں چڑھاتے ہیں اور ان کی مرادیں بھی پوری

Marfat.com

ہوتی ہیں۔

۱۸۔ مولوی باسط علی

ابن مولوی شفاعت علی ابن شیخ غلام مرتضےٰ ملک زادہ کاکوری الاصل سندیلہ میں اپنے والد کے ننہال ہونے کی وجہ سے سکونت اختیار فرمائی تھی۔ نشو نما آپ کا یہیں ہوا مولوی فقیہہ اللہ۔ مولوی ولی اللہ اور مولوی یوسف علی کے شاگرد تھے اور آپ کا شمار ممدوحین کے ارشد تلامذہ میں تھا۔ کاکوری میں حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ علی حیدر قلندر مشاہیر کاکوری میں تحریر فرماتے ہیں "آپ بہت بزرگ صورت۔ قابل و لائق ستائش انشا پرداز اور شاعر بے بدل تھے"۔ افسوس ہے کہ آپ کے شعر و سخن کا خزانہ ضائع ہوگیا ہے۔ ایک غزل مل گئی ہے جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ آپنے محافظ دفتری سے تحصیلداری تک ترقی فرماکر وظیفہ حاصل کیا اور وطن تشریف لاکر قدیم وضعداری کے ساتھ باقی عمر یاد الٰہی میں بسر فرمادی ۱۳۱۲ھ میں بعمر ۸۴ سال انتقال فرمایا۔ اور خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ سال پیدائش آپ کا سنہ ۱۲۲۹ھ ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے منشی واجد علی تحصیلداری کی سے ڈپٹی کلکٹری تک پہونچے اور دوسرے صاحبزادے مولوی مصطفےٰ علی صاحب سب رجسٹرار تھے۔

غزل مولوی صاحب موصوف ملاحظہ ہو۔

بیا کہ مطرب و مینا بطرف بستان است　　　　بخندہ شاہد گل موسم بہاران است

---

(۱) نسب نامہ حافظ امام بخش نورانی السندیلی۔ ۴۰ و ۴۱ و ۵۲ و ۷۹

Marfat.com

چہ فیضہا کہ بہ عزلت زلال خضر بتاخت
بہار زندہ دلی مفت گوشہ گیران است

چو مرد بلبل بے دل اسیر کنج قفس
چمن ز لالہ بدل داغ گل پریشان است

بچشم غمزدگان موج گل بود زنجیر
برائے غنچہ دلان صحن باغ زندان است

نشستہ ام بحریم فسردگان باسطؔ
اسیر کنج قفس بلبل خوش الحان است

۱۹ حضرت پیر سُرخرُو رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہیوں میں معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ تبلیغی مشن قنوج سے براہ بلگرام۔ سندیلہ اور لکھنؤ بہرائچ گیا ہے۔ اور مقامات مذکورۂ بالا پر برابر مخالفین سے لڑائیاں ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک لڑائی سندیلہ میں بھی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں خدا کی راہ پر جان دینے والے شہداء کے مزارات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور باشندگان دیہہ نے ان بزرگوں کو مختلف نام دے رکھے ہیں۔ اشراف ٹولہ میں پیارے شہید اور مہتوانہ میں لڈو شہید۔ اسی طرح آپ کو پیر سرخرو کہہ لیا گیا ہے۔ ورنہ آپ کا اصلی اسم گرامی کچھ اور ہوگا۔ آپ کا مزار فائض الانوار موضع اٹگوان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اور آپ کا عرس جیٹھ کے مہینہ میں ہوتا ہے جس کے مصارف چودھری فتح علی صاحب رئیس و آنریری مجسٹریٹ سندیلہ برداشت کرتے تھے۔

---

(۱) مشاہیر کاکوری۔ صفحہ (۶۲)

(۲) تاریخ سندیلہ راجہ درگا پرشاد مہر۔ صفحہ (۲۸۷-۲۸۸)

Marfat.com

۳۰۔ حضرت جنید رُوحانی رح

حضرت نظام الدین نارنولی امیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات سنہ ۹۰۹ ہجری) کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور قصبہ موہان کے باشندہ تھے۔ پیر علیہ الرحمۃ کے حکم سے موہان کی سکونت ترک فرما کر سندیلہ میں قیام فرمایا۔ آپ کے ایک صاحبزادہ اور خلیفہ شیخ مودن رحمۃ اللہ علیہ کا مزار موہان ہی میں ہے۔ حضرت روحانی رحمۃ اللہ علیہ کشف قبور میں کامل تھے۔ اسی تصرف سے آپ نے سندیلہ میں ان بزرگان کے مزارات کے نشانات سے لوگوں کو خبر کیا جو اس وقت تک لوگوں کے علم میں نہ تھے۔ آپ حضرات مخدوم سید علاء الدین میران معز الدین و مولانا حافظ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی ارواح طیبات سے بھی فیضیاب ہوئے ہیں۔ آپ شریعت طریقت معرفت اور حقیقت سے خوب واقف تھے۔ تمام شب یاد خدا میں بسر فرماتے اور دن کو جنگل سے لکڑیاں لانے اور فروخت کر کے الحجانہ اور مساکین میں صرف فرما دیتے۔ ایک روز کسی سوار نے تازیانے لگائے۔ اور لکڑیاں چھین لے گیا۔ لیکن جب اپنے جائے قیام پر پہونچا تو ملازم سے تکرار ہو گئی اور ملازم نے آقا کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے آپ نے لکڑیاں لانا اور فروخت کرنا چھوڑ دیا۔ اور اسی روز سے آپ کے مصارف کے واسطے غیب سے ایک تنکہ روزانہ سجادہ کے نیچے مل جایا کرتا تھا۔ ایک دن آپ کی حرم محترم نے اس میں سے ایک پیسہ پس انداز فرما کر رکھ لیا۔ جس سے یہ نعمت غیبی بند ہو گئی۔ لیکن وہ پیسہ آپ کے خاندان میں عرصہ تک موجود رہا۔ اب لاپتہ ہے۔ ایک مرتبہ موہان تشریف لے جا کر سئی ندی کے کنارے یہ عہد کر کے بیٹھ گئے کہ جب تک خداوند تعالیٰ نہ کھلائے گا کچھ نہ کھاؤں گا۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ ندی میں طغیانی آئی۔ اور آپ کی کمر تک

Marfat.com

پانی پہونچ گیا۔ ایک گردہ روٹی اور ایک پیالہ حلوہ برآمد ہو کر منہ کے قریب آگیا۔ اس وقت آپ کو اندیشہ گذرا کہ اب اگر یہ استعمال نہ کیا جاوے تو بے ادبی ہوگی۔ اس وجہ سے اس کو نوش فرمالیا۔ کھانے کے بعد غیب سے آواز آئی۔ کہ اے جنید اگر اب بھی نہ کھاتا تو ہم خود کھلاتے۔ آپ سماع میں غلو فرماتے تھے۔ شاعری سے ذوق تھا۔ عربی فارسی اور ہندی میں غزلیات۔ رباعیات اور قصائد بہت ہیں۔ اس ذخیرہ کا بڑا حصہ بستوں میں بندھا ہوا عزیزی سید عبدالودود کے پاس موجود ہے۔ آنحضرت کی ایک بیاض بھی ہے جس میں دعائیں اور عملیات درج ہیں۔ غیر مطبوعہ دیوان کی راقم الحروف نے عزیز موصوف کی مہربانی سے زیارت کی ہے۔ عزیزی سید آفاق سلمہ کے پاس جو مولوی سید سرفراز علیؒ کی بیاض ہے۔ اس میں بھی حضرت روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مناجات اور ایک قصیدہ حضرت مخدوم سید علاءالدین قدس سرہ صاحب ولایت سندیلہ کی مدحت کا درج ہے۔ مناجات اور چند کلام ممدوح کا برائے زیارت پیش کرتا ہوں۔

مناجات

الہٰی واقفی بر حال زارم — ہمیں دانی کہ جز تو کس ندارم

الہٰی خاطرم را جمع گردان — کہ مسکین و پریشان روزگارم

الہٰی رفتہ ام در خواب غفلت — کہ چندیں سال دم در انتظارم

الہٰی چون عزیزم کردی امروز — مکن فردا بنزد خویش خوارم

الہٰی بر محمد آسان گردان — کہ اینست اصل خانہ راچہ کارم

وعدہ بر ذمہ کسان قرض است — فرض باشد ادای آن کردن

اے کہ آسودگی تو شب و روز — فاقہ و فقر تو زیادہ شود

Marfat.com

بے طہارت مباش تا بر تو | روزیٔ تنگ تو کشادہ شود
هر کجے والقب مکن مومن | گرچہ باسعی جان وتن کاہد
آنچہ خواہد برادر خود را | آنچہ از بہر خویشتن نمی خواہد
مسلم آنکس بود بقول رسولؐ | گرچہ عامی بود دگر عالم
کہ بہر جا بود مسلمانے | باشد از قول و فعل او سالم
منکر رویت بود محروم در ہر دو جہاں | ایں جہان علما دکا فرنیز مہجور است آن
بنگر دہر دو جہان عشاق مشتاق خدا | این جہان نور تجلی آن جہان دیدار آن

ایک موقع پر عالم رویا میں آپ کو انوار الٰہی اور حضرت رسول مقبول صلعم کی زیارت کا شرف اپنے پدر عالی قدر کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ بیدار ہو کر آپ کے مشاہدات اور گفتگو کے من وعن حالات رسالہ تحفتہ المواہب میں تحریر فرما دیے، اور رسالہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سعادت آپ کو ۲۲ محرم ۱۱۲۶ سنہ ہجری روز دوشنبہ کو حاصل ہوئی۔ جو راقم سطور نے دیکھا۔ اور پھر یہ عبارت بھی لکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقل ہے۔ اور اصل کسی لبستہ میں دبی ہوئی ہے: ختم شد نقل رسالہ رویائے صالحہ روز دوشنبہ چہاردہم ذی الحجہ ۱۱۴۲ سنہ ہجری در عہد اورنگ زیب بادشاہ غازی۔ مالک این رسالہ محمد محسن، اسی رسالہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

مشو منکر گہے دیدار حق را | کہ مومن بنگر د رخسار حق را
بچشم خویشتن دیدہ جنیدا | محمدؐ نور موسیٰؑ نار حق را
جنیدا باش در شکر الٰہی | بکن ذکر خدا چندانکہ خواہی
غم روزی مخور چوں شخص ناداں | کہ روزی میرسد خواہی نخواہی
الحمد للہ کہ خدا را دیدم | الحمد للہ کہ چہ خوش گردیدم

Marfat.com

افضل ذکر کہ تلقین کردہ ۔۔۔ از دل و جان خود دشس درزیدم
گفت گشتم زمشائخ راضی ۔۔۔ چوں زاحوال ہمہ پرسیدم
یاد کردم چو گناہ خود را ۔۔۔ دہ کہ از سر بقدم لرزیدم
باز گفتا کہ چہ می اندیشی ۔۔۔ باقی خوش حال چو لغزیدم
گشتہ از شرع مخالف ہر کو ۔۔۔ زود بیزار ازو گردیدم
بندہ را ساخت جنیدا چون من ۔۔۔ سجدہ او ندی او گردیدم
نور الحق کہ سراپا گشتم ۔۔۔ تا سحر پائے نبیؐ بوسیدم
چوں مرا دید ملائک گفتند ۔۔۔ حالیا قطب جہاں را دیدم
در شب قدر جنیدا بنگر ۔۔۔ ایں تعجب کہ چنیں را دیدم

عزیزی عبدالودود کے پاس نقل ہے ۔ کاغذات سے بستے اور پشارے بھرے ہوئے ہیں ۔ انھیں میں کہیں اصل کتاب بھی دبی پڑی ہوگی ۔ قلمی دیوان کے چند اجزاء کی میں نے زیارت کی ہے ۔ اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ دیوان کے اجزاء فراہم کر کے طبع کرانے کی فکر کی جائے گی ۔ انتخاب دیوان قلمی اور قصیدہ در شان حضرت مخدوم سید علاء الدین جا جنیری صاحب ولایت سندیلہ پیش ہے ۔

الٰہی از میان ہر پردہ بردار ۔۔۔ پس آنگہ رو بہ رو شبہائے دیدار
توی با من کن از لطفی عنایت ۔۔۔ ز خواب غفلتم یک لمحہ بیدار
خدایا چون جنیدم کن محمد ۔۔۔ بہر عالم بگیر گردار کردار
منم دیدار میخواہم وصالت ۔۔۔ نمی خواہم گہے دنیاے غدار
اے جنید آنکہ شد ولی اللہ ۔۔۔ منتقی مومن و مسلمان است
دوستان خدا بودند ایشان ۔۔۔ زانکہ قرآن دلیل برہان است

Marfat.com

اولیا آنکہ اتقیا باشند — بُت اسلام جوئے ایمان است
اے شدہ محرم مجانس راز — راز ہر مجلسی امانت تست
مکن افشائے راز مجلس کس — زانکہ افشائے آں خیانت تست
صاحب حرص راز خوان کرم — فیض احسان نمیرسد ہرگز
ہر کہ در حیطۂ مسلمانی — باشد از نقد تن گران مایہ
کے پسندد کہ خود نجسپیدم — گرسنہ گزشتہ ہمسایہ

قصیدہ

دائی تلوین تمکین مالک ملک یقین — بندگی مخدوم مولانا علائے حق و دین
عقل و نقلی جو اجدادش او از مہر آنکہ — عالم علم لدنی بود چون روح الامین
انہ علامہ للعلم مرے گفتے امام — کیف لم یعلم کذا قد کان خیر الواصلین
چون اشارہ باشارت ساختہ دلدار را — گشت جاری از ترب الحمد للہ العالمین
و خلافت یافت از خواجہ نصیر الدین کہ خلق — کلہم کانو مریدین و ہذا خیر المرشدین
از علوئے فراشان بر در درگاہ شان — مہر و ماہ و آسمان روز و شب سائیدہ جبین
آدمے آدمے آن چراغ دہلوی مخدوم ما — شد چراغ شہر سندیلہ زہے ایمان و عین
مسجد او مسجد اقصیٰ است یا مسجد حرام — گنبدش طور لیست منے نے تودۂ روئے زمین
ہر کہ باشد معتکف در روضۂ او اے عزیز — بر در از مرقعہ ساز و زومن حور عین
من ہمی خواہم خدا و ندا بہ اولاد رسول — تا کنی مقبول یارا ہر کس مسلمین
چون جنید از فیض عامش خاص گشتہ حبیب — شد ز باغ عیش بر خوردار در دنیا و دین

آپ کے پدر بزرگوار کی مصنفہ کتاب کا قلمی نسخہ جس کا نام رسالہ درزدن کریاں عزیزی عبد الودود کے قبضہ تصرف میں ہے۔ اس کے خاتمہ پر مصنف اپنا نام اس طرح تحر

Marfat.com

کرتا ہے۔ "اضعف العباد الجلیل برخوردار بن اسماعیل"۔ حضرت ممدوح کا وصال ۶ رمضان المبارک ۱۲۰۵ھ ہجری کو ہوا۔ املیا باغ کی شکستہ مسجد کے اندر آپ کا بوسیدہ مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ چونکہ آپ کو کشف قبور میں کامل مہارت تھی اس وجہ سے "روحانی" اور "جنید ثانی" کے القاب سے بھی آپ مشہور ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

---

(۱) بحر ذخار۔

(۲) تذکرہ الاولیا جلد دوم صفحات ۱۱۱ و ۱۱۲

(۳) بیاض مولوی سرفراز علی قلمی۔

(۴) دیوان و کاغذات متفرق مقبوضہ عزیزی سید عبدالودود۔

۲۱۔ مولوی شاہ جمیل الدین عرف کلّو میاں

ابن مولوی اظہر علی ابن مولوی اصغر علی ابن مولوی حمد اللہ۔ ولادت ۲۱ ۱۲۲۰ھ ہجری ابتداً لکھنؤ میں سواروں میں ملازم تھے۔ حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر خلیفہ حضرت عارف اللہ سے آپ کو بہت عقیدت و خلوص تھا۔ وہ بھی آپ سے محبت کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں شاہ صاحب نے آپ کی تربیت و تعلیم بھی فرمائی اور دعائیں بانت العظمۃ وغیرہ کی آپ سے زکوٰۃ بھی دلوائی۔ جب جذبۂ الٰہی آپ کے شامل حال ہوا تو آپ نے لکھنؤ میں اپنا کل سامان لٹا کر اور ملازمت سے مستعفی ہو کر سندیلہ کا راستہ لیا۔ اولاً کاکوری پہونچ کر حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کو اپنے ہمراہ لے کر سندیلہ آئے۔ اور اپنے عم بزرگوار شاہ مولوی اظہر علی کے مرید ہوئے۔ اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ کو حضرت غوث ملت و حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر ؒ سے بھی اجازت و خلافت تھی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی دونوں

Marfat.com

میں طاق اور شہرہ آفاق تھے۔ مرید ہونے اور اجازت وخلافت پانے کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ ہر مہینہ جب آپ کا دل چاہتا تھا تو اپنا تمام مال واسباب خانہ داری لٹادیا کرتے تھے۔ جب کبھی مستورات کو معلوم ہوجاتا تھا تو وہ سب بزرگ سے کنارہ کش ہوکر چارپائیوں پر بیٹھ جایا کرتی تھیں، آپ اندر تشریف لے جاکر نقد وجنس جو کچھ ہوتا تھا باہر لے جاکر خیرات کردیا کرتے۔ اگر کسی روز مستورات کو علم نہ ہوا تو آپ دفعتاً اندر جاکر چارپائی وغیرہ بھی اٹھالاتے اور دیدیا کرتے تھے۔ مریدین آپ کے بہت تھے۔ منجملہ ان کے سید مردان علی شاہ اکبر آبادی تھے۔ جو خلیفہ بھی تھے۔ اکثر آپ کی خدمت رہا کرتے تھے۔ جب کبھی آپ سندیلہ میں ہوتے تھے تو شاہ صاحب اکبر آبادی بحالت وجد وشوق اکبر آباد سے آپ کا اسم گرامی ورد کرتے چلتے تھے اور یہاں آپ فرمایا کرتے تھے کہ مردان علی شاہ آرہے ہیں۔ شاہ صاحب کو پیر کے ساتھ خاص نسبت تھی۔ چنانچہ بعد وفات آپ کی جو بھی شخص سندیلہ کا اکبر آباد جاتا۔ خواہ وہ ہزاروں آدمیوں کے انبوہ میں ہوتا شاہ صاحب فوراً پہچان لیتے تھے اور ایک خاص کیفیت طاری ہوجایا کرتی تھی "کلو میاں" "کلو میاں" کہہ کر اس کا طواف کرنے لگتے تھے۔ ۳۵ یا ۳۶ سال کی عمر میں ۱۱ یا ۱۲ شعبان ۱۲۵۵ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے وفات فرمائی۔ آپ کا مزار آپ کے عم نامدار اور پیر طریقت مولوی شاہ اظہر علی کے پہلو میں ہے۔ آپ کے جانشین اولاً آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالقادر ان کے بعد منجھلے صاحبزادے اور ان کے بعد چھوٹے صاحبزادے مولوی اکرام اللہ ہوئے۔ جن کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے۔ مولوی شاہ عبدالقادر واقع ۱۲ محرم ۱۲۳۴ھ یوم دوشنبہ کو پیدا ہوئے اور مولوی فقیہ اللہ وحافظ شوکت علی و مولوی سید سرفراز علی سندیلوی ومولوی تراب علی اور مولوی عبدالحکیم لکھنوی سے علوم

Marfat.com

عربی و فارسی حاصل کیے۔ اور اپنے والد ماجد کے مرید ہو کر سیاحی کے لیے نکل گئے، اور ناگوہ و جھانسی وغیرہ کی جانب سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ وہاں آپ کے بہت سے شاگرد ہیں۔ آخر عمر میں سندیلہ واپس تشریف لائے اور یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ اور ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۲ ہجری کو انتقال فرما گئے۔ اور اپنے والد ماجد کے برابر دفن ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

---

(۱) نفحات العنبریہ۔ صفحات ۴۱ ۴۲ و ۴۴

(۲) تذکرہ علمائے ہند۔ صفحات۔ ۱۲۹ و ۱۳۰ اور ۲۷۰

(۳) بیاض مولوی سید سرفراز علی صاحب سندیلوی۔

۲۲۔ خاں بہادر مولوی جعفر علی

ابن شیخ کرم کریم سندیلوی بن شیخ مظہر علی ابن شیخ غلام نجف ابن شیخ غلام محمد ابن ملّا محمد زمان علوی (از اولاد حضرت مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی قدس سرہٗ)۔ اولاً ملّا محمد زماں کی شادی سندیلہ میں چودھری محمد معصوم ابن شیخ محمد شریف ابن حافظ عبد الحکیم ابن شیخ عبد الحمید امن زئی بن شیخ امن عثمانی کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی۔ اس کے بعد شیخ غلام نجف نبیرہ ملّا صاحب کے دادا شیخ مظہر علی کی شادی اپنے ماموں شیخ روح الامین امن زئی کی دختر سے ہوئی۔ اور اسی وقت سے شاید انھیں تعلقات کی وجہ سے آپ کا خاندان سندیلہ میں آباد ہو گیا۔ آپ کی پیدائش اور پرورش نشوونما سندیلہ ہی کی ہے۔ سال ولادت معلوم نہ ہو سکا اور تعلیمی حالات فراہم نہ ہو سکے۔ آپ نے ۸ رمضان المبارک سنہ ۱۲۷۸ ہجری کو بمقام سندیلہ انتقال فرمایا۔ اور قبرستان گوشا میں دفن ہوئے۔ وفات

Marfat.com

کی تاریخ منشی عنایت حسین بلگرامی نے لکھی ہے۔ تاریخ:

محمد جعفر علی خاں بہادر از دنیا — بسوئے خلد بریں رفت آہ واویلا
برائے مصرعہ تاریخ اتفِ غیبی — دو شنبہ بود دہشتم صیام داد ندا
محمد جعفر علیخاں بہادر عالیجاہ — روانہ گشت بخلد بریں ازیں عالم
عنایت از پئے تاریخ حاتم دوران — دو شنبہ بود دہشتم صیام کرد رقم

آپ کے نبیرہ منشی عنایت علی اور ان کے صاحبزادے کے انتقال کے بعد اولاد نرینہ کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا۔ لیکن قصبہ میں خوبصورت اور عالیشان دیوان خانہ کی وجہ سے آپ کا نام آج تک روشن ہے۔ اور عام طور پر ہر کس و ناکس کی زبان پر دن میں سیکڑوں مرتبہ آجاتا ہے۔ آج قصبہ میں کون ہے جس کا نام اولاد کی وجہ سے اس قدر مشہور ہو۔ جس قدر کہ آپ کا نام آپ کی تعمیر کردہ عمارت کی وجہ سے آج بھی مشہور ہے۔ آپ نے بزمانہ ملازمت گوالیار میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس کے مصارف کے واسطے دو دکانیں بنوا کر وقف مسجد کر دیں۔ مسجد اور دو دکانیں آج بھی موجود ہیں اور اس طور سے وہاں بھی آج تک آپ کا نام روشن ہے۔ مولوی عبدالعلی علوی کاکوردی (خواہرزادہ خاں بہادر موصوف) لکھتے ہیں "مولوی جعفر علی خان بہادر بڑے بیٹے شیخ کرم کریم کے بہت بڑے سخی۔ بڑے منکسر مزاج۔ رحم دل۔ سادہ لباس اور ذی علم تھے۔ اور میر منشی ریذیڈنسی گوالیار عہد کمپنی میں تھے۔ جب گوالیار میں لڑائی ہوئی آپ کو بجلدوئے خیر خواہی نواب گورنر جنرل بہادر نے سات پارچہ کا خلعت اور خطاب خاں بہادر عطا فرمایا۔ آپ خفیہ طریقہ سے غربا و مساکین کی امداد کیا کرتے تھے۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ صدہا لڑکیوں کی شادیاں اپنے صرف سے کرا دیں۔ اگر کوئی حاجتمند آجاتا اور آپ کا ہاتھ خالی ہوتا تو اپنی بیوی بچوں کا زیور لاکر دیدیتے تھے۔ غرضیکہ تمام عمر اسی

Marfat.com

حالت سے بسر کی۔" غدر کے زمانہ میں اپنے اثر اور سفارش سے محلہ شہر اور جونپور کے سادات کی بڑی جائیداد ضبطی سے بچا دی۔ اور اپنے کابلی دوستوں کے ذریعہ روپیہ روانہ کر کے غزنین کے متصل کئی مقامات پر چاہات تعمیر کرائے۔

۲۳۔ رائے جے سکھ لال کائستھ

آپ کے مورث رائے لچھمن لال نواب ابو المنصور صفدر جنگ بہادر کے ہمراہ ۱۱۶۷ھ ہجری میں دہلی سے لکھنؤ آئے تھے۔ نواب شجاع الدولہ بہادر کے عہد میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور رائے صاحب کل ملک محروسہ اودھ کے صدر و حساباتی نویس ہوئے۔ آپ کی قابلیت اور محنت سے آگاہ ہو کر نواب آصف الدولہ بہادر نے بہت ہمت افزائی فرمائی۔ اور نواب سعادت علی خان بہادر کے عہد میں بجائے مہاراجہ ٹکیت رائے کے دیوان ہو گئے۔ اور علاقہ مدن پور گاؤں مرحمت فرمایا۔ دیوان صاحب کو مولوی یقین بخش اور حافظ امام بخش ابنائے حافظ غلام رسول نورانی انبیٹھوی سے تلمذ تھا۔ حافظ امام بخش نورانی الدہلوی نے اپنی مصنفہ کتاب میں چند حالات آپ کے تحریر فرمائے ہیں۔ اور آپ سے بہت خوش رہتے ہیں۔ آپ کو مذاق سخن بھی تھا۔ اور ایک عمدہ کتب خانہ جمع کیا تھا۔ سلطنت دہلی کی بربادی کے بعد بصرف زر کثیر وہاں سے کتابیں حاصل کیں اور خاندانی کتب خانہ میں محفوظ رکھیں۔ شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ لیکن مہر صاحب نے اپنی مصنفہ "تاریخ نادریہ" میں دیوان صاحب کے کلام کا کوئی انتخاب درج نہیں کیا ہے ورنہ ناظرین بھی لطف اندوز ہوتے۔ فرماتے ہیں۔

کدامی نازنین پیکر ز مصر ناز می آید
کہ یوسف در رہش از دیدہ فرش انداز می آید

Marfat.com

شاہ اندرائن شاہ آپ ہی کے ممتعبر تھے۔ آپ نے دہلی میں عالیشان حویلی تعمیر کرائی ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے چچازاد بھائی رائے گوبردھن لال آپ کے جانشین ہوئے۔ جب نواب غازی الدین حیدر نے بمنظوری گورنمنٹ انگلشیہ چولا بدلا اور بادشاہ کہلائے رائے گوبردھن لال کو خلعت سے سرفراز کرکے "راجہ" کا ذاتی خطاب مرحمت فرمایا۔ راجہ صاحب مختلف عہدوں پر ممتاز رہے۔ غدر کے خدمات کے صلہ میں آپ کو بائیس گاؤں عطا ہوئے۔ آپ کی نسل میں راجہ درگا پرشاد اور کنور فتح چند رہیں۔ اول الذکر کے حالات علیحدہ درج ہیں۔ راجہ جے سکھ لال صاحب نے ۱۰ راگست ۱۸۶۷ء کو بروز چہارشنبہ انتقال کیا۔

۲۴۔ شاہ چراغ علی

خلف الصدق شاہ محب اللہ قلندر بیباک ابن میر جلال الدین لا تنگ ابن عبدالعزیز لاپرواہ بنیرہ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔

شاہ صاحبؒ کے مفصل حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ مصنف صاحب بحرذخار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ بہت بڑے عبادت گذار اور متوکل بزرگ تھے۔ روزانہ ایک کلام مجید فرقان حمید ختم فرماتے اور ایک ایک ہفتہ کا فاقہ کرتے۔ اپنے حجرہ کا دروازہ ہر وقت بند رکھتے۔ اور کسی سے کبھی ملاقات نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مصنف صاحب بحرذخار ملاقات کیواسطے تشریف لائے اور دیر تک دروازہ پر دستک دیتے رہے۔ لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ بالآخر بغیر ملاقات واپس چلے گئے۔ آپ کو خدا کی مہمان نوازی پر فخر رہا۔ ایک ہمشیرہ تھیں جو اجرت پر سلائی کا کام کیا کرتی تھیں۔ اگر کچھ مل گیا تو خیر ورنہ فاقہ۔ آپ

Marfat.com

دریائے توکل وصبر وقناعت کے اور مجاہدہ وریاضت کے زبردست شناور[1] گذرے ہیں۔ تاریخ وصال ۲۹ ذیقعدہ ۱۱۸۹ھ سندیلہ میں دفن ہوئے۔ مزار کا پتہ نہیں چلا۔ مولوی ممتاز علی ابن مولوی سرفراز علی اپنی بیاض میں تاریخ وفات شاہ صاحب موصوف اس طرح درج فرماتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

چراغ علی چونکہ دنیا بہشت	بعقبٰے درود انچہ اینجا بکشت
چو سال وفاتش نمودم تلاش	ندا شد ز ہاتف مقامش بہشت
	۱۱۸۹ھ

---

(۱) بحر ذخار۔ صفحہ ۱۰۲

(۲) بیاض مولوی ممتاز علی

۲۵۔ حضرت بندگی سید حسن

المعروف شیخ حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ ابن سید احمد ابن سید لاڈا ابن سید میٹھن ابن سید سجن ابن مخدوم سید بحیر الدین ابن حضرت مخدوم سید علاء الدین انجا جنیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب ولایت سندیلہ۔

آپ کی پیدائش ۹۳۲ سنہ ہجری کی اور وفات ۹۹۱ سنہ ہجری کی ہے۔ آپ کے ابتدائی حالات دستیاب نہ ہوئے۔ آپ ہی اپنے خاندان کے اول فرد ہیں جو اشرف ٹولہ میں آکر آباد ہوئے۔ اور جو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے محلہ اشراف ٹولہ آباد کیا ہے۔ سو یہ دعویٰ محتاج ثبوت ہے کیونکہ اس کے برعکس شہادت دستاویزی موجود[1] ہے

---

[1] یہ شہادت کہاں موجود ہے مولف نے تحریر نہیں فرمایا۔ ہاشمی

Marfat.com

ہے کہ یہ محلہ آپ کی تشریف آوری سے قبل آباد تھا۔ مخدوم زادگان اشرات ٹولہ کی شاخ آپ ہی کے توسل سے مخدوم سید فخر الدین بن حضرت مخدوم سید علاء الدین الجاجنیری تک پہونچتی ہے۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی ایک صدی بعد آپ کا وجود مسعود ہوا۔ آپ ہمایوں بادشاہ کے عہد سے اکبر بادشاہ کے زمانہ تک رہے۔ علوم ظاہر و باطن میں کامل اور یگانہ روزگار تھے۔ حضرت سید نظام الدین المعروف مخدوم الہدیہ خیر آبادی آپ کے ماموں اور خسر تھے۔ اور پیر طریقت بھی تھے حضرت ممدوح نے خرقہ سلسلہ چشتیہ۔ سہروردیہ اور شطاریہ آپ کو مرحمت فرمایا تھا۔ نیز آپ حضرت مخدوم شاہ صفی صفی پوری قدس سرہٗ کے بھی خلیفہ تھے۔ آپ نے محلہ اشرات ٹولہ میں قیام فرما کر اولاً عبادت کے لیے ایک خام مسجد تعمیر کر لی جس کو بعد میں مولوی سید اسمٰعیل ابن سید بخش المعروف سید شیخا ابن سید عبد الرحمٰن ابن سید عبد الرحیم ابن حضرت بندگی موصوف نے پختہ کرا دیا۔ اسی مسجد کے متصل حضرت حافظ کرم احمد نورانی الصدیقی قدس سرہٗ کا مزار اقدس واقع ہے۔ احاطہ مسجد میں حضرت بندگی ممدوح کے حطیرہ کے باہر حضرت حافظ و حاجی و مولوی و حکیم شیخ خلیل اللہ حقانی الصدیقی اور سید حافظ حبیب اللہ ابن سید رحمان خاں اور منشی ولایت علی ابن لایق علی وغیرہ کی قبریں ہیں۔ مسجد پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

کرد مسجد بخت شیخ حسن ۔۔۔ در نہ شیخ با نیاز ظہور

چوں بنا باز کرد اسمٰعیل ۔۔۔ گشت تاریخ خانۂ پر نور

کرد ترمیم چوں کرم احمد ۔۔۔ شد ہمیں سال بادلش مسرور

بہر تاریخ کندہ ہاتف غیب ۔۔۔ گفت نیک منیر کن مسطور

بصر طور مصرعۂ عالی ۔۔۔ مسجد طرز جاں فزا مخمور

۱۳۰۶ھ

Marfat.com

قاضی مولوی سید اسمٰعیل آپ کی اولاد میں پانچویں پشت میں نہایت ذی علم عالم باعمل صاحب اقتدار بزرگ گذرے ہیں۔ آپ ہی کی تعمیر کردہ ایک پختہ مسجد قصبہ میزا متصل اجمیر شریف (راجپوتانہ) میں موجود ہے۔ چونکہ آپ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس وجہ سے آپ کے نام کو آپ کے بعد کوئی شہرت نہ ہوئی۔

حضرت مخدوم الہدیہ خیرآبادی قدس سرہٗ نے اپنی دستخطی سند خلافت مورخہ سنہ ۹۵۵ ہجری میں حضرت بندگی شیخ حسن میاں قدس سرہٗ کو مرحمت فرمائی تھی اور اس پر اپنے دستخط کے ساتھ ارتام فرمایا تھا "الہدیہ سندیلی و خیرآبادی"۔ یہ سند حضرت حافظ کرم احمد قدس سرہٗ کے یہاں موجود تھی۔ اب مولوی سید مجتبےٰ علی صاحب کے قبضہ میں ہے۔ حضرت بندگی صاحب موصوف کی اولاد میں بڑے بڑے عالم و فاضل اور درویش کامل و اہل باطن گذرے ہیں۔ آپ کے فیض باطن سے بھی لوگوں نے فائدہ حاصل کیا ہے۔ اب بھی آپ کا مزار مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

۲۶۔ قاضی القضات شیخ حبیب اللہ

ابن قاضی عبدالحکیم ابن قاضی عبدالرزاق حاکم شرع فاروقی۔ آپ قاضی مبارک کے بھائی اور شیخ محمد افضل دانشمند کے پدر اور مولوی محمد قائم کے جد تھے۔ اور حضرت مولانا عبدالقادر؟ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ شاہ پیر محمد لکھنوی (وفات سنہ ۱۰۸۰ھ) اور حضرت مولوی سید عبداللہ قدس سرہٗ سندیلی کے ہم مکتب تھے۔ علوم متعارفہ میں کامل دستگاہ تھی اور بڑے فقیہ تھے۔ مرتاض۔ عبادت گذار اور شریعت کے پابند تھے حضرت عالمگیر خلد مکان کے عہد میں آپ دارالسلطنت دہلی میں قاضی القضات مقرر ہوئے۔ ایسا بے لاگ فیصلہ فرماتے تھے کہ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

Marfat.com

آپ کا انتقال دہلی ہی میں ہوا اور نعش آپ کی ذریعہ سانڈنی سندیلہ آئی۔ اور قبرستان گڑھیا میں دفن ہوئی۔ آپ کا خاندان یوں بھی علمی حیثیت سے بڑا مرتبہ رکھتا تھا لیکن حضرت عالمگیر خلد مکاں کے عہد میں بہت عروج ہو گیا تھا۔ عہد مغلیہ تک یہ عہدہ قضیٰ آپ ہی کے خاندان میں رہا۔ آخری قاضی شیخ وجیہہ الدین جن کا حال آگے لکھا ہے۔ گذرے ہیں۔ اس کے بعد سے

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

آپ سے چھٹی پشت میں شیخ تاج الدین ابن شیخ محمد شکوہ عرف قاضی اگھا ون گذرے ہیں۔ جن کی بابتہ نواب دلیر خاں شاہ آباد ذریعہ پروانہ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک سنہ ۱۰۷۱ھ اطلاع دیتے ہیں کہ مشیخت پناہ شیخ تاج الدین کو موضع رام پور براگاؤں حسب الحکم بادشاہ عالمگیر مدد معاش میں دیا جاوے۔" اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ سنہ ۱۰۷۱ھ تک بقید حیات تھے اور سندیلہ کے قاضی تھے۔

۲۷۔ رئیس المحدثین مولوی حمد اللہ رح

المخاطب بہ فضل اللہ خاں ابن شیخ شکر اللہ ابن شیخ دانیال ابن شیخ پیر محمد۔

آپ ملّا نظام الدین بن ملاّ قطب الدین شہید سہالوی کے ارشد تلامذہ اور اپنے زمانہ کے نامور عالم اور طبیب تھے۔ آپ ایک ایسے عالم و فاضل شخصیت والے تھے کہ جن کا سکہ اہل عرب نے بھی مان لیا ہے۔ اور آپ کی کتاب شرح سلم بحمد اللہ اس وقت تک وہاں کی درس گاہوں میں جاری ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار احمد شاہ بادشاہ دہلی کے طبیب اور معالج کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ اور بہت تقرب واعزاز شاہی دربار میں رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ محل شاہی میں بلا مزاحمت اندرون محلسرا

Marfat.com

آمد و رفت رکھتے تھے۔ اور مورد مراحم شاہی تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے نام سے
معافی چند دیہات کی ہوئی اور فضل اللہ خاں کا خطاب بھی مرحمت ہوا تھا۔
ایک مرتبہ آپ نواب وزیر ابو المنصور خاں کے ہمسفر تھے۔ شب کو نواب نے اپنے خیمہ
سے دیکھا کہ ایک شخص کے دسترخوان پر جم غفیر کھانا کھا رہا ہے اور مشعل روشن ہے۔
دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مولوی حمد اللہ سندیلوی کا خیمہ ہے۔ اور ان کے ساتھ طلبہ
اور رفقاء کھا رہے ہیں۔ یہ سن کر نواب نے فرمایا کہ جس حالت میں اس قدر کھانے والے
ہیں تو اسی ہزار کی جاگیر میں کیا بچتا ہوگا۔ جو پرورش اہل و عیال کی کرتے ہونگے
اس کے بعد نواب وزیر کی سفارش پر تین گاؤں معافی میں اور دے دیے گئے۔ مولانا
کے انتقال کے بعد آپ کے اخلاف بادشاہ کے حضور میں پیش ہوئے تو بادشاہ نے از
راہ شفقت اپنے پاس بٹھلایا اور انتقال مولانا صاحب پر بہت کچھ اظہار تاسف
کر کے سب کو خلعت ماتمی مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ رئیس المحدثین کے خاندان میں علم
کا چرچا زمانہ قدیم سے چلا آتا تھا۔ اسی خدمت اور مصارف کے لیے مواضعات معافی
میں تھے۔ مولانا کے نامور شاگردوں کی مختصر فہرست بھی طولانی ہو سکتی ہے لیکن
ان میں سے چند سر برآوردہ مولویوں کے اسماء درج کیے جاتے ہیں۔ جو نام آور
گذرے ہیں۔ (۱) قاضی احمد علی سندیلوی (۲) ملا باب اللہ جونپوری (۳) مولوی
احمد حسین لکھنوی (۴) مولوی محمد اعلم قاضی زادہ سندیلوی (۵) حضرت مولوی سید
عبداللہ سندیلوی قدس سرہ ابن مولوی سید زین العابدین مخدوم زادہ۔ مولانا کی
تصنیفات جو درسیات میں داخل ہیں۔ یہ ہیں (۱) شرح تصدیقات سلم العلوم معروف
بہ حمد اللہ۔ (۲) حاشیہ شمس بازغہ حاشیہ صدرا۔ (۳) شرح زبدۃ الاصول عاملی۔ آپ کا
انتقال سنہ ۱۱۶۰ سنہ ہجری دہلی میں ہوا۔ اور حضرت بختیار کاکی'' کے مزار کے جنوب د

Marfat.com

مغرب دفن ہوئے۔ مصنف تذکرہ لکھتے ہیں "۔ احمد شاہ بادشاہ نے مدرسہ کے مصارف کے واسطے چار مواضعات وقف کیے اور مدرسہ کی عمارت کا تکملہ نواب صفدر جنگ کی نگرانی میں کرا دیا تھا۔ مولانا کے سات صاحبزادے تھے اور ان میں ہر ایک علم و فضل میں یکتائے روزگار ہوا۔ مولوی عسکر علی کا بارہویں صدی اور مولوی حیدر علی کا ۶ رجب ۱۲۲۵ھ سنہ ہجری میں انتقال ہوا۔ اور تیسرے صاحبزادہ مولوی اکبر علی نے ۲۷ شوال ۱۲۲۰ھ سنہ ہجری کو انتقال فرمایا تھا۔ آج کل خودداری کی بے پناہ تلوار نے مولویوں اور ماسٹروں کو زخم خوردہ کر رکھا ہے۔ یا یہ کہیئے کہ لوگ خودداری کے بوجھ کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ اور دم مارنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اگر ذرا بھی دبدبہ دکھلائیں تو اشتراک کا بے پناہ حربہ ان کی زندگی وبال کر دے۔ اگر موجودہ دور اور قدیم زمانہ کے اخلاق کا موازنہ کرنا چاہتے ہو تو ذیل کی دو مثالوں سے کر لو۔

عزیزی حکیم مولوی ناظم حسین فاروقی گوپاموی اپنے بزرگوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ "کسی تقریب کے موقع پر مولوی حمد اللہ نے اپنے شاگرد مولوی باب اللہ جونپوری کو لکھنؤ سے اپنے استاد ملا نظام الدین سہالوی کے لانے کو بھیجا اور ہدایت کر دی کہ بہت احترام کے ساتھ لانا۔ چنانچہ جب ملا پالکی پر سوار ہوئے تو مولوی موصوف نے پالکی کا پایہ تھام لیا اور دوڑتے ہوئے چلے۔ راستہ میں ملا احمد نے ان سے منطق کا کوئی مسئلہ دریافت فرما لیا، اور مولوی موصوف موافق اور مخالف تقریریں کرتے ہوئے سندیلہ پہونچ گئے۔ تب جواب ختم ہوا۔ ملا نے جائے قیام پر پہونچ کر مولوی صاحب کی شکایت کی کہ راستہ بھر دماغ پراگندہ کر دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس کو پیش کرو۔ مولانا حمد اللہ نے منفعل ہو کر مولوی صاحب کو پیش کیا۔ اس وقت منظر قابل دید تھا۔ کہ ملا صاحب نے ارشاد فرمایا۔ مولوی باب اللہ قابلیت اور

Marfat.com

معلومات تمہاری بہت وسیع ہے۔ اس لیے تمہارا نام باب العلوم زیادہ مناسب ہوگا اور تمہارے استاد بجا طور پر مولوی کہلانے کے مستحق ہیں"۔ مولوی باب اللہ کی بدولت استاد کو مولویت کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ گویا کہ یہ تکمیل کا سرٹیفکیٹ تھا جو شاگرد کی بدولت نصیب ہوا" مولوی حبیب اللہ خاں نواب صدر یار جنگ لکھتے ہیں "کہ استاذی مولوی لطف اللہ صاحب کے یہاں قصبہ ملکھیہ ضلع علیگڑھ میں ایک تقریب کے موقع پر مہمانوں کا ہجوم ہوا۔ اور ان سب کی خدمت گذارنے کے لیے مولوی ہی لوگ تھے۔ وہی تمام فرائض خدمت گاری وغیرہ کے انجام دے رہے تھے۔ ایک مہمان عذر خواہ ہوا۔ تو خدمت کرنے والے مولوی نے جواب دیا۔ کہ اگر مجھے معاف رکھیے گا تو دوسرا طالب علم آوے گا۔ مولوی کے یہاں کام کرنے والے خدمت گاروں کا کیا کام، ان کے شاگرد ہی کیا کم ہیں"۔ اسی ایثار، اطاعت اور خدمت کی بدولت استاد دل توڑ کر پڑھاتے تھے اور ایسے ہی طالب علم علم حاصل کرنے کے بعد نامور عالم، وزیر اور قاضی ہوتے تھے۔ مولوی سید اعظم حسین مخدوم زادہ ندلوی نے کیا ہی خوب اور سچ نظم کیا ہے۔ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ نظم:

"سکندر سے آکر ہوا کوئی سائل — پدر ہے پیارا کہ استاد کامل
کہا یاں تو استاد پہ ہے فدا دل — کہ علم الٰہی ہوا اُس سے حاصل
وہ ہے عشرت جاودانی کا بانی — پدر ہے فقط عمر فانی کا بانی

راجہ درگا پرشاد مہر لکھتے ہیں: "مولوی صاحب رئیس المحدثین کی اکثر ضروریات ہماری ریاست سے رفع ہوتی تھیں۔ ان کی وفات پر ان کے خاندان والوں کا زیادہ سے زیادہ تعلق بسر اوقات ہمارے خاندان سے ہوتا تھا۔ اکثر لوگ بسبیغہ ملازمت رہتے تھے، اور اکثر زیر مراعات تھے۔ شادی بیاہ کا انتظام بھی ہمارے

Marfat.com

خاندان کی امداد سے ہوتا تھا۔ مگر ایک شخص مولوی مظہر علی اس خاندان میں ایسا ہوا کہ اس نے ان سب احسانات کو پس پشت ڈال دیا۔ اور سخت آزار اپنے خاندان کے محسنوں کو پہونچایا۔" بادشاہوں اور امیروں نے ہر زمانہ میں علم کی قدر و منزلت کی ہے۔ اور علم کے جاننے والوں کی کفش برداری باعث عزت سمجھتے رہے۔ ایسی مثالوں سے تاریخوں کے صفحے بھرے پڑے ہیں۔ اگر راجہ کے خاندان نے علم کی خدمت کی تو کہا جائے گا کہ یہ خاندان علم دوست تھا۔ اور خدمت کرنے والا اگر بچپن طبیعت رکھتا ہے تو اپنے آپ کو علوم و فنون کا سرپرست کہلائے گا۔ علمی خدمت کو احسان کے لفظ سے تعبیر کرنا علمی اصطلاح میں قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ مولوی مظہر علی کے کسی برتاؤ سے بے کیف ہو کر راجہ صاحب کا قلم شاہراہ اعتدال سے بھٹک گیا ہے ورنہ ایسے عالم دوست اور سنجیدہ مزاج مصنف کے قلم سے ایسے الفاظ نہ نکلتے۔ راجہ صاحب نثار بھی تھے اور شاعر بھی۔ جوہر تخلص کرتے تھے۔ ان کے الفاظ پڑھ کر سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ علامہ حمد اللہ کے حالات کے تحت میں یہ گاڑھے کا پیوند لگا کر موصوف نے اپنی شاعرانہ ذہنیت کا ثبوت دیا ہے کہ ؎

شاعر چو رنجد بگوید ہجا ہجا تا قیامت بماند بجا

قاضی شہاب الدین اور مُلّا قطب الدین ابن مُلّا شہاب الدین گوپاموی مولانا کے ہمعصر تھے۔

۲۸۔ مولوی حیدر علی

ابن مولوی حمد اللہؒ اپنے پدر بزرگوار اور برادر محترم قاضی احمد علی سے

Marfat.com

علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد کے نامور شاگرد مولوی باب اللہ جونپوری سے تکمیل کیا۔ آپ متبحر عالم اور حاذق طبیب تھے۔ آپ کو شاعری سے بھی ذوق تھا آپ کے شاگردوں میں قابل احترام ہستیاں قاضی ارتضیٰ علی خاں گوپاموی مولانا سید دلدار علی مجتہد العصر۔ مولوی سید محمد ابن مولانا سید دلدار علی۔ مولوی نوراللہ فرنگی محلی حافظ غلام میر سندیلوی۔ مولوی سید احمد بخش سندیلوی۔ قاضی جلال الدین آسیونی۔ مولوی محمد علی بدایونی۔ حاجی امین الدین محدث کاکوروی۔ مولوی حسین احمد ملیح آبادی۔ مولانا مرزا حسن علی محدث محلہ محمود نگر ضلع لکھنؤ۔ مولوی رحیب علی چریاکوٹی گذرے ہیں جن میں سے اکثر کا تذکرہ اس کتاب میں درج ہے آپ ۱۶ رجب ۱۲۲۵ سنہ ہجری کو گلشن فردوس کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ اور جسد خاکی مدرسہ منصوریہ میں سپرد خاک ہوا۔ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس سے آپ کو بہت ذوق تھا۔ آپ کی مشہور تصانیف میں چند کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حاشیہ میرزاہد (۲) رسالہ (۳) تعلیقات میرزاہد ملا جلال ناتمام (۴) تعلیقات شرح سلم مولوی حمداللہ (۵) تکملہ ناتمام شرح سلم از تصنیف مولوی حمداللہ۔

۲۹۔ مولوی حسین علی

ابن شیخ غلام مرتضیٰ۔ اصل سکونت قصبہ صفی پور ضلع اوناؤ۔ حضرت مخدوم عبدالصمد المعروف مخدوم شاہ صفی قدس سرہٗ صفی پوری کی ہمشیرہ کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب آپ کا عبداللہ بن فاروق اعظم تک پہونچتا ہے۔ بوجہ ننہالی

Marfat.com

قرابت کے جار نشتوں سے آپ کے بزرگوں کی سکونت ملیہ ہے۔ اور اسی قصبہ میں آپ سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں تولد ہوئے۔ اپنے پدر عالی قدر اور علمائے فرنگی محل لکھنؤ سے علوم عربی و فارسی حاصل کیے۔ بعد فراغت قصبہ میں سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ آپ کے بہت سے شاگرد ہوئے۔ اسی سال اپنے عزیز دوست خان بہادر سید علیم الدین انسپکٹر جنرل رجسٹری کے ذریعہ سے مجھے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ موصوف کا اسم گرامی شاہ عابد حسین ہے۔ ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے اور معمر بزرگ ہیں۔ حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مرادآبادی کے مرید اور سیدنا حضرت حاجی وارث علی شاہ دیوی سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ ممدوح نے بہت کشادہ دلی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ "ممدوح کو بھی مولوی صاحب موصوف کی شاگردی کا شرف حاصل ہے"۔ مولوی صاحب کو شاعری سے بھی ذوق تھا فارسی میں مکمل دیوان ہے۔ لیکن مجھے دستیاب نہ ہو سکا۔ آپ کی تصنیفات میں رسالہ چہل کاف اور آمد نامہ منظوم زیادہ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں آپ کو حضرت شاہ محمد احسن سرہندی بخنیا نگری سے بیعت تھی۔ اور سلسلہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں آپ حضرت شاہ خادم صفی صفی پوری سے بھی بیعت تھے اور صاحب اجازت بھی تھے۔ آپ نے قصبہ ملاّ نواں میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن بھی ہوئے۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند۔ صفحہ ۲۹۔

۳۰۔ حکیم مولوی حافظ خلیل الدین حقانی صدیقی

ابن امین الدین ابن شہاب الدین بن کرم صفی شیخ عبداللہ حقانی کی اولاد

Marfat.com

میں تھے سنہ ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور تھوڑی عمر میں تمام علوم متعارفہ حاصل کیے اپنے ماموں مولوی فیاض علی کے پاس مئو چھاؤنی گئے اور انٹرنس تک وہاں انگریزی پڑھی۔ عہد شباب میں قرآن مجید حفظ کیا علم تفسیر، حدیث اور طب وغیرہ میں مولوی حکیم امیر احمد سے تلمذ تھا۔ مہاراج سر ظالم سنگھ والی ریاست جھالا واڑ نے آپکی علمیت نباضی طباعی اور ذکاوت کا شہرہ سنکر طبیب خاص مقرر فرمایا۔ سنہ ۱۳۰۱ھ میں حج سے فراغت حاصل کرکے سیاحی کرتے ہوئے بغداد شریف پہنچے اور حضرت میر ابراہیم صاحب سجادہ نشین درگاہ غوث صمدانیؒ کے یہاں حاضر ہو کر مستفیذ ہوئے اور مریدی کے بعد شرف خلافت سے مشرف ہوئے اور جھالا واڑ واپس آئے ریاست میں بساط الٹ چکی تھی اور اب رانا بھوانی سنگھ رئیس تھے موصوف نے آپ کو ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی مقرر کیا دس سال تک۔ اس خدمت پر مامور رہ کر آپ نے ایک پنڈت سے علم سنسکرت حاصل کیا اور بھگوت گیتا کا مطالعہ کیا چونکہ پہلے سفر میں اکثر مقامات آپ نہ دیکھ سکے تھے اس لیے شوق دامن گیر تھا۔ فیاض مہاراج کے عطیہ سے دوسری مرتبہ حج کی نعمت سے مشرف ہوئے اور دوران قیام میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں مولانا حضرت عبدالحق مہاجر مکیؒ سے خرقۂ خلافت اور سند صحاح ستہ حاصل کرکے جھالا واڑ تشریف لائے اور خدمت مفوضہ چار سال تک انجام دے کر پنشن لی اور وطن آکر اپنا وقت درس و تدریس کتب بینی اور عبادت گزاری میں صرف کرتے دونوں وقت کھانے کے لیے مکان آتے اور باقی وقت مسجد میں صرف کرتے بہت بے نفس باخدا اور مرتاض بزرگ تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ آپ مخلوق کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے۔ طبابت فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دست

Marfat.com

شفا دیا تھا۔ آپ نے ۲۵ ر دسمبر ۱۹۳۷ء میں انتقال فرمایا آپ سلف صالحین کی آخری یادگار اس قصبہ میں تھے آپ کے انتقال کے ساتھ ساتھ علم و فضل کا چرچا بھی اس قصبہ سے جاتا رہا۔

۳۱۔ راجہ چودھری خصلت حسین

ابن چودھری حشمت علی شیخ صدیقی۔ خاندانی حالات حضرت حافظ شوکت حسین کے حالات کے تحت بیان ہو چکے ہیں۔ چودھری حشمت علی نے آخری فرمانروائے اودھ واجد علی شاہ کے عہد حکومت میں چکلہ داری وغیرہ پر تعینات رہ کر اچھی جائیداد پیدا کی تھی۔ انگریزی عہد میں آپ کو خیرخواہانہ خدمات کے صلہ میں بہت بڑا علاقہ مرحمت ہوا تھا جس میں ملاّواں اور بینی گنج کے قصبات بھی شامل تھے۔ آپ کا علاقہ تعلقہ کٹھاری کے نام سے مشہور ہے اور سوائے تعلقدار کٹھاری کے اور کل تعلقداران ضلع میں اس تعلقہ کا نمبر اول رہا ہے۔ بموجب فہرست دربار مقدار مالگذاری چھیتر ہزار اناسی روپیہ اور نمبر دربار نواسی تھا۔

چودھری خصلت حسین سنہ میں پیدا ہوئے علوم متداولہ قصبہ میں حاصل کیے علمی دستگاہ اچھی تھی آپ کی ذہانت اور انتظامی قابلیت دیکھ کر چودھری حشمت علی نے بمقابلہ بڑے لڑکے چودھری جاوید علی کے اپنی زندگی میں چودھری خصلت حسین کو علاقہ پر مالکانہ قبضہ دے کر داخل خارج کرا دیا۔ د ۱۸۷۳ء آپ نے اپنے علاقہ کا انتظام بہت قابلیت سے انجام دیا۔ رفاہ عام کے کاموں میں دلچسپی تھی اس لیے حسن خدمات کے صلہ میں دربار دہلی ۱۸۷۷ء میں آپ نے تمغہ پایا اور اسی سال خطاب چودھری موروثی ہوا عرصہ دراز تک آپ انجمن تعلقداران

Marfat.com

ہند کے سکریٹری رہے۔ اور ۱۸۸۲ء میں خطاب بداجگی مرحمت ہوا۔

حضرت خادم صفی صفی پوری سے بیعت تھے اور خلیفہ تھے آپ کی زہد عبادت اور غربا پروری مسکین نوازی کی وجہ سے پیر نے آپ کو اسداللہ کا خطاب دیا تھا۔ پیر علیہ کی وفات کے بعد آپ نے مقبرہ بنوایا اور تحصیل صفی پور میں ایک موضع کی آمدنی اخراجات کے لیے وقف کر دی تاریخ انتقال ۲۶ رجون ۱۸۸۲ء بعارضہ زہرباد۔

آپ کے جانشین چودھری محمد عظیم بہت ذی علم اور خوش اخلاق و اقبال بزرگ تھے لیکن ان کے انتقال ۱۹۰۲ء کے بعد اقبال کے پرندے نے پر تولنے شروع کیا اور آخر میں خیر باد کہہ کر رخصت ہو گیا۔

اعتبارے نیست صائب طائر اقبال را

ایں کبوتر ہر زماں مشتاق بام دیگر است

گزشتہ عظمت اور ثروت کی یادگار چودھری سلطان حسین زیور علم سے آراستہ پہلے لکھنؤ یونیورسٹی میں پھر علی گڑھ پر وفیسر رہ کر کچھ عرصہ ہوا ریٹائر ہو گئے۔

---

(۱) تاریخ سندیلہ صفحہ ۲۲۴ (۲) سوانح عمری سید مظہر علی صفحہ ۳۲۱

۳۲۔ مولوی دین محمد قاضی زادہ

ابن شیخ وجیہہ الدین ابن شیخ عبدالسمیع ابن شیخ عبدالرحمن تارک آب ابن قاضی عبدالرزاق حاکم شرع فاروقی السندیلوی۔

Marfat.com

آپ اپنے زمانہ کے مشہور فاضل۔ محدث اور عبادت گذار بزرگ ہوئے ہیں درس وتدریس کا خاص شغل رکھتے تھے۔ دریائے توکل کے زبردست شناور تھے۔ آپکے تلامذہ بہت کثرت کے ساتھ ہوئے۔ جنمیں چند نے استاد کا نام روشن کیا ہے۔ مولوی صاحب خوش اوقات بزرگ اور خلق محمدی کے سچے نمونے تھے۔ آپ کا ننہال قصبہ ہرگام کے قاضی زادوں میں تھا۔

(۱) تذکرہ علمائے ہند۔ صفحہ ۶۱

(۲) نسب نامہ نوشتہ حافظ امام بخش نورانی۔ صفحہ ۔ ۱۲ جز (۲)

۳۳۔ راجہ درگا پرشاد مہر

ولد راجہ دھن پت رائے کائستھ تعلقدار سرون بڑا گاؤں۔ پیدائش ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء۔ علوم فارسی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے تھے۔ خطاط اور کہنہ مشق نثار تھے۔ شاعری سے ذوق تھا۔ اور مہر تخلص فرماتے تھے۔ سنہ ۱۸۶۷ء میں اپنے والد کے بجائے تعلقدار ہوئے۔ سنہ ۱۸۷۱ء میں بوجہ قرضہ علاقہ زیر اہتمام کورٹ آف وارڈس ہو گیا اور آپ کے واسطے عہدہ ڈپٹی کلکٹری تجویز کیا گیا۔ لیکن آپ نے علمی شوق کی وجہ سے منظور نہیں فرمایا۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں آپ نے اڑتالیس ہزار روپیہ قرض لے کر گورنمنٹ کو ادا کر دیا اور علاقہ کو واگذار کرا لیا۔ آپ نہایت خلیق، مہمان نواز بزرگ تھے۔ اپنی خاندانی عظمت اور وضعداری کا بہت خیال رکھتے تھے۔ تصنیف وتالیف کا بہت ذوق رہا۔ تاریخ سندیلہ میں ارشاد فرماتے ہیں ”چنانچہ اس بیس سال میں میں نے باوجود کثرت کار ہائے متعلقہ ڈھائی سو جلد کتابیں اپنی تصنیفات

Marfat.com

سے بخط نستعلیق اور شکست لکھیں اور یہ جملہ کتابیں مطلاً اور مجلد ہو کر داخل کتبخانہ ہوئیں نیز اب تک تحریرات کا سلسلہ جاری ہے۔" آپ کی تصنیفات میں تاریخ سندیلہ بوستان اودھ ۔ تاریخ اجودھیا۔ حدیقۂ عشرت ۔مثنوی ثمر الفت اور مثنوی مہر تاباں وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کو فارسی زبان سے خاص ذوق تھا۔ اسی وجہ سے سوا دو ایک کتابوں کے اور سب فارسی تصنیفات ہیں۔ شاعری کے سلسلہ میں ہندستانی ریاستوں کے عمائدین سے خط وکتابت تھی۔ اور وہ سب آپ کے شاعرانہ تخیل اور شاعری کے معترف اور قدردان تھے۔ سندیلہ میں ایک ایرانی شاعر جن کا تخلص دارا تھا، آئے ۔آپ نے ملاقات کے وقت اپنی دو کتابیں "گلستانِ ہند" اور "حدیقۂ عشرت" ہدیتاً پیش کیں۔ دارا صاحب نے وطن پہونچ کر ان دونوں جلدوں کو ذکا ءالملک شیعۂ علمی ایران کی خدمت میں پیش کر دیں۔ موصوف نے ان دونوں کتابوں پہ ریویو حوصلہ افزا الفاظ میں کیا۔ آپ کے مسلسل علمی مشاغل۔ قصائد گوئی اور ملکی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ برطانیہ نے ۱۹۱۴ء میں راجہ کا ذاتی خطاب مرحمت فرمایا۔ جس کی بہت خوشی منائی گئی جشن کیے گئے قصائد پڑھے گئے اور دعوتیں بھی ہوئیں۔ دنور مسرت میں مبارکباد کے تمام خطوط ایک کتاب کی شکل میں مرتب کر کے بطور ضمیمہ تاریخ سندیلہ کے ساتھ شائع کرا دیے گئے جس کے ملاحظہ سے راجہ صاحب کے حلقۂ احباب کی وسعت کا ناظرین اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اور ان خطوط کے ملاحظہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں اور ہندؤں کی تہذیب۔ تمدن اور خیالات میں کوئی فرق نہ ہوا تھا۔ وہی نادر المطلق۔ وہی مالک الملک وہی حافظ علیہ الرحمۃ اور وہی نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کے الفاظ ہندو اور

Marfat.com

مسلمان دونوں قومیں برابر استعمال کرتی تھیں۔ راجہ صاحب کا خاندان اسلامی تہذیب کا پابند تھا اور فارسی زبان میں وہ درجہ حاصل کیے ہوئے تھا جو مشکل سے اس زمانہ میں کسی کو نصیب ہے۔ آپ کنور دوارکا پرشاد صاحب اور ان کے ہم خیال ہندوؤں کو کیا کہیں گے کہ وہ بھی انھیں الفاظ کو بلا پس و پیش استعمال کرتے ہیں۔ راجہ صاحب نے سندیلہ میں کوئن ڈپٹی کمشنر ضلع کے نام سے پختہ سرائے تعمیر کرائی۔ جو کوئن سرائے کے نام سے مشہور ہے۔ ایک عمدہ دھرم شالہ بھی تعمیر کرایا ہے اور باغ بھی لگوا دیا۔ یہ عمارت تھانے کے متصل واقع ہے۔ اخلاق کے اس پیکر مجسم کی وفات کے بعد آپ کی قدیم عالیشان محل سرائے ویران ہو گئی ہے۔ کتبخانہ برباد ہو گیا۔ دلوں میں آپ کی یاد تازہ رکھنے والی اور ہمیشہ ہمیشہ آپ کا نام روشن رکھنے والی اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو وہ آپ کا کلام اور تصانیف ہیں۔ اور امید ہے کہ ہندوستان کے گوشہ میں کوئی نہ کوئی تصنیف آپ کی کسی کتب خانہ میں موجود ہو گی جس سے تھر اور قصبہ سندیلہ کا نام روشن ہو گا۔ آپ نازک خیال شاعر تھے۔ آپ کی قادر الکلامی کا ثبوت آپ کی تصانیف سے ملتا ہے۔ آپ آنریری مجسٹریٹ تھے۔ اور سندیلہ میونسپل بورڈ کے غیر سرکاری صدر۔ اس منصب جلیلہ کے فرائض آپ نے اخیر وقت تک انجام دیے ہیں۔ آپ کے منجھلے بھائی کنور کامتا پرشاد رائے صاحب ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ سے وظیفہ یاب ہوئے اور چھوٹے بھائی کنور جوالا پرشاد عہدہ تحصیلداری سے۔ یہ دونوں بھائی اخلاق مجسّم تھے۔ مہمان نوازی اور وطن پرستی میں مشہور رہے ہیں۔ اہل وطن کے ساتھ پردیس میں بڑی مراعات فرماتے اور حتی الوسع ملازمت دلا دیتے تھے۔ راجہ صاحب کے خاندان کے افراد اس وقت بھی معزز عہدوں پر سرفراز ہیں لیکن نہ تو سندیلہ ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور

Marfat.com

نہ اہالیان وطن سے۔ ملے ولکھ

---

(۱) تاریخ سندیلہ صفحہ ۱۵۰ (۲) سوانح عمری مولوی منظہر علی صفحہ ۳۳۲

۴۳۔ مولوی سید زین العابدین

ابن ملا ابو سعید ابن سید عبد الرحمٰن ابن سید عبد الرحیم ابن حضرت حسن المعروف بندگی شیخ حسن میاں، قدس سرہٗ (کہ از اولاد مخدوم سید فخر الدین پسر اصغر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ بود) دسویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم سید علاء الدین الجاجنیری رحمۃ اللہ علیہ تک پہونچتا ہے۔ آپ بہت بڑے متبحر عالم۔ عابد اور مرتاض بزرگ ہوئے ہیں۔ حاجت مندوں۔ معذوروں اور بیواؤں کی خفیہ طور پر خدمت کرتے تھے۔ اور اسی جستجو میں دن رات بازاروں اور محلوں میں گھومتے رہتے تھے۔ ایک رات بازار میں ایک پریشان حال مسافر کو کس مپرسی کی حالت میں پڑا دیکھ کر اس کی چادر میں کچھ رقم باندھنا چاہی۔ مسافر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ چور چادر چرانا چاہتا ہے آپ کو گرفتار کر لیا اور حاکم وقت کے پاس لے گیا۔ حاکم نے حالات معلوم کرنے کے بعد آپ کو رہا کر دیا۔ آپ اپنے وقت کے نہایت ممتاز بزرگ تھے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں بڑے نامور بزرگ پیدا کیے۔ آپ نے ۱۱۳۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور قبرستان امرہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت سید مولوی عبد اللہ قدس سرہٗ تھے۔ آپ مولوی عبد القادر فاروقی بلنجی لکھنوی ابن مخدوم

وفات ۱۱۰۰ھ مزار مبارک لکھنؤ۔

Marfat.com

شیخ سلطان بلخی اور مولوی حمداللہ دہلوی ایسے زبردست اور جید مولوی فقیہہ کے شاگرد تھے۔ اور حضرت شاہ عبدالباسط امیٹھوی قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اور خاندان چشت بہشت میں بھی آپ کو حضرت شاہ قدرت اللہ خلیفہ حضرت مخدوم شاہ صفی صفی پوری قدس سرہٗ سے اجازت تھی۔ اور اپنے زمانہ کے زبردست عالم ودرویش کامل ہوئے۔ تمام عمر احکام شریعت سے سرمو تجاوز نہ کیا۔ علم ظاہری اور باطن دونوں میں کامل تھے۔ پنجشنبہ کے روز بعد نماز عصر اور جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اور کثرت سے خوارق سرزد ہوتے تھے۔ سوائے ان وقتوں کے آپ حالت سلوک میں رہتے تھے۔ اور بہت عبادت گذار اور مرتاض اولیا اللہ تھے۔ اور حضرت شاہ محمد فضل قدس سرہٗ آپ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا مزار اقدس قبرستان باغ امرہرہ میں واقع ہے۔ تاریخ وصال حضرت شاہ محمد فضل قدس سرہٗ کی بیاض سے یہ دستیاب ہوئی ہے۔

مولوی قطب عبداللہ۔ عاشق ذات رب ارض و سما
روز پنجشنبہ واقعہ پنجم۔ رفت آخر ربیع زدار فنا
داد ملہم ندا ز سال وفات۔ یافت منزل بجنت الاعلیٰ
۱۲۰۵ھ

اور آپ کے صاحبزادہ کی تاریخ پیدائش یہ درج ہے۔

آں مرکز مدار جہاں قطب دین پناہ — از لطف حق بباغ دلش میوہ رسید
یارب نگاہ دار ز آسیب روزگار — از حادثات فتنہ تو آن نو گل رشید
پرسیدم از دبیر چو حال ولادتش — شاخ گل دمیدہ ز تاریخ شد پدید
۱۲۰۱ھ

Marfat.com

(۱) بحر ذخار۔ صفحہ۔ ۵۷۳ (۲) تذکرہ علمائے ہند صفحہ۔ ۱۰۳

(۳) نسب نامہ حافظ امام بخش نورانی صاحب (۴) بیاض سید مولوی سرفراز علی صاحب

(۵) مراۃ الاسرار۔

۳۵۔ حضرت مولانا حافظ سراج الدین

حافظ کلام ربانی مفسر آیات قرآنی عالم علوم شریعت و طریقت سیدنا و مولانا حضرت حافظ سراج الدین المعروف مولانا حافظ ابن سید حمید الدین ابن سید شاہ اسلم الدین ابن سید شمس الدین ابن سید قمر الدین ابن سید عبدالواحد ابن سید عبدالواحد ابن سید عبداللہ ابن حضرت امام ہمام سیدنا موسیٰ کاظم رح آپ اپنے زمانہ کے مشہور عالم و مفسر و محدث اور فقیہہ تھے۔ آپ مع اہل و عیال عرب سے آکر دہلی میں مقیم ہوئے اور وہاں سے سندیلہ آکر آبادی کے باہر شمال کی جانب احمد پور اور سندیلہ کے درمیان سکونت اختیار فرمائی (۸۴۱ھ) اس وقت اس جگہ سوائے بیابان جنگل کے کوئی آبادی نہ تھی۔ آپ جنگل صاف کراکے قناتیں نصب، مکان اور خانقاہ تیار کرائی۔ اور جائے قیام سے دریائے لونی [illegible] کی حد تک کل ~~۱۳۵~~ ۱۳۵ بیگہ زمین قصبہ کے شمال و مغرب صاف کراکے اپنے تصرف میں لائے نواب سعادت علی خاں برہان الملک کے عہد تک وہ زمین جو مولانا حافظ کے نام سے مشہور ہے) آپ کی اولاد کے قبضہ میں رہی ۹۸۵ھ میں بعہد قاضی [illegible] قاضی عبدالرحیم پسر قاضی مبارک) اس کی حد بندی ہو گئی۔ آپ کا مزار قصبہ کے باہر سیتا پور سڑک کے متصل تالاب کے کنارے جانب غرب بلندی پر واقع ہے۔ بائیں جانب آپ کی ہمشیرہ کی قبر ہے۔ مولوی سرفراز علی صاحب فرماتے ہیں۔

Marfat.com

ذے بیعت در سلسلۃ الذہب از اجداد کرام خود می داشتند تا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تاحال بہ ہماں بیعت خاندانی ایشاں جاری است۔ و مریدان ایشاں در اطراف مغرب ہستند۔" آپ ملک عرب میں ۶۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۵۶ھ میں بعمر ۹۰ سال سندیلہ میں وصال فرمایا۔ "عارف ہوشمند" ماہ و تاریخ ہے۔ آپ کے پسری اولاد میں مولوی سید سرفراز علی صاحب ابن میر محفوظ علی ابن میر محمد صالح بہت مرتاض بزرگ اور مولوی تھے۔ (دیکھو ص ۵۸)

۳۶۔ قاضی سراج الدین قاضی عثمان

حضرت محبوب الٰہی مخدوم نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہ کے معاصر تھے۔ ۷۲۵ھ تغلق اور غلامان شاہان کے عہد سلطنت میں آپ پرگنہ سندیلہ (ملیح آباد) کے قاضی تھے۔ اور آپ کا مستقر موضع کھدینہ تھا۔ جو سندیلہ سے سوا کوس کے فاصلہ پر شمال مغرب میں واقع ہے۔ اور وہیں آپ کا مزار بھی ہے۔ مقبرہ کا پختہ حصار اُسی زمانہ کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جیٹ کے مہینہ میں پہلی تاریخ کو یہاں ایک بڑا میلہ لگتا ہے۔ قصبہ اور نواح کے لوگ پنجشنبہ کے روز اکثر آپ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ موضع مذکور کے قریب مواضعات احمد نگر عرف شیونگر اور احمد پور آپ کے نواسے سید احمد کے آباد کیے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ شیخ احمد المعروف "سوداگر" کی اولاد اطراف میں بہت پھیلی اور اس میں بڑے بڑے دانشمند قاضی، مفتی اور جلیل القدر مشائخ ہوئے ہیں۔ جن کے مزارات آج بھی مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔ مولوی سرفراز علی سندیلوی تحریر فرماتے ہیں "سندیلہ سے جانب شمال و مغرب ایک میل پر آپ کا مزار ہے۔ آپ بہت باخدا اور تارک الدنیا

Marfat.com

بزرگ تھے۔ اور اکثر حالت جذب میں رہتے تھے۔ علم ظاہر اور باطن دونوں سے آراستہ تھے۔ عابد، متقی اور پرہیزگار۔ اور قصبہ کے قاضی تھے۔ کبھی کبھی جنگل میں شکار کھیلنے نکل جاتے۔ جس جگہ بھدینہ آباد ہے وہاں پر لق و دق جنگل تھا۔ ایک روز اس طرف آپ کا گذر ہو گیا۔ ایک درویش وہاں بیٹھے ہوئے ملے۔ جن کے چہرہ سے بہت جاہ و جلال ٹپک رہا تھا۔ آپ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ "قاضی تم پیاسے ہو۔ یہاں پانی موجود ہے۔ پی لو" واقعی آپ پیاسے تھے۔ بس آپ نے آنکھ بند کر کے گھونٹ سے پانی پیا اور پی کر بیہوش ہو گئے اور زمین پر لوٹنے لگے۔ ساتھی یہ حال دیکھکر دوڑ پڑے۔ تب اُن سے فرمانے لگے "برائے خدا مجھے چھوڑ دو اور تم سب چلے جاؤ" ان میں سے چند نے دوڑ کر اعزہ کو خبر کر دی۔ عزیزوں نے آکر درویش سے درخواست کی۔ درویش نے فرمایا کہ "تم لوگ قاضی کو یہیں چھوڑ دو اور واپس جاؤ" وے لوگ بھی واپس گئے اور قاضی پھر ہمیشہ وہیں رہے۔ موضع بھی زیادہ آباد ہو گیا۔ قاضی صاحب کو جب پیاس معلوم ہوتی تھی۔ کچھ دیر کے لیے بے ہوش ہو جاتے تھے باقی اوقات ہوش میں رہتے اور اپنے فرائض انجام دیتے رہتے۔ بالآخر اسی جگہ انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت میر محمود شتوزانی رح نے اپنی سیاحت کے بعد حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق سندیلہ پہونچ کر آپ سے ملاقات کی اور حسب منشا آپ کے آپ کی صاحبزادی مسماۃ نور جہاں بی بی کو اپنے عقد میں لائے۔ جن کے بطن سے ایک صاحبزادہ سید احمد الملقب بہ سوداگر پیدا ہوئے۔ قبل پیدائش سید احمد حضرت میر محمود شتوزانی رح بغرض سیاحت دیگر ولایت تشریف لے گئے اور اثنائے سفر میں انتقال فرما گئے" اناللہ وانا الیہ راجعون۔ سید احمد المعروف سوداگر کی اولاد اس

Marfat.com

وقت دو فرقوں شیعان علی اور سنت الجماعت میں سندیلہ، بلگرام، خیر آباد و نواح خیرآباد اور کھیری وغیرہ تک پھیلی ہوئی ہے۔

نوٹ: مفتی معین الدین ابن قاضی مبین الدین حسن سندیلہ اور ملیح آباد کے مفتی تھے۔ دیکھو دستاویز نوشتہ ۲۰ ذی قعدہ سنہ ۹۶۱ھ اس پر خاص مہر مفتی کی لگی ہے اور اب یہ دستاویز حکیم سراج الحسن کے قبضہ میں ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی سراج الدین قاضی اور ان کے صاحبزادہ مفتی تھے۔

(حکیم سید ظہور الحسن کے دو بیٹے تھے۔ حکیم سراج الحسن اور وہاج الحسن۔ سراج الحسن کا انتقال سنہ ... میں ہو گیا لاولد تھے اور وہاج الحسن کا ۴ مارچ سنہ ... کو بعارضہ فالج انتقال ہو گیا۔ ان کا ایک بیٹا بدر الحسن ہے۔ خدا سلامت رکھے ہاشمی)

---

(۱) نسب نامہ "دفتر حافظ امام بخش نورانی سندیلوی"

(۲) بیاض مولوی سرفراز علی صاحب " "

(۳) رسالہ لاثانی فی احوال میر محمود شنوزانی" مولفہ حکیم سید ظہور الحسن صاحب مرحوم۔

۳۷۔ شیخ سعد اللہ

ابن شیخ خواجہ محمد ابن شیخ بڈھن الصدیقی سندیلوی" آپ کے مورث حضرت قاضی بہاء الدین پیر نورانی" سندیلہ تشریف لائے۔ آپ حضرت پیر نورانی" کی آٹھویں پشت میں ہیں۔ حافظ امام بخش نورانی اپنی کتاب نسب نامہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: "شیخ سعد اللہ ابن شیخ خواجہ محمد بد ختر خواجہ ٹھن کہ ریاست چودھرائی و قانون

Marfat.com

گوئی پرگنہ سندیلہ و ملیح آباد باد تعلق داشت کدخدا بود۔ اولاد ایشاں در رشتہ نانہالی
بر ریاست قائم شدہ و سعدزئی گویانند۔ و شیخ مذکور در صفی پور بحضرت مخدوم شاہ
صفی قدس سرہ مرید بود۔ و کمال ارادت صادق داشت در حین حیات حضرت
مخدوم قدس سرہ بخدمت اکثر اوقات حاضر بودے و بعد وصال بر آستانہ مستقل
استقامت نمود۔ تا آنکہ ہمانجا فوت شد و پیش روضہ مقدسہ مدفون شد۔ شیخ موصوف
را ازیں زوجہ دو پسران شیخ علی شیر و شیخ مبارک تولد شدند۔ و در اولاد ایشاں
شیخ جیون و شیخ علاء الدین نبیرگان شیخ علی شیر در زمان خود در ریاست صاحب
اقتدار بودند۔ آپ کی تاریخ ولادت و تعلیم و تربیت کے حالات فراہم نہ ہو سکے۔ البتہ
اس وقت یہ خواجہ مٹھن قصبہ میں بہت ممتاز اور با اقتدار خاندان کے فرد معلوم
ہوتے ہیں جن کی صاحبزادی سے شیخ موصوف کی شادی ہو گئی تھی اور اس طور سے اولاد
کی طرف سے یعنی اس کی نشو و نما تعلیم و تربیت سے فارغ البال ہو گئے تھے۔ اپنا تمام
وقت عبادت اور ریاضت میں گذارتے رہے۔ اور اپنے پیر حضرت مخدوم شاہ صفی
قدس سرہ کے والہ و شیدا رہے۔ اور قبیلہ سعدزئی کے بانی ہوئے۔ اولاد نے
اپنی مادر مشفقہ کے سایہ میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور نشو و نما پائی اور نہایت
جاہ و جلال سے قصبہ اور نواح میں چمکی۔ اول ہی شیخ جیون و شیخ علاء الدین
پسران شیخ عطاء اللہ سعدزئی بہت با اقتدار اصحاب ہوئے۔ اس کے بعد شیخ نہال
سعدزئی نے جو آپ کی ساتویں پشت میں ہیں عروج اور اقتدار حاصل کیا اور یہ عروج
اور اقتدار آپ کی تیسری پشت تخمیناً ایک صدی تک اوج پر تھا۔ حافظ مبارک
جو دنوی آپ کے صاحبزادہ دربار اودھ میں بہت با اقتدار شخصیت رکھتے تھے۔ آپ نے
اپنے مورث شیخ قربان علی سعدزئی نبیرہ شیخ سعد اللہ و مومن کی تعمیر کردہ مسجد

Marfat.com

کا تکملہ کرا دیا اور تاریخ تعمیر آویزاں کرائی۔ یہ مسجد اب آپ کے صاحبزادہ شیخ محمد دائم المعروف کلو چودھری کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ ؎

ز قربان علی بود بنیاد مسجد
برائے عبادات اصحاب معنی
ز سر کرد تعمیر آن بہر طاعت
مبارک کہ صدر جہان است نامی
پئے سال تعمیر آں چوں ز ہاتف
نمودیم خواہش نصبوری ز معنی ۱۲۲۱ھ
بتاریخ آں گفت ہاتف ز ہجری
ہزار و دو صد بست و یکسال دانی

شیخ محمد دائم عرف کلو چودھری اپنے زمانہ میں صاحب جاہ و جلال اور حشمت تھے اور بڑا طنطنہ رکھتے تھے۔ سواری کے آگے نقارہ پر چوب پڑتی جاتی تھی۔ کسی موقع پر مشعلوں میں عطر جلوا دیا۔ مشہور ہے نو سو نواسی گاؤں کے صاحب ریاست تھے۔ جب ستارہ اقبال مندی اپنے پورے کمال پر تھا۔ حاسدوں کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑکی اور چودھری صاحب کے برباد کر دینے کے مشورے ہونے لگے۔ وقتاً فوقتاً بادشاہ وقت تک بہت ونیست کی خبریں پہونچائی گئیں۔ بالآخر دربار نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ سے چودھری صاحب پر عتاب نازل ہو گیا آپ کی گرفتاری اور بربادی کے احکامات فوج کے نام اجراء ہو گئے۔ حاسدوں کی بن آئی۔ احسانمندوں نے احسان فراموش کیا۔ نمکخواروں کو نمک حرامی کا موقع ہاتھ آیا۔ اب دوست دشمن کی شناخت ہوئی۔ چودھری صاحب جان بچاتے

Marfat.com

ادھر اُدھر بھاگتے پھرتے تھے، کہ فوج سندیلہ پہونچ گئی۔ یہاں سر بفلک محل سرا بالکل ڈھادی گئی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ زر و مال لوٹ لیا گیا۔ جو جس کے ہتھے چڑھا، لے کر چلتا بنا۔ جب اس طرف سے فراغت ہوئی۔ مخبر بھیجے۔ کہ چودھری صاحب کی گرفتاری بھی عمل میں لائی جائے۔ چودھری صاحب نے جب کسی طرح پر اپنی جانبری نہ دیکھی، ہیرے کی کنی چبا کر جان دیدی۔ نعش سندیلہ لائی گئی اور اپنے خاندانی قبرستان برونی میں دفن ہوئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ چودھری صاحب مرحوم کے صاحبزادہ چودھری دستار محمد مع اپنے بھائی شیخ انعام اللہ ابن شیخ حمایت اللہ ابن چودھری صدر جہاں سعد زئی دربار اودھ میں پیش ہوئے اور اپنی معذرت کا اظہار کر کے معافی کے خواستگار ہوئے۔ وہاں سے بعد عطائے معافی صرف موضع سرہری مع سند معافی کے عطا ہوا۔ اور بقیہ ریاست ضبط ہو کر مختلف لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس طور پر اب نہ وہ عالیشان محل سرا رہ گئی اور نہ علاقہ ہی کا نام و نشان باقی رہ گیا۔ نئے نئے اشخاص قصبہ میں یا اقتدار ہو گئے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے عہد میں معافی موضع سرہری کی برقرار رکھی لیکن یہ بھی رہن اور بیع ہو کر ختم ہو چکی ہے۔ اور آپ کی اولاد کا ذریعہ معاش صرف ملازمت رہ گیا ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

۳۸۔ سید سراج الحسن

عرف خان بہادر علی احمد واسطی وکیل جبل پور (متوسط) ابن سید غلام حسین ابن مسیح الوقت خان بہادر سید محمد بقا خاں مخدوم زادہ۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے بعد اضلاع صوبہ متوسط ساگر وغیرہ میں ملازم رہے۔ بعدہٗ الٰہ آباد ہائیکورٹ

Marfat.com

میں امتحان وکالت میں شریک ہوکر درجہ دوئم کی سند حاصل کرلی۔ اور ضلع ساگر میں وکالت شروع کردی۔ لیکن پھر جبل پور چلے گئے۔ وہاں آپ کو بہت فروغ ہوا۔ وکالت بھی چمکی نیز قومی خدمت بھی انجام دی۔ یعنی علی گڑھ کی قومی اور تعلیمی تحریک آپکے اثر سے مقبول ہوئی۔ اور وہاں کے لوگوں نے فیاضی کے ساتھ اس کار خیر میں شرکت کی۔

مسلمانوں کی تعلیمی پستی اور افلاس دور کرنے کے لیے انجمن اسلامیہ قائم کی اور اس کے ذریعہ سے مسلمانوں میں اتفاق اور ایک جہتی پیدا کرنے کے ذرائع بہم پہنچائے۔ تعلیمی پستی دور کرنے کے لیے مدارس قائم کرائے۔ ان خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے آپ کو خان بہادری کے خطاب سے ممتاز کیا۔ زمانہ موافق تھا۔ حکام راضی۔ مسلمان خوش۔ وطن میں ذریعہ نیلام منقولہ کا علاقہ مبلغ سات ہزار میں خرید کیا۔ علاوہ ازیں رہن و بیع کے ذریعہ جائیداد کو وسعت دیتے رہے۔ کہ زمانہ نے رخ پلٹ دیا۔ جبل پور چھوڑنا پڑا۔ وکالت سے کنارہ کش ہوکر سندیلہ تشریف لائے۔ اور باقی ایام یاد خدا میں بسر کر دیے۔ اور انتقال فرما گئے۔ مرحوم ذی علم۔ ذکی الطبع۔ خوش اخلاق تھے۔ اور حضرت وصی علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کے مرید تھے۔

(جبل پور میں جو اسلامیہ کالج قائم کیا تھا۔ وہ اب ڈگری کالج ہوگیا ہے۔ ایک انجمن اسلامیہ پریس بھی تھا۔ جس میں انگریزی، مرہٹی ہندی اردو وغیرہ سب زبانوں کی چیزیں چھپتی تھیں گورنمنٹ سے متعلقہ ٹھیکہ اس کی مطبوعات کا تھا اسے بھی انجمن کے لیے وقف کر دیا تھا اس کی آمدنی کالج مذکور کو دیجاتی تھی۔ جبل پور میونسپل

Marfat.com

کے آنریری سکریٹری بھی رہے۔ داٹر ورکس انھیں کے زمانہ میں قائم ہوا۔ ۱۹۱۲ء میں وطن آگئے تھے اور یہیں ۱۹۱۵ء میں انتقال فرمایا۔ (قمر الدین قمر نے تاریخ وفات لکھی۔ ہاشمی)

۳۹۔ مولوی سید سرفراز علی

ابن میر محفوظ علی ابن میر صالح آپ کا سلسلہ نسب سید موسیٰ کاظم رضؓ تک پہونچتا ہے ۱۲۳۶ھ میں پیدا ہوئے علمائے وقت کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کر کے اپنے زمانہ کے زبردست عالم اور فقیہ ہوئے آپ کو بیعت ارادت حضرت شاہ غلام رسول کانپوری سے تھی اور آپ خلیفہ مجاز بھی تھے۔ ملازمت سرکاری میں داخل ہو کر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے عہدہ تک ترقی حاصل کی اور اسی عہدہ سے ضلع چھندواڑہ سے پنشن یاب ہو کر وطن آگئے اور سلسلہ درس و تدریس جاری کیا آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد تھی مولوی صاحب خود فرماتے ہیں کہ ابتدا میں اپنے والد ماجد کی ذات بابرکات سے تربیت پائی اور بعدہٗ چندے خدمت میں مولوی صفت علی کے علم صرف و بعض کتب فارسیہ کے استفادہ کیا اور حسب الارشاد خسر اپنے کے (شاہ ولایت علی) چندے خدمت مولوی سراج الدین میں فیض یاب صرف و نحو کے رہا سپس عرصہ دراز تک فقہ وغیرہ کو خدمت میں سیدنا و مولانا مولوی نقیہ اللہ مخدوم زادہ کے پڑھتا رہا بعد اس کے بہ ایمائے شاہ صاحب موصوف ہمراہ مولوی محمد فاضل مرحوم کانپور گیا اور وہاں تحصیل علوم منطق عقائد حکمت اصول فقہ علم الکلام معانی و فرائض وغیرہ دہر کے مختلف اشخاص سے حاصل کیے یعنی شرح سلم و میر زاہد وغیرہ ملا محمد مراد ولایتی

Marfat.com

سے پڑھی۔ شرح عقائد نسفی وغیرہ مولوی الٰہی بخش کانپوری سے مختصر معانی وغیرہ مولوی محمد حسن سے حاصل کیے علم فرائض وحساب ملا زاہد صاحب ولایتی سے اخذ کیا۔ توضیح وتلویح وغیرہ خدمت میں شیر محمد کابلی سے استفادہ کیا اور چند مدت خدمت سے مولوی عبداللہ میں فیض یاب کتب درسیہ کا ہوا اور چندے خدمت میں مولوی حیدر علی حاضر باش رہ کر تحصیل علم مناظرہ کا کیا اور جبکہ وطن آیا تو یہاں خدمت بابرکت حاجی الحرمین شریفین مولانا تراب علی سے مستفید متن میرزاہد کا ہوا پھر کانپور چلا گیا اور وہاں تا نونچہ وسردی وغیرہ کتب مولوی الٰہی بخش سے تحصیل کیا اور چندے ہدایہ کو اخونؔ صاحب سے دیکھا مشکوٰۃ المصابیح تب خدمت میں مولانا فضل الرحمن دام فیوضہم کے پڑھ کر مشرف بہ فیض سردی ہوا۔"

آپ کے صاحبزادے لکھتے ہیں مولوی سرفراز علی قدس سرہ سراپا ہنر اور عمدہ صفات کے مالک تھے نہایت رقیق القلب کریم النفس اور باوقار تھے مدت ہائے دراز تک عہدہ ہائے تحصیلداری وڈپٹی کلکٹری پر فائز رہے ۱۸۶۸ء میں بہ عہدہ ڈپٹی کلکٹری بندوبست ضلع چھندوارہ ملک ناگپور سے بہ حصول پنشن اپنے وطن مالوف ندیلہ واپس تشریف لائے ۲۶ سال تک پنشن پائی ۱۸ مئی ۱۸۹۲ء مطابق ۱۰ شوال المکرم ۱۳۰۹ھ روز یک شنبہ ۴ بجے صبح رحلت فرمائی۔ واقعہ رحلت بھی عجیب ہے یعنی اس رات کو چھوٹے بھائی سید علی اصغر کا عقد نکاح حافظ محمد اسحاق کی لڑکی سے تھا اور رات کو ۳ بجے بارات حافظ محمد اسحاق کے یہاں گئی قبل نکاح دربارہ تعین تعداد دین مہر وعدم تسلیم آپ کو غصہ آگیا اور آپ کا سارا جسم کانپنے لگا۔ اور چہرہ سرخ ہوگیا تب آپ نے سخت آواز میں فرمایا "خیر اگر اُن کو منظور نہیں ہے تو ہم کو بھی منظور نہیں ہے بسم اللہ"۔ یہ کلمہ آخری تھا

Marfat.com

پھر ساکت ہو گئے اور سر تسلیم خم کر دیا اور جان بحق ہو گئے۔ انا للیہ وانا الیہ راجعون۔

آپ علم باطنی میں اپنے خسر حضرت شاہ ولایت علی قادری سے مستفید ہوئے اور حضرت شاہ غلام رسول نقشبندی سے خلافت ظاہری و باطنی حاصل کی لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت فیض پہونچا۔ آپ کا سلسلہ درس و تدریس بھی وسیع تھا۔ قصبہ سندیلہ کا کوئی خاندان ایسا نہیں ہے جس کے فرد نے آپ کی شاگردی کی عزت نہ حاصل کی ہو۔

تصنیفات: مجموعۂ رسالہ تصوف اور دوسری تصانیف ہیں جن کو آپ کے صاحبزادہ مولوی ممتاز علی مرحوم نے طبع کرا دی تھیں آخر الذکر کلکٹری مرزاپور میں سررشتہ دار تھے اور پنشن لے کر وہیں آباد ہو گئے تھے۔ اور وہیں لاولد فوت ہوئے سید علی اصغر کے بھی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حضرت مولوی سرفراز علی کا پختہ مگر شکستہ مزار متصل جھاڑ مولانا حافظ سیتاپور کی سڑک کے پچھم واقع ہے۔

---

(۱) رسالہ ممتاز مصنفہ مولوی ممتاز علی مرحوم

(۲) بیاض مولوی سرفراز علی

۴۰۔ مولانا حافظ شوکت علی

ابن چودھری مند علی۔ آپ شیخ صدیقی ہیں۔ آپ کا خاندان ملک جام سے ہندستان آکر سندیلہ میں آباد ہوا ہے۔ ۱۹ محرم ۱۲۳۴ھ کو آپ پیدا ہوئے۔

Marfat.com

آپ کی پیدائش کے موقع پر آپ کے جد نامدار چودھری منصب علی نے ہزارہا روپیہ خرچ کیے۔ جب آپ تین سال کے ہوئے تو کمر میں ایک پھوڑا نکلنے کی وجہ سے آپ تمام عمر کے لیے پیروں سے معذور ہو گئے۔ لیکن یہ امر آپ کی تعلیم میں مانع نہیں ہوا۔ مخدوم زادہ حافظ سید فتح اللہ سندیلوی اور حافظ ابراہیم خیرآبادی نے چار سال کی مدت میں پورا کلام پاک حفظ کرادیا۔ علوم متداولہ وغیرہ مولوی سید نقیہہ اللہ سندیلوی اور مولوی تراب علی ابن شیخ شجاعت علی لکھنوی سے حاصل کیے۔ تکمیل تعلیم کے قبل آپ کے جد نامدار اور پدر عالی قدر دونوں انتقال فرما چکے تھے۔ آپ کے چچا چودھری حشمت علی اور چودھری عظمت علی صاحبان نے دستار بندی کے موقع پر پندرہ ہزار روپیہ خرچ کیا۔ یہ تقریب رسمی نہ تھی۔ بلکہ حافظ صاحب نے مقامی اور مہمان عالموں اور فقیہوں کی موجودگی میں بعد نماز جمعہ تفسیر اور حدیث پر ایک مدلل تقریر فرمائی تھی جس کو سن کر علماء و فقہاء نے متفق ہو کر دستار بندی کے فرائض ادا کیے تھے۔ آپ بہت ہی وضعدار اور مخیر رئیس تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا اور تمام اہل قصبہ کے ساتھ برتاو برادرانہ تھا۔ ہر غریب اور امیر کی تقریب میں خوشی سے شریک ہوتے تھے۔ آپ حضرت شاہ خادم صفیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کو سلسلہ چشتیہ قادریہ اور سہروردیہ میں بھی اجازت بیعت تھی۔ آپ کے قائم کردہ مدرسہ "شوکت الاسلام" میں سیکڑوں روپے کا خرچ تھا اور صدہا پڑھنے والے تھے۔ حافظ صاحب کو خود بھی درس و تدریس کا شوق تھا اور شاگردوں کی کافی بڑی تعداد تھی۔

وفات ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۰۲ء میں ہوئی اور اپنی تعمیر کردہ مسجد کے متصل مدرسہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

حافظ شوکت علی صاحب کے پاس ایک بڑا ذخیرہ قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا تھا لیکن افسوس ہے کہ وفات کے بعد نادر کتابیں تقسیم ہوکر فروخت ہوگئیں۔ چودھری نصرت علی کے حصہ میں جو کتابیں آئیں وہ محفوظ ہیں۔ خدا نظر بد سے بچائے[۱]

حافظ صاحب کی چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) الاستقصا فی الاستقصا (۲) حاشیہ شرح جامی (۳) علم العین فی المسائل الاربعین (۴) ثمرات الانظار (۴ حصے) (۵) کشف المستور وغیرہ وغیرہ کوئی سات کتابیں طبع ہوچکی تھیں اور تقریباً آٹھ تو تیار ہورہی تھیں۔ نا اہل مکمل نہ ہوسکیں[۲]

---

[۱] اب وہ بھی نہیں رہیں۔ (ہاشمی)

[۲] (۱) تذکرہ علمائے ہند (۲) ٭٭ (۲) ثمرات الانظار (۳) تاریخ سندیلہ

۴۱۔ حاجی منشی شمس الدین ڈپٹی کلکٹر

ابن حکیم سید عبدالشکور مخدوم زادہ، برادر خورد منشی فضل رسول تعلقدار علوم متعارفہ عربی و فارسی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ طبیب حاذق تھے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ شمس تخلص کرتے تھے۔ وسیع الاخلاق و کریم النفس بزرگ تھے مریضوں کا کثرت سے مجمع رہتا تھا۔ اگر ضرورت پڑجاتی تو مریضوں کے گھروں پر جاکر دیکھنے میں کچھ مضائقہ نہ کرتے تھے۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ تمام اعزا کے گھروں پر جانا فرض عین سمجھتے تھے۔ یہ طریقہ عالم پیرانہ سالی میں بھی ترک نہیں فرمایا تھا۔ آپ کی علمیت اور معاملہ فہمی کا شہرہ سن کر گورنمنٹ نے ابتداءً زندگی میں نائب پھر ایجنٹی جودھپور میں میر منشی مقرر فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی خدمات صوبہ تسی د

Marfat.com

آگرہ دادوں میں منتقل ہوگئیں اور یہاں آپ تحصیلدار نیز ڈپٹی کلکٹر تک رہے۔ اور اپنے فرائض پوری دیانتداری کے ساتھ انجام دیے پنشن حاصل کرکے بقدر دانی حکام کچھ دنوں ریاست بلرام پور ضلع گونڈہ میں نیابت کے فرائض بھی انجام دیے آخر ۱۸۸۶ء میں ملازمت سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور خانہ نشین ہو گئے، جون ۱۸۹۱ء میں حج بیت اللہ شریف سے شرف حاصل کیا۔ اور ۱۹ر نومبر ۱۸۹۲ء کو بعمر ۵۹ سال بحالت قیلولہ دفعتاً انتقال فرمایا۔ آپ کی تصنیفات سے "قیامت نامہ" اور "تمانہ دلکش" طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کے نواسے سید قمر الدین قمر نے قطعہ تاریخ وفات لکھی

دفن چوں گشت آہ شمس الدین
نور در خاک شد مکین ہے ہے
سال رحلت نوشت کلک قمر
شمس دیں شد تہ زمیں ہے ہے
۱۳۱۰

آپ صاحب دیوان بھی ہیں۔ مگر آپ کے دیوان دیکھنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا البتہ تاریخ سندیلہ میں جہر صاحب نے آپ کی جو غزل لکھی ہے درج کر رہا ہوں۔

زلف را پر خم چرا اے جاں کردۂ
خود پریشاں را پریشاں کردۂ
حسن صورت ساختی زیر نقاب
پرتوش پیدا چہ پنہاں کردۂ
دررگ جاں از مژہ نشتر زدی
چارسازا چہ درماں کردۂ
شمس می نالد زسوز ہجر تو شاد باشی خوب احساں کردۂ

Marfat.com

۴۲۔ مولوی شفاعت علی

ابن منشی غلام مرتضےٰ ملک زادہ۔ کاکوری الاصل سکنا سندیلہ۔ آپ کے آباو اجداد کاکوری کے رہنے والے تھے۔ منشی غلام مرتضےٰ کی شادی یہاں چودھری تاج الدین ثانی (جو میر تاج الدین فاریابی کی تیرہویں پشت میں ہوتے ہیں) کی دختر نیک اختر کے ساتھ ہوئی تھی۔ آپ یہیں اپنی ننہال میں ۱۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اصل نام آپ کا فصاحت علی تھا۔ چند لوگوں نے شفاعت کہنا شروع کر دیا اور یہی نام مشہور ہو گیا۔ بچپن ہی سے آپ نہایت صالح اور سعید تھے۔ تعلیم و تربیت آپ کی سندیلہ ہی میں ہوئی۔ جب سے کاکوری آنے جانے لگے اس وقت سے بوجہ محبت قلبی اور کشش باطنی حضرت شاہ کاظم علی قلندرؒ کی خدمت میں اپنے اعزہ کے ہمراہ حاضری دینے لگے۔ حضرت موصوف بھی آپ کو عزیز رکھتے تھے۔ اور اسی طور پر ایک مرتبہ حاضری میں حضرت موصوف نے از خود آپ کو مرید کر لیا۔ اور فرمایا کہ میں نے آج تک سوائے تمہارے اور طفیل علی کے کسی کو اپنی خواہش سے مرید نہیں کیا ہے۔ سب اپنی اپنی خواہش سے مرید ہوئے ہیں۔ مرید کرنے کے بعد آپ کو اذکار و اشغال وغیرہ کی تعلیم فرمائی۔ آپ اور حضرت تراب علی قلندرؒ میں ہمسنی کی وجہ سے بہت اتحاد رہا۔ آپ ہی کی فرمائش پر شاہ صاحب موصوف نے مثنوی "اصول المعارف" لکھی ہے۔ آپ کی خوش خلقی نے عوام و خواص کو گرویدہ کر رکھا تھا۔ لوگ آپ کو درویش سمجھتے تھے۔ سندیلہ کے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ مگر باوجود مجاز ہونے کے بھی آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا اور نہ ترک لباس ہی کیا۔ مدت العمر ملازمت میں بسر فرمائی اور گورکھ میں عرصہ تک منصف رہے۔

Marfat.com

اور وہیں بحالت ملازمت آپ نے ۹ ربیع الآخر سنہ ۱۲۵۰ھ کو پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۴۳۔ مولوی ضامن حسین

خلف مولوی مومن علی علوم عربی و فارسی میں اچھی دستگاہ تھی طرز تکلم دلکش ہونے کی وجہ سے بہت مقبول تھے محکمہ کورٹ آف وارڈس میں ملازمت کرنے کے بعد ریاست حیدر آباد دکن جاکر حاکم فوجداری ہوئے و مشاہرہ پانچ سو روپیہ مقرر ہوا اور خدمات مفوضہ بہت محنت اور دیانت داری کے ساتھ انجام دی لیکن آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے علیل رہنے لگے اور رخصت لے کر وطن آئے اور ۱۲ نومبر ۱۸۸۶ء میں انتقال فرمایا۔

۴۴۔ حکیم سید ظہور الحسن یشنوزانی

ابن سید تفضل حسین ابن کرم صفی ابن غلام امام حیدر ابن ابو محمد ابن محب اللہ بن امان اللہ بن عبد الواحد بن شیخ یحییٰ دانش مند بن حضرت بندگی مبارک قدس سرہٗ

حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں " میں ۳۰ رمضان المبارک سنہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۸۶۹ء یوم پنجشنبہ بوقت ۹ بجے دن پیدا ہوا اوائل عمری میں کچھ عرصہ تک سندیلہ میں پڑھتا رہا بعد اس کے خیر آباد چلا گیا وہاں حسب الارشاد جناب غفران مآب ماموں حکیم سید مشرف حسین حفظ قرآن کرنا شروع کیا گیارہ پارے قرآن مجید کے حفظ کیے تھے اتفاق سے اسی اثنا میں (۱۸۷۹ء) مجھے رعاف کا عارضہ پیدا ہو گیا جس کا سلسلہ کچھ عرصہ تک رہا دماغ میں ضعف ہو جانے کے سبب سے

Marfat.com

حفظ کرنا موقوف کیا گیا کئی سال تک سندیلہ میں مختلف مقامات پر پڑھتا رہا ۱۳۰۳ھ
میں لکھنؤ بغرض تعلیم علم طب گیا وہاں تین سال محلہ جھوائی ٹولہ میں ارسطوئے زماں بقراط
عصر حضرت استاذی عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ و جناب شیخ وقت مسیحائے
زماں حکیم عبدالحفیظ صاحب دام فیضہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر کتب
طبیہ درسیہ پڑھیں اور مطب کیا اس کے بعد سند لے کر سندیلہ واپس آیا اور حاجی
علی الدین مرحوم سے اتحاد ہونے کی وجہ سے ان کے مکان پر مطب شروع کیا
یکم اکتوبر ۱۸۸۹ء سے میرا تقرر میونسپلٹی میں ہو گیا اور اس وقت سے لیکر اس وقت تک
اسی جگہ پر قائم ہوں۔"

حکیم صاحب ایثار الاخلاق اور نباض طبیب تھے خدا نے دست شفا دے
رکھا تھا۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی بہرہ اندوز تھے غریب اور امیر
کے علاج میں فرق نہیں فرماتے اور نسخہ کم داموں کا تجویز فرمانا آپ کا خاص شعار
تھا۔ مریض ہمہ وقت گھیرے رہتے تھے۔ باوجود مشاغل اور پیشے کے آپ نے رسالہ
لاثانی اسباب تشخیص بہت محنت کے ساتھ مرتب فرمایا۔ حکیم صاحب نے ۲۲ جمادی
الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء بوقت صبح ذات الجنب بعارضہ انتقال
فرمایا۔ اور اپنے جد امجد حضرت بندگی کے مزار کے باہر سپرد خاک ہوئے آپ
کے صاحبزادہ حکیم سید سراج الحسن اپنے والد مرحوم کے مثل اور تمام ستودہ اوصاف
سے آراستہ تھے جو قدرت نے ان کے بزرگوں کو ودیعت فرمائی تھیں آپ بھی ہر دلعزیز
حکیم اور ہر طرح اپنے پیشہ میں کامیاب تھے۔ ۱۹۴۵ء میں ان کا بھی انتقال ہو گیا
اب ان کے چھوٹے بھائی سید تاج الحسن حیات ہیں لیکن طبابت نہیں کرتے
تھے ہومیو پیتھک علاج کچھ عرصے تک کیا۔ کاشتکاری سے شوق تھا۔ ۴ مارچ

Marfat.com

۷۵۔سنہ۶ کو بعارضہ فالج انتقال کیا۔ اب ان کے بیٹے بدر الحسن گھر پر ہیں (ہاشمی)
نوٹ: مولوی سید مظہر علی نے اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۷۵،۳ پر حکیم ظہور الحسن صاحب کے علاج کی بڑی تعریف کی ہے۔

۵۴۔ حضرت مخدوم سید علاء الدین جاجنیری اللہ اعلیٰ

صاحب ولایت سندیلہؒ اس آفتاب شریعت و طریقت کے صحیح حالات فراہم کرنے میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اس کا تذکرہ لاحاصل ہے۔

سفینہ جب کہ کنارہ پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات اس مادی دنیا میں لوگوں کے تبضہ میں ضرور تھیں لیکن ان کی دستیابی اگر مشکل نہیں ہے تو آسان بھی نہیں۔

آسان تو یہی ہے کہ آسان بھی نہیں

باوجود ان دشواریوں کے آپ کے حالات کتابوں میں تلاش کیے گئے اور جس قدر فراہم ہوسکے۔ پیش کیے جارہے ہیں۔ اولاً اس موقع پر اس قدر حوالہ قلم کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کی اولاد کی دو شاخیں قصبہ سندیلہ میں ہیں لیکن ان میں سے کسی کے پاس حالات تو در کنار آنحضرت کا مستند نسب نامہ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ البتہ ہر شخص کی زبان پر غیر مصدقہ خبروں کا ایک ذخیرہ جمع ہے جو مشہور ہو کر بطور افسانہ کتابوں تک میں درج کر دیا گیا ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وہی غیر مصدقہ افسانے سچائی کا جامہ پہنا کر داخل تذکرہ رہتے ہیں۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را
بلائے صحبت لیلےٰ و فرقت لیلےٰ

Marfat.com

یہاں ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ غیر مصدقہ خبریں داخل تذکرہ کی جاویں۔ اس لیے نہایت ادب کے ساتھ وہی حالات سپرد قلم کیے جاتے ہیں جن کی تائید اکثر پرانی کتابیں کرتی ہیں۔ حضرت صاحب ولایت سندیلہ آخر ساتویں صدی ہجری میں قصبہ جاجنیر ضلع گوڑگاؤں صوبہ پنجاب میں جو لب دریائے جمنا متصل ضلع مظفرنگر واقع ہے پیدا ہوئے۔ مولوی مظہر علی صاحب جو حضرت کی سولھویں پشت میں ہیں، اپنی سوانح عمری میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت مخدوم سید علاء الدین قدس سرہ قصبہ جاجنیر سے جو شہر واسط ملک عجم میں واقع ہے بعہد سلطان علاء الدین خلجی ۷۱۶ھ ہجری میں ہندستان تشریف لائے" یہ درست نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایسا کوئی مقام پرانے نقشوں میں نہیں ملتا ہے۔ مصنف انیس الارواح و سفینۃ الہند تحریر فرماتے ہیں "سنہ ولادت از لفظ مخدوم کہ اعدادش ششصد و نودم ہجری بر می آید و سنہ وفاتش بلفظ سید مخدوم کہ اعدادش ہفتصد و شصت و چہار می شود معلوم گردد۔ و عمرش بلفظ سید کہ اعدادش ہفتاد و چہار است مفہوم می شود۔" حافظ امام بخش نورانی سندیلوی تحریر فرماتے ہیں "واضح باد کہ جناب حضرت مخدوم سید علاء الدین از ولایت بہندستان تشریف آوردند و در قصبہ جاجنیر توطن گزیدہ بود۔ آنحضرت بعد تحصیل علوم ظاہری در شہر دہلی بجناب قطب الاقطاب شیخ نصیر الحق والدین چراغ دہلی ملازمت نمودند۔ آنجناب تکمیل علوم باطنی فرمودہ بموجب ارشاد بندگی نصیر الدین چراغ دہلی در قصبہ سندیلہ کہ [illegible] کردہ جانب غرب از لکھنؤ واقع است تشریف آوردہ توطن گزیدند۔" اس میں شبہ کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی ہے کہ آنمخدوم کی پیدائش کا افتخار اسی قصبہ کو حاصل ہے۔ ملفوظات قدوۃ المحققین حضرت سید وجیہ الدین احمد احمد آبادی میں [illegible]

Marfat.com

نیز بیاض مولوی سید سرفراز علی صاحب میں درج ہے "مخدوم سید علاء الدین جاجنیری در بلدہ متبرکہ بغداد تحصیل علوم ظاہری نمودہ و بدختر حضرت اویس کہ از اولاد امام علی موسی رضا علیہ السلام بود وبے بے صالحہ اسم داشت کدخدا شد۔ واز بطن موصوفہ سہ پسران بوجود آمدند۔ نصیر الدین و خواجہ احمد و فخر الدین اسما دارند۔ پس بباعث ہنگامہ چنگیز خان مخدوم علیہ الرحمۃ بازوجہ ہر سہ پسران متوجہ ہندستان شدہ و بدہلی آمدند و بخدمت بابرکت حضرت چراغ دہلیؒ مستفید شدند"۔ اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کے خاندانی تعلقات اس وقت تک عراق اور عجم سے برابر قائم تھے کہ آمد و رفت جاری تھی۔ اس لیے اگر ابتدائی علوم حاصل کرنے کے بعد آپ تکمیل کی غرض سے بغداد تشریف لے گئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ نیز اس وقت ہندستان میں کوئی دار العلوم بھی نہیں اور بزرگان چشتیہؒ مرید کرنے کے قبل اپنے معتقدین سے علوم ظاہری کا تکملہ کرا دینا ضروری خیال فرماتے تھے۔ اس لیے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کا بغرض تکملہ علم ظاہری بغداد تشریف لے جانا اور وہاں سے فراغت کے بعد دہلی تشریف لاکر حضرت چراغ دہلیؒ سے مستفید ہونا صحیح راستہ کہا جا سکتا ہے۔ اب چونکہ حضرت چراغ دہلیؒ کا زمانہ سجادہ نشینی ۷۲۵ھ سے ۷۵۵ھ یا ۷۵۷ھ تک تھا۔ اس لیے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کا زمانہ فراغ علم باطنی اسی درمیان میں ہوگا۔ دوسرا امر یہ کہ خاندان چشت سے خلافت کی نعمت پانے والے کی عمر بینتالیس سال سے کم نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس حساب سے ۷۴۸ھ میں نعمت خلافت کا ملنا بادی النظر میں زیادہ ممکن معلوم ہوتا ہے۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ علوم ظاہری و باطنی کا تکملہ فرما کر

Marfat.com

بعہد فیروز شاہ تغلق ۷۵۶ھ ہجری میں رونق افروز سندیلہ ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے سلسلہ نسب کی بابت مولوی سید سرفراز علی صاحب فرماتے ہیں: "واضح باد کہ در سلسلہ نسب و اسامی اجداد حضرت مخدوم سید علاءالدین علیہ الرحمۃ اختلاف کثیر واقع شدہ است در ملفوظ اوراد حضرت بندگی شیخ حسن میاں قدس سرہٗ کہ در ہفت پشت از آں مخدوم اند چنین است" "حضرت شیخ مخدوم سید علاء الدین جاجنیری الواسطی بن سید محمود بن سید عبدالہادی بن سید محمد صفی بن سید میران بن سید محمد خواجہ بن سید ابوالفراس بن سید ابوالفرح واسطی بن سید داؤد بن سید حسن بن سید یحییٰ بن سید عمر بن سید زید مہری بن سید حسین بن سید علی عراقی بن سید عیسیٰ بن سید زید شہید بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید دشت کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام" و در کتاب دیگر سلسلہ مخدوم بدین نمط دیدہ شد: "شیخ مخدوم سید علاء الدین بن سید محمود تا سید علی عراقی مطابق اتفق و بعد او بن سید محمد بن حضرت امام نقی بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین علیہم السلام" و در کتاب درگاہ مملوکہ مولوی نفیس اللہ بن سید شاہ اصلح اللہ مرقوم است "مخدوم شیخ سید علاء الدین بن شیخ محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید ابوالفضل بن سید ابوالمفضل بن سید علی احمد بن حضرت امام نقی بن حضرت امام محمد تقی علیہم السلام وغیرہ تا آخر" مصنف مشاہیر کاکوری حضرت مولانا شاہ علی حیدر قلندر قدس سرہٗ نے سید نصیر الدین ابن حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کے شجرہ میں سید ابوالفضل کے صاحبزادہ سید عبداللہ کا اسم گرامی درج نہیں فرمایا ہے۔ ایک دوسری جگہ مولوی سید سرفراز علی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت سید علی احمد ابن حضرت امام علی نقی یک پسر سید عبداللہ داشتند و سید عبداللہ یک پسر سید احمد

Marfat.com

داشتند و سید احمد یک پسر سید محمود داشتند و سید محمود یک پسر حضرت مخدوم سید علاء الدینؒ داشتند"۔ سید مولوی مظہر علی جو مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی سولھویں پشت میں ہیں بجائے اپنے جد امجد بندگی سید حسن قدس سرہ کے ملفوظات ملا وجیہہ الدین ناگاہی کو معتبر قرار دیتے ہیں۔ کہ جو سید علی عراقی کے والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد ابن حضرت امام محمد تقی رضؓ تا آخر تحریر فرماتے ہیں۔ ان اختلافات کے دور کرنے کی سعادت راقم الحروف کے مقدر میں نہیں ہے۔ البتہ اگر حضرت کی اولاد موجودہ اس طرف توجہ فرمادے تو تصحیح نسب نامہ مرتب ہو سکتا ہے۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی روحانیت ان دنیاوی باتوں سے بہت بلند ہے۔ مگر اولاد کا بھی فرض ہے کہ وہ ایسے الزامات کو جلد از جلد رفع کرے۔ حافظ امام بخش نورانی نے صحت کا سہرا بنفیات بندگی سید حسن قدس سرہ کے اوراد کو دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں" تذکرہ سید علاء الدین السندیلی الجاجنیری الواسطی کہ از اولاد حضرت زید شہید بود"۔ "زید شہید پسر امام زین العابدینؓ عالم علوم معقول و منقول بود۔ یوسف بن عمر وا و را شہید کرد۔ یوسف ثقفی جسد او بر دار کشید۔ بعد از آن پسرش عیسیٰ موتم الاشبال کہ از نسل او سادات بارہہ و بلگرام اند عالم و شاعر بود و در سنہ ۱۶۶ھ فوت نمود"۔ اس سے واضح ہے کہ سید عیسیٰ ابن زید شہید کی اولاد میں سادات بارہہ ہیں" سید داؤد ابن سید حسن خیلے شجاع و بہادر بود۔ و بعد او پسرش سید ابوالفرح واسطی معہ چہار پسران بغزنی آمدند۔ و بعد چندے ابوالفرح معہ پسر خود سید معز الدین بہ واسط رفت و سہ پسران بہند آمدند۔ از ان سید ابوالفراس در جاجنیر و سید ابوالفضائل در چہارترو و سید داؤد در ستھن پور متوطن شدند"۔ بادشاہ دہلی چہار دیہہ بچہار پسران عطا نمودند۔ چوں حاکم ظالم فوت کرد۔ سید

معز الدین از جاجنیر بواسطہ رفت و بعد چندے سید ابوالفرح واسطی و سید معز الدین و سید ابوالفراس معہ برادران دیگر در ہند بر دیہات مذکورہ آمدند۔ و در ہنگام کثرت اولاد بادشاہ دوازدہ[2] مواضعات از قریہ متصل موسومہ بہ "بارہ" بفرزندان ایشان بخشیدند مگر ابوالفرح در واسطہ فوت کرد۔" "بعد چندے راجہ بلگرام سید حسین بن ابوالفرح ثانی را گرفتار کردہ از بلگرام اخراج نمود۔ پس سید حسین مذکور پسر خود سید علی را در بارہا گذاشتہ خود بواسطہ رفت۔ سید علی را چہار پسران بودند سید محمد عرف سید صغریٰ در بلگرام آمدند۔ سید جعفر در بدایوں و سید احمد در دہلی بود و سید معز الدین در جاجنیر متوطن شدند۔" سید محمد صغریٰ ابن سید علی در ۶۱۴ھ باتفاق شیوخ فرشوری بر راجہ بلگرام حملہ آور گردید و در عہد سلطان شمس الدین التمش فتح بلگرام گردید۔ تاریخ آن از "خداداد" ظاہر است۔" روضۃ الکرام کے مصنف نے بھی واقعات لکھے ہیں۔ اب تو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ سندیلہ اور بلگرام وغیرہ کے سادات واسطی حضرت زید شہید اور ان کے صاحبزادے سید عیسیٰ کی اولاد میں جعفر مخدوم صاحب علیہ الرحمہ نے دنیاوی ثروت پر لات مار کر فقر و فنا کی بادشاہت منظور فرمائی اور جاجنیر سے بغرض تکمیل علوم ظاہری بغداد تشریف لے گئے اور بعد فراغت دہلی تشریف لائے۔ اور دربار حضرت مخدوم چراغ دہلی قدس سرہٗ سے ان بلاد کی روحانی حکومت کی مسند نشینی کی خلعت حاصل کی۔ تاریخ جعفریہ اور شجرہ طیبہ کے حوالے سے مصنف گزیٹیر ہردوئی لکھتے ہیں کہ سید محمد صغریٰ کے بلگرام فتح کرنے کی ڈیڑھ دو سو سال بعد فاتح کی چوتھی پشت کے کسی بزرگ نے بلگرام سے سندیلہ جا کر سکونت اختیار کر لی اور اس طرح سادات واسطی شمالی ہندوستان کے تمام قصبات میں پھیل گئے۔ بلگرام ۶۱۴ھ میں فتح ہوا۔ اس حساب سے فاتح

Marfat.com

بلگرام کی نسل کے بزرگ کا ۶۶۴ھ ہجری کے بعد سندیلہ تشریف لانا ثابت ہوتا ہے۔
حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی بابت مستند ذرائع سے تصدیق ہو چکی ہے کہ آپ قصبۂ جاجنیر میں عالم وجود میں آئے۔ اور ابتدائی تعلیم کے بعد بغرض تکملہ بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں سے فراغت کے بعد دہلی میں حضرت مخدوم چراغ دہلی قدس سرہ سے طالب ہوئے۔ اور حضرت کے ارشاد پر آپ نے ۷۵۶ھ میں سندیلہ کو جائے مستقر کا افتخار بخشا۔ اس لیے بدانست راقم الحروف وہ بزرگ سوائے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کے کوئی اور نہیں ہو سکتے ہیں۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ اور سادات بلگرام ہم جدی اور خاندانی تھے اور اس وقت دہلی سے سندیلہ آنے کا راستہ قنوج اور بلگرام ہو کر تھا۔ مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ بھی اسی راستہ سے سندیلہ تشریف لائے ہوں گے۔ اور ممکن ہے اثنائے سفر میں وہاں قیام فرمایا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فاتح بلگرام کی اولاد کا کوئی فرد مخدوم صاحب کی تشریف آوری کے بعد سندیلہ آکر آباد ہو گیا ہو۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ وہی بزرگ ہوں جو فتح بلگرام کے ڈیڑھ سو سال بعد بلگرام سے سندیلہ تشریف لاکر آباد ہوئے ہیں۔" مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی بابت حضرت مولانا عبد الرحمٰن دھینٹی چشتی اور مولانا وجیہہ الدین لکھنوی رحمہم اللہ علیہم تحریر فرماتے ہیں:" سید مخدوم علاء الدین علیہ الرحمۃ از مریدان پاک اعتقاد حضرت نصیر الدین محمود اودھی است۔ حضرت بعد از تربیت بسیار او را بجانب سندیلہ من اعمال سرکار لکھنؤ رخصت کردہ سہ صد و شش دست بیگہ زمین در سواد قصبہ سندیلہ بجہت خانقاہ او از دست مبارک بر پرچہ سفال نوشتہ داد۔ پس سید علاء الدین بموجب اجازتش آمدہ در قصبہ سندیلہ متوطن شدہ۔ صاحب مقامات اعلیٰ بود و الی الان مرقد پاک او ہم در قصبہ مذکور زیارت گاہ خلق است۔

Marfat.com

صاحب ولایت آن دیار است۔ وآن سہ صد و شصت بگیہ زمین تا امروز بتصرف فرزندان بحال خود است وتا این زمان محتاج اسناد سلاطین نشدہ ارست و ہیچکس از سبب ولایت پیران چشت مزاحمت نمی تواند رسانید۔ چنانچہ این مقدمہ اظہرمن الشمس است" مولوی سید مظہر علی صاحب مخدوم زادہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت مخدوم صاحب متصل آبادی سندیلہ کے تشریف لائے اور مقام سنبل پور کو اپنے قبضہ میں لاکر اس کا نام مخدوم پورہ رکھا جس کا رقبہ آراضی ساسگر کا ہے۔ اور جو باوجود انقلابات بہم اس وقت عملداری سرکار انگریزی تک برابر معاف چلی آتی ہے۔ اور ایک سند گورنمنٹ عالیہ صاحب چیف کمشنر بہادر نے حسب منظوری بندگان نواب مستطاب نائب السلطنت گورنر جنرل بہادر کشور ہند باجلاس کونسل مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۶۱ء سید منشی فضل رسول صاحب اشراف ٹولہ وسید حافظ احسان اللہ صاحب درگاہ کے نام عطا فرمائی۔ اور بروقت نزول آفرودری سندیلہ حضرت مخدوم صاحب دباشندگان قدیم قوم آرکھ سے ایک سخت لڑائی ہوئی جن کو آپ نے شکست فاش دیکر فتح حاصل فرمائی اور سندیلہ کو اپنے قبض وتصرف میں لائے۔ اور جس مقام پر اب درگاہ شریف ہے وہ گڑھی تھی سرغنائے قوم کی جس کو بعد فتح کامل اپنے قبضہ میں کیا اور اپنا مسکن قرار دیکر سکونت اختیار فرمائی" واللہ اعلم بالصواب۔ اگر مصنف سوانح نے سیتل پورہ لکھا ہوتا تو ایک حد تک درست ہو سکتا تھا۔ دوسرے کہ جس زمانہ میں مخدوم صاحب سندیلہ تشریف لائے ہیں۔ تغلق خاندان کی حکومت تھی اور حضرت میران معز الدین رح وقاضی سراج الدین رح۔ اور مولانا حافظ رح کی روحانیت نے قصبہ میں مسلمانوں کی آبادی قائم کر دی تھی۔ اگر یہ واقعہ صحیح باور کرلیا جاوے تو سندیلہ کے متصل

Marfat.com

سنبل پور کا ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ اور اگر آرکھ قوم حاکم مانی جاتی ہے تو انھوں نے سنبل کا نام تک کبھی نہ سنا ہوگا پھر سنبل پورہ کیسے آباد کر لیا ہوگا۔ مخدوم پورہ کی آمدنی صرف ہونے کا حال حصہ داران جانتے ہیں یا خدا جانتا ہے۔ لیکن مشہور بات ہے کہ آمدنی پائیوں اور پیسوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ غدر کے بعد موضع ضبط ہو گیا تھا۔ لیکن پھر سید منشی نفضل رسول صاحب اشراف ٹولہ اور سید حافظ احسان اللہ درگاہ کے حق میں واگذار ہو گیا۔ اور منافع دونوں شاخوں کے افراد میں تقسیم ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن اب زمانہ حال میں تو ذریعہ رہن و بیع علاوہ مخدوم زادگان کے دوسرے قبائل کی نسلیں بھی شریک دار ہیں۔ اور اس طور سے موضع کا ایک بڑا حصہ مخدوم زادگان کی ملکیت سے نکل جا چکا ہے۔ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ قصبہ سندیلہ کے قطب صاحب ولایت تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات جس طرح پہلے حاجت مندوں کے لیے ملجا و ماویٰ تھی۔ وہی تصرفات آج بھی جاری وساری ہیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں آپ کے آستانہ پر حاضر ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ چادریں چڑھاتے ہیں، شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ مرادیں بھی پوری ہوتی ہیں۔ آپ کا وصال ۳ شوال ۷۶۴ھ کو ہوا۔ اور آپ کا مزار زیارت گاہ اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ تو چندی جمعرات کو خصوصیت کے ساتھ اور ہر جمعرات کو عموماً مجلس سماع منعقد ہوتی ہے۔ سالانہ عرس بھی شان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور زائرین کا مجمع کثرت سے ہو جاتا ہے۔ آپ کی اولاد کی سندیلہ میں دو شاخیں ہیں۔ مخدوم سید خواجہ احمد خلف اوسط کی درگاہ ہی میں رہتی ہے۔ سجادہ نشین درگاہ شریف اسی شاخ میں ہوتا ہے۔ علاوہ مخدوم پورہ کے موضع مروند ضلع اوناؤ بھی معافی میں ہے۔ درگاہ شریف اور اعراس وغیرہ کے مصارف یہی شاخ

Marfat.com

برداشت کیے ہوئے ہے۔ غلام شاہ علاء الدین و شاہ ولی اللہ و شاہ وصفت اللہ عرف مصری میاں و مولوی شاہ وارث علی و سید شاہ وصی علی اور ملّا عبد الغنی اسی شاخ کی نامور ہستیاں تھیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ تو اب بھی جاری ہے۔ لیکن علم رخصت ہو چکا ہے۔ خانقاہ برباد۔ ایسی صورتوں میں قال اللہ و قال الرسول کا چرچا لازمی طور پر ناپید ہے۔ خلف اصغر مخدوم سید مجیر الدین کی اولاد اشرف ٹولہ میں آباد ہے۔ اس شاخ میں بندگی سید حسن و ملّا ابو سعید و مولوی زین العابدین و حضرت مولوی عبد اللہ و حضرت سید محمد فضل المعروف فضل میاں و سید شوق علی شاہ خیر آبادی و مولوی محمد اسمٰعیل و خان بہادر سید محمد بقا خاں و شیخ سید فضل رسول و مولوی سید مظہر علی وغیرہ بہت بزرگ اور نامور ہستیاں تھیں جن کا نام آج بھی نہایت ادب اور احترام کے ساتھ لیا جا رہا ہے۔

فیروز شاہ تغلق سندیلہ تشریف لائے اور مزار شریف پر حاضر ہو کر [illegible] بر آری کے لیے دعا کی۔ اور کامیابی مدعا کے بعد عین الملک [illegible] کو مقبرہ [illegible] کا حکم دیا۔ لیکن واقعات ثابت کرتے ہیں کہ فیروز شاہ تغلق کی حاضری کے وقت [illegible] صاحب علیہ الرحمۃ حیات تھے۔ ایک مصنف کے حوالے سے مولوی سرفراز علی [illegible] تحریر فرماتے ہیں: سنہ تیاری مسجد جامع مخدوم موصوف از لفظ "[illegible]" [illegible] بعدادستش ہفت صد و شصت و ہفت است دریافت می شود [illegible] ظاہر کہ بعد تعمیر مسجد اتصلی مخدوم علیہ الرحمۃ چہار سال بقید حیات ماندہ [illegible] اور خوبصورت ہے تو مسجد بہت بعد میں ۷۰۸ھ میں مکمل ہوئی۔ اسکی صحیح تاریخ [illegible] ہے۔ اس لیے جو نتیجہ انھوں نے نکالا غلط ہے۔ دیکھو سوانح عمری مظہر علی ص ۲۰۔ ہاشمی

(۱) روضۃ الکرام مصنف سید وصی الحسن واسطی بلگرامی صفحہ ۲۲۔

Marfat.com

(۲) بیاض مولوی سرفراز علی صاحب سندیلوی۔ مملوکہ سید محمد آفاق صاحب
(۳) نسب نامہ مولفہ حافظ امام بخش نورانی السندیلی۔
(۴) ملفوظات تذوۃ المحققین سید وجیہہ الدین احمد آبادی (۵) سیرت نظامی۔ صفحہ ۔ ۱۸۸۔
(۶) بیاض حضرت مولانا شاہ علی حیدر قلندر کاکوروی۔ صفحہ ۴۳۸ (۷) تاریخ بلگرام
(۸) سوانح عمری مولوی مظہر علی صاحب۔ صفحہ ۴، ۵، ۶ (۹) مراۃ الشہیر (۱۰) بحر مواج

۴۶۔ ملّا عبد الغنی

ابن سید عبد الکریم ابن سید محمود ابن سید محمد ابن سید متن ابن سید فضل اللہ ابن شیخ مبارک ابن مخدوم سید خواجہ احمد خلف اوسط حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ آپ ۱۰۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نشو و نما اور ابتدائی تعلیم کے بعد نیوتنی تشریف لے گئے اور قاضی ضیاء الدین نیوتنوی کے سامنے زانوے شاگردی تہ کی۔ اور بعد فراغت قاضی صاحب موصوف کی اجازت سے وہیں درس و تدریس شروع کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد قاضی موصوف نے اپنی دختر مسماۃ زہرہ بی بی کو جو نواسی ملا وجیہہ الدین گجراتی کی تھیں آپ کے حبالہ نکاح میں دیدی۔ جن سے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ آپ ایک عرصہ تک وہاں رہے یہاں تک کہ وہاں کے باشندوں نے آپ پر طعن و تشنیع کرنا شروع کر دی جس کو آپ کی اہلیہ موصوفہ سن کر رنجیدہ ہوئیں کہ اپنے وطن چلنا چاہیئے۔ اولاً آپ نے ٹالنا چاہا مگر موصوفہ کے اصرار پر آپ مع اہلیہ موصوفہ کے سندیلہ تشریف لائے۔ یہاں حاکم وقت نے آپ کے علم و فضل سے آگاہ ہو کر ایک سو بیگھہ زمین معافی موضع سرداہیں پیش کی اور اس کے بعد کچھ اضافہ کر کے موضع معروف پورسرائے میں پیمائش کرا دی۔ آپ نے سکونت

Marfat.com

اور قیام کے واسطے کچھ زمین کھلو ربہ والوں سے خرید فرمائی اور وہاں حویلی تعمیر کرائی - اور ایک قطعہ آراضی باغ امرہرہ میں خرید کر کے قبرستان قرار دیا۔ اور اپنی علو ہمتی سے اولاد بندگی سید حسن قدس سرہ کو بھی اُس جگہ قبریں بنانے کی اجازت بخشی۔ بلند نظری اور فیاضی کا دوسرا ثبوت ملاحظہ ہو کہ تمام جائیداد موروثی - مکانات۔ باغات۔ حصہ زمین مخدوم پورہ اور خانہائے جدید بدر اپنے چاروں بھائیوں کو معاف کر دیا۔ آپ کے تقدس اور علم و فضل کا شہرہ سنکر جہانگیر، شاہجہاں اور عالمگیر ایسے بادشاہان مغلیہ نے آپ سے ملاقات کی اور بڑی قدر و منزلت کے ساتھ عطایا اور معافیات عطا کیں۔ عہد عالمگیری میں جب آپ دارالسلطنت دہلی میں تشریف لے گئے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے مقربان کے ذریعہ ملاقات کی آرزو پیش کی۔ مُلا صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "بادشاہ وقت سے اس شرط پر ملاقات کرنے پر تیار ہوں کہ ایک بار سے زائد مجھے تکلیف نہ دیجائے اور اسی ملاقات میں رخصت بھی عطا ہو جائے۔ کیونکہ ہم خاک نشینوں کے پاس اس قدر موقع نہیں ہے کہ دنیاوی لوگوں کی طرح حاضر باشی کر سکیں اور رخصت کا انتظار کرتے رہیں۔" بادشاہ نے شرائط قبول فرمالیں اور بغرض ملاقات تشریف فرما ہوئے۔ اور تخمیناً تین گھنٹے ملاقات رہی۔ بادشاہ سوائے مُلا صاحب کے اور کسی طرف مخاطب نہوئے اور مسائل دینی و حقائق و معارف یقینی پر بحث رہی اور رخصت کے وقت پانچ سو بگیہ کی اراضی کی سند عطا کی۔ اور اپنی بابت دعائے خواستگار ہوئے۔ مُلا صاحب نے فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ "عاقبت بخیر ہو اور ایمان سلامت رہے"! بادشاہ سلامت کو یہ دعا سن کر اس قدر مسرت ہوئی گویا کہ ربع مسکون کی سلطنت ہاتھ آگئی۔ فوراً پانی طلب کر کے تجدید وضو

Marfat.com

کیا اور دو رکعت شکرانہ نماز ادا کی۔ اور فرمایا "سبحان اللہ ایسے ایسے خدا ترس بزرگ میری سلطنت میں موجود ہیں جو اللہ جل شانہٗ سے میری عاقبت کی خیر اور ایمان کی سلامتی کے خواستگار ہیں"۔ اس کے بعد کتب خانۂ خاص سے ایک جلد کلام مجید کی اور ایک ہزار روپیہ نقد نذرانہ از راہ مرحمت کر کے ملا صاحب کو رخصت فرمایا آپ جامع کمالات ظاہری و باطنی اور بڑے عبادت گزار و خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ نے موضع تلونڈی بزرگ میں باغ نصب کرنا چاہا۔ اور نونہال پودے اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں کے شاہی نامی چودھری نے جس کو اپنی زمینداری کا گھمنڈ تھا اعتراض کیا کہ "اپنی زندگی میں یہاں کسی کو بھی باغ نہ لگانے دوں گا۔ البتہ میرے بعد اختیار ہوگا"۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ "کچھ مضائقہ نہیں"۔ یہ فرما کر مع ان پودوں کے واپس تشریف لے آئے۔ دوسرے روز چودھری مذکور ایک تقریب میں موضع کلیان مل گیا تھا کہ اتفاق سے وہاں چوروں سے مڈبھیڑ ہو گئی اور چودھری مارا گیا۔ اور نعش اس کی سندیلہ لائی گئی۔ ملا صاحب نے اطلاع ہونے پر فرمایا کہ "چودھری کا اقرار پورا ہو گیا"۔ چنانچہ اسی روز آپ نے موضع میں پہونچ کر باغ نصب کرا دیا۔ ملا صاحب کی عالی ہمتی کی ایک مثال اور بھی ہے ملاحظہ فرمائیے کہ در عہد شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ نواب لہراسپ خاں ناظم صوبہ تھے۔ اس کے عاملوں نے دیہات اور حقوق معاشیہ پر کچھ نذرانہ مقرر کر کے وصول میں سختی کی۔ مخلوق کی تنگی کا احساس کر کے اولاً آپ نے حاکم سندیلہ سے مخلوق کی عاجزی اور غریبی کا اظہار کیا۔ جب اس نے کوئی التفات نہ کیا۔ تو پھر زمیندران آپ کے پاس اکٹھا ہوئے اور عذر خواہ ہوئے کہ آپ ایسے برگزیدہ اور خدا ترس بزرگ کے ہوتے ہوئے کیا ہم لوگ سختی اور ذلت اٹھاتے رہیں۔ بغیر آپ کے تکلیف کیے ہوئے

Marfat.com

یہ مرحلہ طے نہیں ہوگا۔ چنانچہ آپ پانچویں بار دارالخلافہ روانہ ہوئے اور اکثر زمین داران آپ کے ساتھ ہوئے۔ دارالخلافہ پہونچ کر مع ہمراہیوں کے لہراسپ خاں کے سامنے پیش ہوئے اور مخلوق کی تنگ حالی کا اظہار کیا۔ لہراسپ خاں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنا حال بتائیں۔ آپ کو تمامی خلائق سے کیا سروکار۔ تب ملا صاحب نے فرمایا کہ "میرے دیہات معاشیہ آپ کے عامل نے بدستور معاف رکھے ہیں۔ میں محض تمامی خلائق کی دادرسی کے لیے آیا ہوں اور انہی کے ساتھ ہوں۔" تب خاں موصوف نے سوال کیا کہ آپ کے پاس کس قدر معاش ہے۔ آپ نے اپنے دیہات اور چکوک کی تفصیل لکھ کر خاں موصوف کے ہاتھ میں دیدی۔ خاں موصوف نے امتحاناً ملا صاحب سے کہا کہ "آپ چونکہ بہبودی خلائق کے واسطے تشریف لائے ہیں۔ لہذا آپ کی خاطر سے تمام صوبہ کی رعایا کو معاف کیے دیتا ہوں لیکن آپ کے دیہات اور چکوک واپس نہوں گے۔" ملا صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ "الحمدللہ تمامی خلائق کا یہ کام میرے سبب سے طے ہو گیا۔" اور وہیں ہاتھ اٹھا کر خاں موصوف کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اور بغیر اجازت لیے ہوئے وطن واپس ہو گئے۔ نواب لہراسپ خاں نے تمام صوبہ کے پروانہ جات معافی عاملوں کے نام تحریر کر کے زمین داران عذرداران کو عطا کر دیے کہ وہ لوگ بخوشی وخرمی وطن واپس ہوئے۔ چند روز کے بعد نواب موصوف نے اپنے مصاحبوں سے پوچھا کہ "وہ کامل اور لالمع صاحب کہاں ہیں۔ جو تمام صوبہ کی دادرسی کے لیے آئے تھے۔ اور میں نے ان کے معاشیہ دیہات اور چکوک کی فہرست ان سے لے کر ان کی سفارش کے مطابق تمامی صوبہ میں معافیات کی اسناد تحریر کرادی ہیں۔ لیکن انہوں نے اپنی ذاتی مفاد کی بابت کوئی عذر نہیں پیش کیا اور وہ فہرست مجھ سے واپس نہیں لی۔" مصاحبوں نے جواب دیا

Marfat.com

کہ" وہ تو اپنا مطلب پاکر وطن واپس تشریف لے گئے"۔ تب نواب موصوف نے کہا کہ "سبحان اللہ کیسے بے غرض اور بزرگ ہستی ہیں کہ مخلوق خدا کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اپنی معاش کی کوئی فکر نہیں رکھتے ہیں"۔ فوراً ایک منزل رتھ اور مبلغ پانچسو روپیہ نقد مع سند معافی زمین اپنے ہرکاروں کے ذریعہ روانہ کر دی۔ اور معذرت خواہ ہوا۔ یہ سب چیزیں راستہ ہی میں مُلّا صاحب کو پہونچ گئیں۔ اور آپ خوشی خوشی اپنے گھر پہونچ گئے۔ عطیات معافی کی فہرست حسب ذیل ہے (۱) موضع معروف پورسرائے میں ۲۰۰ بیگھہ۔ (۲) موضع پاکھا ڈانڈ میں ۱۷۶ بیگھہ (۳) تلوئی بزرگ میں ۲۸۷ بیگھہ (۴) موضع سانکھ میں ۱۱ بیگھہ (۵) موضع باچھوپور میں ۲۴ بیگھہ (۶) موضع طرف جھتوانہ میں باغ ۱ بیگھہ (۷) ملیح آباد میں ۵ بیگھہ (۸) موضع جاموں میں ۴۵ بیگھہ جملہ ۱۱۰۱ بیگھہ اراضی۔ اور یہ تمام آراضی بہادر شاہ بادشاہ کے عہد تک آپ کی اولاد کے قبضہ و تصرف میں رہی۔ نواب شجاع الدولہ بہادر صوبہ دار اودھ کے عہد میں جہاں اور علمی اداروں کی معافیات ضبطی میں آئیں وہاں یہ معافیات بھی ضبط ہو گئیں۔ آپ بہت بڑے عالم و فاضل اور متراضع و عبادت گزار بزرگ تھے۔ ایک سو چار سال کی عمر پاکر سنہ ۱۱۶۴ھ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اپنی خرید کردہ زمین باغ امرہرہ میں مدفون ہوئے آپ نے لوگوں کے اصرار سے آخر زمانہ میں ایک شادی خیرآباد میں کی تھی۔ ان بی بی صاحبہ کے برتاوے اپنی اولاد کے ساتھ کچھ اچھے نہ دیکھ کر آپ نے اپنی جائداد کو بتفصیل ذیل تقسیم فرما دیا۔ کہ خانۂ سکونت اپنی صاحبزادی مسماۃ کافیہ بی بی کو عطا کر دیا۔ اور دیہات معاشیہ میں موضع معروف پورسرائے موازی ۲۰۰ بیگھہ و موضع پاکھا ڈانڈ موازی ۱۷۶ بیگھہ و چک موضع باچھوپور موازی ۲۴ بیگھہ

Marfat.com

ہر دو دختران سماۃ کافیہ اور سماۃ صالحہ کو دیے۔ اور چک موضع سانکھ ۔ آنگھ سید مودود عرف شیخ دوندے کو دیا اور باقی اپنے اخراجات کے لیے موضع تلونڈی بزرگ موازی ۲۸۰ بیگھہ دچک جاموں وغیرہ رکھا۔ اس انتظام کے بعد آپ کے گھر میں ایک صاحبزادہ سید محمد مسعود پیدا ہوئے اور ایک ماہ کے بعد آپ نے انتقال فرمایا۔ سید محمد مسعود جب سن شعور کو پہنچے، آپ کی شادی برادری سعد زئی میں شیخ عبدالرحمٰن ابن شیخ محمد دائم کی صاحبزادی سے ہو گئی اور ایک صاحبزادی و ایک صاحبزادہ سید محمود پیدا ہوئے۔ جو صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ سید مسعود بعد حصول علم دار الخلافت دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں دربار عالمگیری سے سند قضائی صوبہ اجین عطا ہوئی۔ وہاں سے آپ اجین روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں اکیس سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح سے ملا صاحب کی اولاد پسری کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا۔ البتہ اولاد دختری کا سلسلہ تا ایندم جاری و ساری ہے۔ حافظ امام بخش اور چودھری علی رضا و محمد رضا آپ کی دختری اولاد میں سے تھے۔

۴۷۔ شیخ عبداللہ صوفی شطاری

فرزند رشید کمال الدین بہلول ابن شیخ چاند ابن جنید ابن محمد ابن برہان الدین ابن علاء الدین ابن نجم الدین احمد ابن مولانا شمس الدین ہردی عثمانی زادہم۔ آپ کا قصبہ سندیلہ ہے۔ آپ ۲۲ ربیع الثانی ۹۲۶ھ دوشنبہ کے دن نماز عصر کے وقت پیدا ہوئے۔ زمانہ طفلی ہی سے آپ میں ولایت کے آثار نمودار تھے۔ چنانچہ نو برس کی عمر میں خداشناسی کا ذوق پیدا ہوا۔ اور حضرت مخدوم شیخ صفی پوری

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ سولہ برس کی عمر میں ظاہری علوم کی تحصیل
کے واسطے گھر سے نکلے اور قصبۂ گوپامئو میں شیخ الہداد اپنے نانا ابن سعد اللہ عثمانی
کی خدمت میں پہونچ کر صرف و نحو شروع کی۔ وہیں بدرالدین بدایونی کو خواب
میں دیکھا اور حسب الحکم بدایوں پہونچ کر چھ ماہ کامل ان کے روضہ کے مجاور رہے
پھر خواجہ قطب الدین اوشی چشتی دہلوی کو خواب میں دیکھ کر دہلی روانہ ہوئے
اور شیخ معز الدین بخاری کی خانقاہ میں قیام کر کے نحو، کافیہ اور ارشاد وغیرہ تین
کتابیں پڑھیں۔ روزانہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر روضہ متبرکہ پر جایا کرتے اور رات کو
دن کر دیا کرتے تھے۔ پورے سال بھر یہ سلسلہ قائم رہا۔ ازاں بعد حضور خاتم الانبیا
صلعم عالم رویا میں تشریف لائے اور حکم دیا کہ مولانا برہان الدین ملتانی حصار میں
تمہارے منتظر ہیں۔ ان کے درس میں حاضر ہو کر کمالات کی تحصیل کرو۔ صبح کو حکم کی
تعمیل میں حصار روانہ ہوئے اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر درس شروع کیا۔
اکثر علوم عربیہ کی کتابیں اور تفسیر پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا کے ساتھ احمد آباد
گجرات میں رہ کر شرح مواقف۔ شرح مقاصد، الہیات اور بعض ریاضی کے رسالے
حضرت شیخ وجیہہ الدین احمد علوی کے درس محمدیہ میں اور مقتدی میں ہدایہ فقہ اور
عقائد شیخ مبارک دانشمند شطاری گوالیاری کے سامنے حاصل کیں۔ علم حدیث
میر عبدالاول دولت آبادی سے حاصل کیا۔ اور نصوص کی اجازت مولانا مصطفیٰ
ردی سے لی۔ چوبیس سال کی عمر میں جب یہ تمام کمالات فراہم ہو گئے تو ایک عجیب جذبہ
پیدا ہوا۔ تمام کتابیں لوگوں کو تقسیم کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور خدا شناسی کا ذوق
ایسا دامن گیر ہوا کہ ہر وقت پیر روشن ضمیر اور مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہنے
لگے۔ آخر کار ایزدی عنایت اور حضور رسول مقبول صلعم کی رہنمائی سے حضرت شیخ

Marfat.com

محمد غوث گوالیاریؒ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضرت غوث الاولیا نے دو ماہ کے عرصہ میں مشرب عشقیہ شطاریہ کے تمام اذکار اور اشغال تعلیم کرکے انوار و اسرار سے بہرہ یاب کردیا۔ اور ۹ ذی الحجہ ۹۵۰ھ کو تمام خانقاہ نشینوں کا سرحلقہ بنادیا۔ دس برس کامل خانقاہ غوثیہ میں آپ مبتدی درویشوں کی تربیت فرماتے رہے۔ اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت غوث الاولیا سے اجازت لیکر روانہ ہوئے۔ پانچ برس تک مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں قیام کرکے کمال ریاضت میں منہمک رہے۔ اس عرصہ میں ہر سال حج کے واسطے برابر جاتے رہے۔ پھر حسب الحکم احمد آباد گجرات میں واپس آکر متاہل ہوئے۔ پندرہ برس تک اس شہر میں قیام فرمایا۔ ۹۸۱ھ میں حضرت غوث الاولیاؒ کی زیارت کے واسطے گوالیار تشریف لائے یہاں دو سال روضۂ منورہ کی خدمت کی۔ بعدہٗ بفرمان پیر مرشد ۹۸۳ھ میں آگرہ آئے۔ اور مٹیا محل متصل تھانہ رکاب گنج گلی میں سکونت اختیار کرکے خلق خدا کی فیض رسانی میں مشغول ہو گئے۔ اور ۲۳ جمادی الاول ۱۰۱۱ھ کو وصال فرما گئے۔ اور اکبر آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ گوشہ نشین رہے۔ ترک الدنیا راس کل عبادۃ۔ پر عمل رہا۔ کسی آشنا یا بیگانے کے دروازہ پر مطلق نہیں گئے اور اپنے حجرہ کے اندر ہی خواب گاہ بھی اختیار کی۔ (۱) سراج السالکین بر متن جواہر خمسہ (۲) اوراد صوفیہ (۳) رسالہ صوفیہ (۴) انیس المسافرین (۵) اسرار الدعوات (۶) شرح رسالہ غوثیہ (۷) کنز الاسرار فی حال اشغال الشطار آپ کی تصنیفات۔ یادگار ہیں۔ اور آپ کے فرزند رشید شیخ عبدالغنی صاحب تھے۔

اخذ از بوستان اخیار صفحہ ۹۶، ۹۷ و ۹۸

(۱) گلزار الابرار۔ صفحہ ۸۶ (۲) مرات الاسرار۔ (۳) بحر زخار۔

Marfat.com

۸ ۴۔ مولوی عسکر علی المخاطب خیر اللہ خاں

خلف اکبر حضرت مولانا احمد اللہؒ۔ اپنے پدر بزرگوار ہی کے شاگرد بھی تھے۔ علم سے فراغت حاصل کر کے والد ماجد کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ مولانا نے احمد شاہ بادشاہ سے ملایا اور فراغ کا ذکر بھی کیا۔ بادشاہ سلامت نے امتحاناً آپ سے چند سوالات کیے۔ جن کے جوابات آپ نے معقول دیے۔ بادشاہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خیر اللہ خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ جاگیر بھی عطا فرمائی اور تعمیر مدرسہ کے لیے نواب المنصور خاں وزیر کو حکم صادر کیا۔ چنانچہ اس کی تعمیل فوراً عمل میں آئی۔ اور مدرسہ کا نام منصوریہ رکھا گیا۔ اور خیر المدارس بلحاظ خیر اللہ خان تاریخ تیاری برآمد ہوئی۔ بعد تیاری مدرسہ آپ درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ مدرسہ کے واسطے بارہ مواضعات معاف تھے۔ جو نواب سعادت علی خاں کی بے پناہ تلوار کا شکار ہو گئے اور ضبطی میں آ گئے۔ عبد الرحمان خاں قندھاری نواب کے دربار میں گستاخ مصاحبوں میں تھے اور ادھر مولوی صاحب سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ ایک روز موقع پا کر مواضعات کی واگذاری کی بابت نواب صاحب سے عرض معروض کرنے لگے۔ اس پر نواب صاحب نے فرمایا کہ "اگر مولوی صاحب خود آ کر درخواست کریں تو ہم ان کے مواضعات واگذار کر دیں گے۔" خاں صاحب نے فوراً مولوی صاحب کی خدمت میں اطلاع کرا دی۔ مولوی صاحب نے بوجہ استغنائی جبلی جواب دیا کہ "رزق طلبی کے لیے امیروں کے یہاں نہ جاؤں گا۔" یہ جواب سن کر نواب صاحب نے کہا کہ "ہم جانتے تھے کہ مولوی صاحب نہ آئیں گے۔ اسی واسطے واگذاری ان کے آنے پر مشروط کر دی تھی۔" القصہ اگر ان امیروں صو...

Marfat.com

داروں نے علمی اداروں کا گلہ نہ گھونٹ دیا ہوتا تو شریعت اسلامی کا نہ تو چلن ہی مٹ جاتا اور نہ ملک میں ان بدعات اور نامشروعات نے اپنا عملہ دخلہ کر کے رنگ رلیوں کی یوں دھوم مچا کر ساری بجھی ہوئی بات الٹ دی ہوتی۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند۔ صفحہ ۱۰۴ (۲) بیاض مولوی سرفراز علی صاحب سندیلوی

۴۹۔ عارف علی شاہ عارف

ایرانی نژاد اور دوست محمد شاہ بادشاہ ایران کے عمائدین میں تھے۔ کوہ دل برداشتہ ہو کر ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور سیاحی کرتے ہوئے حیدرآباد سندھ پہونچے۔ اور حضرت سالک شاہ نعمت اللہ کے مرید ہوئے۔ وہاں سے تمام شہروں میں گھومتے پھرتے ہوئے لکھنؤ پہونچ کر مقیم ہو گئے اور اس کے بعد سندیلہ میں زیادہ قیام رکھنے لگے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

کوئے عشق است خاک سندیلہ   اے خوشا خاک پاک سندیلہ

بہت وجیہہ اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ عقیدت مندوں کے مجمع نے زیادہ مدارات کے دروازے کھول رکھے تھے۔ دو تین روپیہ روزانہ کا صرف تھا۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں فرماتے۔ ظاہری ذریعہ معاش مفقود ہونے کی وجہ سے بعض لوگ گمان کرتا تھا کہ آپ کو دست غیب حاصل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب سنہ ۱۲۰۰ھ؎ میں مقام لکھنؤ انتقال فرمایا۔ اور نعش سندیلہ لا کر جس پر فضا باغ موسومہ باغ شیخ لال میں آپ قیام

؎ مولوی ظہور علی نے اپنے روزنامچہ قلمی میں تاریخ وفات ۵ جنوری ۱۸۰۸ء مطابق ۹ رمضان ۱۲۲۲ھ درج کی ہے۔ (ہاشمی)

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے دفن کی گئی۔ یہ اراضی باغ شیخ لالہ جہانگیر بادشاہ نے فضیلت پناہ حقائق دستگاہ سید لالہ المعروف شیخ لالہ نبیرۂ حضرت حاجی الحرمین شریفین میران محمود قدس سرہٗ العزیز کو مدد معاش کی بابت عطا کی تھی عاقف کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔

مختصر کلام آپ کا ہدیۂ ناظرین ہے ؎

در گلتا نیکہ از جنت بخوبی عار داشت — صد بہار تازہ در رخسار سر دیوار داشت
ہر طرف جاری ہزاران چشمۂ کوثر یار داشت — بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت
دندران برگ دلنوا خوش نالہ ہائے زار داشت

خواستم تا در حقیقت دانم این اسرار چیست — درمیان عین شادی گریۂ سرشار چیست
رو برد دلدار دیگر شکوہ از دلدار چیست — گفتمش در عین وصل این نالہ ہائے زار چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق دراین کار داشت

ہر چہ می داری بمن دہ وہم ناکامی مکن — جام را از کف منہ خوف بد انجامی مکن
ہوش کن اے دل بریں سودا و خامی مکن — گر مرید راہِ عشقی فکر بد نامی مکن
شیخ صنعان خانہ رہن خانۂ خمار داشت

دیگر

شمشاد قدے لالہ رخ گلبدن اینست — جانانۂ ہر خلوت و ہر انجمن اینست
ساقی اگر اینست و شراب کہن اینست — کیش من و دین من و ایمان من اینست

دیگر

عمریست انتظار تو دارم، بیا بیا — یارم بیا بیا و نگارم، بیا بیا
مردم در انتظار و بپرسش نیامدی — از بہر فاتحہ بہ مزارم، بیا بیا

دیگر

Marfat.com

ہمہ روز بیقراری ہمہ شب باہ وزاری   بچہ کار ایں دل من کہ نگاہ دارم او را

رُباعی

برخیز کہ گلہ خان زیبا رفتند
شمشاد قدان وسرو رعنا رفتند
اے مرد خدا چند نشینی غافل
بشتاب کہ ہمرہان ہمانا رفتند

۵۰۔ شیخ عماد الدین المعروف حافظ ابن شیخ نظام الدین

مصنف صاحب بحر ذخار تحریر فرماتے ہیں "محبوب خدا۔ تارک تاج دمریر۔ کلید فتح مہمات کارخانۂ تقدیر شیخ عماد الدین بن شیخ نظام الدین المعروف بہ حافظ۔ آپ فقر وفنا کی سلطنت میں عالی رتبہ رکھتے تھے۔ محویت اور سکر کے غلبہ کی وجہ سے سادہ تمام تجرد اور توکل میں گذار دی۔ وصال سے دو روز قبل اپنے یاران باصفا سے فرمایا کہ میری زندگی میرے قبضہ اقتدار میں دے دی گئی ہے۔ دوست اپنے دوست کی زیادہ جدائی اب برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے اس دنیا میں وقت ضائع کرنا بے کار ہے۔ اس ارشاد کے تیسرے روز پردہ فرما گئے" مزار قدیہ کے شمال میں واقع ہے۔

۵۱۔ منشی عبد الحئی خوشنویس

ابن منشی عبد الستار خوشنویس ابن شیخ عبد الوہاب ابن شاہ ولی اللہ فریدی ثم فاروقی قاضی زادہ سندیلی۔ آپ کا خاندان سلطنت اودھ میں بخط خوشنویسی یگانہ اور شہرہ آفاق رہا ہے کہ جس سے دور دور تک لوگوں نے فیض اٹھایا ہے۔ آپ کے

Marfat.com

والد ماجد منشی عبدالستار صاحب کی لکھی ہوئی تاریخ بیتا ندی کے پل پر موصوف کی استادی کا ثبوت دے رہی ہے۔ آپ کے خاندان کے اکثر افراد دربار اودھ میں بعہدہ تحصیلداری ممتاز رہے ہیں۔ آپ بھی اپنے زمانہ میں فن خوشنویسی میں استاد مانے گئے ہیں۔ دربار لکھنؤ میں نیز دور دور آپ کے مقابلہ کا دوسرا استاد فن نہ تھا۔ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی ملازمت سے مشرف تھے۔ کارخانۂ سلطنت بگڑ جانے پر بادشاہ ممدوح کے ہمراہ کلکتہ چلے گئے تھے۔ اور وہیں انتقال فرمایا اور سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعلی صاحب تھے۔ جنہوں نے شاید سندیلے سے قطع تعلق کر لیا تھا اور لکھنؤ ہی میں آباد ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے آپ کے کچھ حالات فراہم نہ ہو سکے۔ البتہ اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے خان بہادر شیخ عبدالسمیع ڈپٹی کمشنر و خان بہادر شیخ عبدالحق ڈسٹرکٹ سشن جج و شیخ عبدالعلیم ڈپٹی کلکٹر تھے خان بہادر شیخ عبدالحق ریٹائرڈ جج کے صاحبزادہ شیخ عبدالجلیل فریدی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس لکھنؤ۔ ڈی۔ ٹی۔ ایم اینڈ ایچ لندن۔ بی ٹی ڈی۔ ڈی دہلی قابل ڈاکٹر تھے اور لکھنؤ شہر میں پرائیویٹ پریکٹس کرتے تھے۔ آپکی پہلی شادی چودھری محب اللہ ڈپٹی کلکٹر کی صاحبزادی مسماۃ عفت کرامتیہ بی۔ اے کے ساتھ ہوئی تھی[1][2]

---

[1] مابین کاکوری اور ملیح آباد۔ [2] ڈاکٹر فریدی کا انتقال لکھنؤ میں ۱۹ مئی ۷۴ء کو ہو گیا۔ ہاشمی۔

۵۲۔ منشی عزیز الدین

ابن شیخ جمیل الدین ابن شیخ عبدالصمد ابن شیخ کفایت اللہ فاروقی سندیلوی ابن شیخ حیات اللہ ابن قاضی رضی منتجاب ابن قاضی محمد اسمٰعیل ابن قاضی عماد الدین

Marfat.com

ہرگامی ثم بدایونی۔ حافظ امام بخش نورانی السندیلیؒ تحریر فرماتے ہیں "مسماۃ راج گوسائیں دختر شیخ عبدالغفور ابن شیخ عبدالقادر قاضی زادہ کہ شیخ حیات اللہ ہرگامی کتخدا شدند۔ پنج پسران وسہ دختران تولد شدند۔ وہر یک بوراثت نانہالی در سندیلہ توطن اختیار کردند۔ و فرزندان شان بر ترکہ شیخ عبدالغفور کہ از طرف جدستان عبدالرحمن قاضی زادہ و از طرف وراثت نانہالی بر ترکہ مخدوم سید نصیرالدین ابن حضرت مخدوم سید علاء الدینؒ قابض و متصرف بود مالک اند"۔ آپ کے آباؤ اجداد قصبہ ہرگام ضلع سیتاپور کے عہدۂ قضا پر مامور تھے اور بہت ذی علم و ذی مقتدر خاندان کے فرد تھے۔ شیخ کفایت اللہ اور ان کے برادران وراثت نانہالی کی وجہ سے سندیلہ آکر آباد ہو گئے تھے۔ آپ شیخ موصوف کی چوتھی پشت میں اپنی پردادے ہیں آپ کی پیدائش اسی قصبہ کی ہے۔ علوم فارسی اور عربی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ صوبہ متوسط میں اولاً تحصیلدار اور پھر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہے۔ اور وہیں مختلف اضلاع میں ایمانداری اور قابلیت کے ساتھ فرائض منصبی انجام دینے کے بعد پنشن حاصل کی اور سندیلہ تشریف لائے اور اپنی زندگی کے باقی ایام یاد الٰہی میں صرف کیے اور ۱۲ مئی ۱۸۸۲ء کو انتقال فرما گئے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے غدر کے بعد حسن خدمات و خیر خواہی کے صلہ میں موضع اٹوا تحصیل بلگرام معافی میں عطا فرمایا جس کو کسی مصلحت خاص کی بنا پر بذریعہ ہبہ نامہ محررہ ۱۹ اپریل ۱۸۷۶ء اپنے بڑے صاحبزادے شیخ قبول احمد کے نام منتقل کر دیا تھا۔

---

(۱) تاریخ سندیلہ بر صفحہ ۳۱۱۔ و (۲) سوانح عمری مولوی مظہر علی صاحب بر صفحہ ۳۱۵ و ۳۱۶
(۳) نسبنامہ مؤلفہ حافظ امام بخش نورانی۔

Marfat.com

۵۳- حافظ مولوی شیخ عبدالجلیل

ابن حافظ نوازش علی ابن شیخ بشارت علی سندیلوی۔ آپ ماہ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ کلام مجید حفظ کرنے کے بعد صرف ونحو اپنے والد سے پڑھی اور علوم درسیہ حافظ شوکت علی۔ مولوی محمد علی دو کوہی۔ مولوی محمد کمال عظیم آبادی۔ مولوی عبدالحمید عظیم آبادی اور مولوی نعیم الدین ساکن عمرز متعلق ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے حاصل کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کا خاص شغل درس و تدریس تھا۔ اور یہ فیض برابر جاری رہا۔ آپ کی تصانیف میں (۱) رسالہ ہدایت الکبریٰ (۲) البرق الخاطف (۳) رسالہ الشہاب الثاقب ہیں۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند بر صفحہ ۱۰۷۔

۵۴- چودھری عبدالباقی سندیلوی

ابن مولوی ولی اللہ ابن مولوی فضل اللہ ابن نواب عظمت اللہ خان اُناحی۔ آپ کے مورث شاہ ضیاء الدین کرمانی سمرقند سے ۹۶۰ھ میں ہندستان تشریف لائے اور چندے دہلی میں قیام کیا۔ اس کے بعد لکھنؤ آ کر اپنے دوست حضرت شاہ عبدالرحیم بخاری عثمانی کے ساتھ مستقل سکونت محلہ بخارا میں اختیار فرمائی۔ شاہ ضیاء الدین کرمانی کے فرزندان میں شاہ محمد موسیٰ کرمانی نے خاندان حجاجیان دیوہ سے تعلقات قرابت داری کی بنا پر دیوہ میں قیام فرمالیا۔ لیکن آپ کی اولاد میں اکثر افراد لکھنؤ ہی میں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم شیخ محمد اعظم اعظم ثانی "لکھنؤ ہی میں

Marfat.com

قیام فرما رہے۔ مخدوم صاحب ممدوح کی ساتویں پشت میں مولانا عماد الدین صاحب نے دیوہ کی سکونت ترک کرکے قاضی زادگان اناّم کی قرابت داری کی بنا پر اناّم میں سکونت اختیار فرمالی۔ اور اس طور سے دیوہ کے تعلقات بالکل منقطع ہوگئے۔ مولانا صاحب موصوف کے صاحبزادے دیوان شیخ فتح اللہ مدرس شاہزادہ دارا شکوہ تھے۔ جو خاندان شیخ زادگان اناّم کے مورث ہوئے۔ چودھری صاحب موصوف دیوان صاحب موصوف کی آٹھویں پشت میں ہوتے ہیں۔ آپ کی ننہال بنی سعد زئی الصدیقی قصبہ سندیلہ میں تھی۔ شیخ انعام اللہ ابن شیخ ہدایت اللہ برادر حقیقی چودھری حافظ مبارک سعد زئی چودھری صاحب کے نانا تھے۔ ۱۲۳۳ھ میں آپ اپنے ننہال قصبہ سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش و پرداخت بھی ہوئی۔ علوم عربی و فارسی قصبہ کے نامور استادوں سے حاصل کیے۔ جن میں چودھری حافظ شوکت علی کا اسم گرامی خاص طور سے ہے۔ علاوہ ازیں اپنے جد مولوی فضل اللہ کے برادر بزرگ مولوی احسان اللہ ممتاز الشعراء کی شاگردی کا بھی آپ کو فخر حاصل تھا۔ جن کا آپ فخریہ ذکر اس طرح فرماتے ہیں ؎

باقیا ہست مرا ناز بہ فیض ممتاز ہمہ کس را بہ سخن سنجی خود ناز بود

آپ کو شاعری سے بھی ذوق تھا اور باقی تخلص کرتے تھے۔ تاریخ لکھنے میں اچھا ملکہ تھا۔ چودھری محب اللہ ڈپٹی کلکٹر ممالک متحدہ وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ محمد عبدالباقی صاحب چودھری المتخلص بہ باقی نبیرۂ حضرت ممتاز و جد راقم الحروف عالم علوم عربی و فارسی بود۔ در فنون لطیفہ ماہر خصوصاً در فن شاعری و صنعت حرفت صاحب کمال بود۔ باوجود مشاغل زمینداری و مکروہات دنیاوی گوناگوں ایجادات گذاشت و دیوان ضخیم یادگار داشت۔ در شاعری و خوشنویسی اہالیان قصبہ استفادہ

Marfat.com

بلیغ حاصل کردند۔ یکے از اختراعات او بر صفحۂ روزگار قواعد دریافت ایام و تواریخ مشہور سنین عیسویہ از سن یک الی غیر النہایت است"۔ اور بربنائے ترکۂ نانہالی آپ کی مستقل سکونت سندیلہ ہی میں رہی۔ اور چودھری کہلائے۔ اور اپنی قابلیت وخوش انتظامی کے باعث جائداد میں کافی وسعت فرمائی۔ تاریخ وفات ہفت دہم ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ بہ عمر پنجاہ و دو سال۔

حضرت نامی سندیلوی نے تاریخ وفات کہی:

ے وصل خورد باقی بہ سرود دید ساقی

بہ بدیہہ گفت نامی چہ بہشت یافت باقی

۱۳۱۴ھ

دیگر: گذاشت عرصۂ گیتی مقام جنت یافت

دریغ زود تا سفت جواں عبد الباقی

۱۳۱۴ھ

تاریخ سندیلہ از راجہ درگا پرشاد مہر ص ۲۶۳

۵۵۔ سید عنایت حسین

ابن سید نجابت حسین ابن سید غلام حسین ابن سید نادر بخش المخاطب سید نادر بخش خان بہادر مخدوم زادہ۔ آپ بندگی شیخ حسن میاں مخدوم زادہ کی دسویں پشت میں ہیں۔ علوم ضروریہ سے فراغت حاصل کر کے علاقہ جات کورٹ آف وارڈ عینی نگر۔ سرون بڑا گاؤں اور ملان پور میں سربراہکار مقرر ہوئے جہاں نہایت تدبر اور قابلیت سے اپنے فرائض انجام دیے کہ آپ کی خوش انتظامی اور دیانت

Marfat.com

داری کا شہرہ سن کر نواب سکندر جہاں بیگم رئیسہ بھوپال نے آپ کو طلب کر کے پولٹیکل ڈپارٹمنٹ میں تقرر فرمایا (۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۴ء) اور اس کے بعد صیغۂ مال اور فوجداری کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ اور آخر میں ریاست عالیہ کے اکاؤنٹنٹ جنرل مقرر ہوئے۔ اور اسی عہدہ جلیلہ سے وظیفہ حاصل کیا۔ اور بھوپال ہی میں مکان تعمیر کرا کے سکونت اختیار کر لی۔ بھوپال میں آپ کی کوٹھی اہل وطن کے لیے وقف تھی۔ ہمیشہ آپ برادران وطن سے نہایت کشادہ پیشانی سے ملتے۔ خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ فرماتے تھے، اور ملازمتیں دلوایا کرتے تھے۔ آپ رئیسہ کے معتمد خاص بھی تھے۔ رعایا کے ساتھ آپ کا برتاؤ مثل ایک شفیق باپ کے رہا جس کی وجہ سے آج بھی آپ کا نام نہایت عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے۔ مزاج میں حلم، متانت اور سنجیدگی تھی۔ آپ نے دو نکاح کیے تھے۔ پہلی بیوی آپ کے خاندان میں سید منشی شمس الدین ڈپٹی کلکٹر کی صاحبزادی تھیں جن سے دو صاحبزادے حکیم سید نجم الدین نجمؔ و سید قمر الدین قمرؔ اور ایک صاحبزادی تھیں۔ دوسرا عقد آپ نے بھوپال ہی میں کیا تھا۔ ان سے بھی دو صاحبزادے سید آفاق حسین و حکیم سید اشفاق حسین اور ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ نے بھوپال ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ (دیکھو حال قمر الدین قمرؔ)

تاریخ انتقال سید عنایت حسین بمقام بھوپال ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۳ھ

نقرۂ تاریخ از قمرؔ سندیلوی

سرائے جاوید سید عنایت حسین مرحوم

۱۳۲۳ھ

Marfat.com

۵۶۔ مولوی عبدالقادر

ابن شاہ شمس الدین ابن مولوی اظہر علی ابن مولوی اصغر علی ابن مولوی حمد اللہ۔ ولادت ۔ار محرم ۱۲۳۴ھ یوم دوشنبہ۔ مولوی فقیہ اللہ سندیلوی، مولوی تراب علی لکھنوی مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی لکھنوی، حافظ شوکت علی اور حضرت مولانا سرفراز علی سے علوم عربی حاصل کیے اور اپنے والد کے مرید ہو کر سیاحی کے لیے نکل گئے۔ ناگور اور جھانسی وغیرہ کی جانب سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ وہاں بہت شاگرد ہوئے جن کے نام نہیں معلوم۔ آخر عمر میں سندیلہ آکر یاد الہٰی میں مشغول ہو گئے۔ تاریخ انتقال ۱۹ر ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ اپنے مکان مسکونہ کے سامنے والد کی قبر کے برابر دفن ہوئے۔

تذکرہ علمائے ہند و بیاض مولوی سید سرفراز علی۔ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ اور ۲۷۰۔

۵۷۔ عالم علی شوخی تخلص ملکزادہ

ابن منشی کاظم علی۔ مشہور انشا پرداز منشی غلام مرتضیٰ ملک زادہ مصنف جواہر اللہ ثنا (رسالہ تصنیف ۱۱۸۳ھ) کی اولاد میں تھے۔ شوخی نہایت قابل اور فارسی کے ماہر تھے۔ راجہ درگا پرشاد مہر لکھتے ہیں "منشی کاظم علی بردش پدر سخن می گذارد ما لیسر شش منشی عالم علی طرز فارسی اختیار کردہ۔ نظم و نثر ہر دو نہایت خوب می گویند"۔ شوخی کا قیام حیدرآباد میں رہا اور وہاں ایرانیوں کے ساتھ یکجائی رہنے کی وجہ سے قادر الکلام نثار ہو گئے۔ فارسی کلام بہت ہے۔ قصائد بھی ہیں اور غزلیں بھی۔ نمونہ بنا بر ملاحظہ پیش ہے۔

Marfat.com

دل دیوانۂ من برد نیازے عجبے
عشوہ بازے عجبے عربدہ سازے عجبے

شب غم شدہ کوتاہ و بپایاں نرسید
من و افسانۂ گیسوئے درازے عجبے

تف دریں طاقت زہاد کہ ایں اہل ریا
می فریبند جہاں را بہ نیازے عجبے

ساقی بدہ آں قوت جاں کش ذوق زندان پرورد
از رخ دماند ارغواں در دل گلستان پرورد
در صنع بکشاید چو لب یاقوت سازد از نفث
از قطرہ در بطن صدف گوہر بہ عماں پرورد
عشرت دہد افسردہ را علت برد غم خوردہ را
یک جرعہ اش آزردہ را دل بخشد و جان پرورد
آید بہ شیشہ چوں پری زخشد چو ماہ و مشتری
در تن کند جاں پروری از خاک انساں پرورد

لہ یہ کتاب بحیثیت انشا، فارسی و حالات نہایت عمدہ اور نفیس ہے۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری صفحہ ۲۴۲

۵۸ حضرت شیخ عبداللہ حقانی رح

ابن شیخ فتح اللہ ابن شیخ سلیمان ابن شیخ بڈھن الصدیقی السندیلی آپ کے

Marfat.com

برادر خورد شیخ اسحاق عرف شیخ لالہ تھے۔ جن کی اولاد میں اور نویں پشت میں حضرت حافظ کرم احمد قدس سرہ العزیز نہایت بزرگ شخص تھے۔ اور بلقب نورانی مشہور ہیں۔ اور آپ کی اولاد بلقب حقانی مشہور ہوئی حقانی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ "حضرت میراں سید محمود حاجی الحرمین شریفین قدس سرہ کی اولاد موضع 'براہیں' میں جو قصبہ سندیلہ کے اتر جانب تخمیناً چھ کوس کے فاصلہ پر ہے' آباد ہے۔ آپ کی اولاد میں میراں نظام اپنے وقت میں دیہات کے متعلق سرکار عامل وقت سے خود معاملت کیا کرتے تھے اور ذمہ دار تھے۔ ایک دفعہ عامل وقت نے بنا بر معاملت ان کو قید کرنا چاہا۔ آپ نے آکر حضرت شیخ عبداللہ ممدوح سے سفارش چاہی آنحضرت نے میراں صاحب کو تسلی و تشفی دے کر فرمایا کہ "آج جمعہ کا دن ہے' بعد نماز جمعہ تمہارے کام میں سعی کروں گا۔" غرضکہ میراں صاحب کو رخصت کر دیا' اور آپ نے قیلولہ فرمایا۔ اثنائے قیلولہ میں اپنے تئیں مجلس رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر پایا۔ حضرت صلعم نے آپ سے فرمایا کہ "اے شیخ میری اولاد کے حال سے غافل مت ہو اور جلد خبر لے۔" آپ فوراً بیدار ہو گئے' اور اسی وقت عامل وقت کے پاس جا کر میراں صاحب کی معاملت کے کفیل ہو گئے' اور ان کو چھٹکارا دلا دیا۔ اس کام سے فراغت کر کے جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ اور رات کو جب سونے کے لیے استراحت فرمائی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر خواب میں دیکھا۔ کہ فرماتے ہیں کہ "اے شیخ عبداللہ حقانی تیرے لیے خوشی ہو کہ تو نے میری اولاد کو زندان سے رہا کرایا" بس اس کے بعد سے آپ "حقانی" مخاطب ہو گئے۔ ہر کس آپ کو "شیخ عبداللہ حقانی" سے مخاطب کرنے لگا۔ اور آپ قبیلہ حقانی کے بانی اور مورث ہوئے۔ آپ بہت بڑے عالم و فاضل اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد میں حضرت شاہ امان اللہ

Marfat.com

حقانی آپ کے پوتے مشغلِ ہدایت سلسلہ فردوسیہ ۔ اور شیخ غلام حاجی و مولوی غلام نجف شاہ آپ کی ساتویں پشت میں ۔ اور اب اخیر زمانہ میں آپ کی پشت میں حضرت حضرت حافظ حاجی ۔ حکیم ۔ مولوی شیخ خلیل اللہ رحمت اللہ علیہم بہت برگزیدہ اور نام آور بزرگ گذرے ہیں ۔

۵۹۔ حکیم سید غلام حسین

آپ کے مورث اعلیٰ میر محمد ابراہیم خراسانی مفتخر الاکابر بہ عہد اکبر بادشاہ سندیلہ آئے اور موضع حمکرا جگدیش پور سنہ ۹۹۱ھ میں خرید کیا وہ موضع اب تک آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے ۔ اس بیعانہ پر قاضی وجیہ الدین کی مہر لگی ہے ۔ میر غلام حسین اور میر رعایت علی صاحب کی اولاد میں تھے اول الذکر حکیم حاذق اور مشہور طبیب تھے نواب آصف الدولہ کی کسی بیگم کے علاج کے سلسلہ میں جب شاہی اطباء مجبور ہو گئے تو میر غلام حسین سے رجوع کیا گیا ۔ تقدیر کی خوبی دیکھو یا فضل خدا سمجھو کہ آپ کے علاج سے بیگم صاحبہ اچھی ہو گئیں علاوہ انعام و اکرام کا گراں بہا خلعت عطا ہوا ۔ اور میر صاحب شاہی طبیب کے منصب پر سرفراز ہو کر بہت نام آور ہوئے ۔ آپ نے بیسیوں معرکۃ الآرا علاج کئے ۔ آپ نے سندیلہ میں ایک امام باڑہ ایک دیوان خانہ ایک محلہ اور ایک مکان بنوایا اور اپنے صاحبزادہ حکیم حافظ علی کے نام سے مشہور کیا ۔ بعض عمارتیں ابھی تک قائم ہیں امام باڑہ میں مولوی وجیہ احمد علی (جو میر غلام حسین کے چچازاد بھائی تھے) کا مزار بوسیدہ حالت میں قائم ہے ۔ اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق نصیب کرے کہ وہ قصبہ کی اس آخری علمی یادگار کے اینٹ اور چونے کے ڈھیر کی مرمت کرا دے ۔

Marfat.com

حکیم حافظ علی لاولد رہے لیکن ان کے چچا کی اولاد موجود ہے۔ اور یہ لائق و فائق ہوئی اپنے بزرگوں کی یادگار اچھی حالت میں قائم کیے ہوئے ہیں۔ میر رعایت علی کے پوتے میر مولوی محمد حسن شیفتہ اچھے شاعر تھے۔

(۱) تاریخ سندیلہ صفحہ ۲۰۴

۶۰۔ سیّد حافظ غلام میر مخدوم زادہ

ابن سید فلک ربخش ابن سید عبداللہ ابن سید زین العابدین مخدوم زادہ۔ آپ علامہ مولوی حیدر علی مولوی ظہور اللہ لکھنوی اور مولوی عبدالواحد خیر آبادی (شاگرد رئیس المحدثین محمد اعلم سندیلوی) اور مولوی رجب علی چریا کوٹی (شاگرد مولوی حیدر علی) کے ارشد تلامذہ میں تھے علوم متداولہ حاصل کرنے کے بعد کلکتہ گئے اور تجارت کرنے لگے لیکن یاد الٰہی کا غلبہ ہونے پر وطن آئے اپنا وقت یاد الٰہی اور درس و تدریس میں صرف کر دیا۔ بہت قابل اور خوش اوقات بزرگ تھے تاریخ وفات ۲ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ ہے امرہرہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(۱) علمائے ہند صفحہ ۱۵۰ و بیاض مولوی سرفراز علی۔

۶۱۔ مولوی غلام بخت حقانی

ابن احمد شاہ ابن حافظ عنایت اللہ حقانی صدیقی ذی علم اور خوش اوقات بزرگ تھے رمضان شریف کے مبارک مہینہ میں ایک رات میں پورا کلام

Marfat.com

پاک بنایا کرتے تھے۔ بارہویں صدی میں انتقال فرمایا۔

---

(۱) علمائے ہند ص۱۶۴۔

۶۲۔ میر سید غلام امام

آپ حضرت ہاشم شاہ مہدی د میر مکارکی کی اولاد میں تھے بعہد شجاع الدولہ اور آصف الدولہ چکلہ داری بہرائچ اور شاہجہاں پور پر مامور رہے اور جہاں کہیں بھی تعینات رہے وہاں کچھ نہ کچھ اپنی یادگار بنا بر رفاہ عام و کار خیر ضرور قائم کی۔ بہرائچ میں کنویں تعمیر کرائے اور ایک باغ مسافروں اور میلوں والوں کے آرام کے لیے نصب کیا۔ جو اب تک میر صاحب مرحوم کے نام پر قائم ہے۔ سید سالار مسعودؒ کے عرس کے دوران میلہ والے اس باغ میں ٹھہرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ میر صاحب کے ہم وطن زیادہ تر اسی باغ میں فروکش ہوتے ہیں۔ ضلع شاہجہاں پور میں ایک عالیشان امام بارہ تعمیر کرایا اور مصارف کے لیے آراضی وقف فرمادی بہ فضل الہٰی امامباڑہ اچھی حالت میں ہے نواب مذکور بالا میر صاحب قبلہ کے زہد و اتقاء اور خیر خواہانہ خدمت سے خوش رہتے اور ہمیشہ قدر و منزلت کرتے تھے۔ ممدوح کا شمار خیر خواہوں میں تھا۔ نواب آصف الدولہ نے ۲۷ رشعبان سنہ ۱۲۰۹ھ میں نان کار مبلغ پانچسو روپیہ میر صاحب کو مرحمت کیا اور مختلف موقعوں پر باغ انبہ وغیرہ لگانے کے لیے مرحمت فرمائے جن کے اسناد محفوظ ہیں۔ بہرحال میر صاحب جہاں رہے کار خیر سے غافل نہیں رہے۔ یہی ان کا مسلک تھا اور یہی عقیدہ۔ آپ کے بھائی میر غلام شفیع و میر غلام علاء الدین سندیلہ میں رہتے تھے میر صاحب نے ان دونوں بھائیوں کو کافی رقم مسجد اور امامباڑہ کی تعمیر کے لیے دی

Marfat.com

تھی ۔اس کے کچھ عرصہ بعد شاہجہاں پور سے سندیلہ آئے اور بھائیوں نے بجائے مسجد اور امام باڑہ کے حویلی بنوائی ان کو دیکھا اور غضب ناک ہو کر فرمایا کہ دنیا میں اپنے رہنے کے واسطے اتنے عالیشان مکانات تعمیر کرائے اور عقبیٰ کے واسطے کچھ نہ کیا یہ فرما کر اسی وقت واپس تشریف لے گئے۔ حویلی میں قدم نہیں رکھا تمام حویلی اب تک کھڑی ہے۔ تاریخ وفات ۲۲ رمضان سنہ ۱۲ھ انتقال کیا۔ انتقال کے بعد حاجت مند بیواؤں نے کہا کہ ان کی خبر گیری کرنے والا اٹھ گیا آپ کے صاحبزادہ میر غلام رضا صاحب ۱۱ رجب سنہ ۱۲۳۱ھ سے ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۵ھ تک مختلف عہدہ ہائے جلیلہ پر تعینات ہوئے قصبہ اسٹھی محمود آباد محمدی اور بہانی میں آپ کے زہد و اتقاء اور غربا پروری کی کہانیاں آج بھی مشہور ہیں اس خاندان میں میر فرمان حسین میر دلدار حسین اور میر سجاد حسین صاحب قبلہ کی ہستیاں خاندانی روایتوں کی حامل ہیں خلق و انکسار اور محبت میں بہت مشہور ہیں۔ محترمی میر سجاد حسین قبلہ کی راستبازی حق گوئی حق پسندی احباب پرستی اور وضعداری کی مثالیں راست بازوں کے لیے رہبر اور حاسدوں کی آنکھ میں کانٹا ہیں خدا تندرست رکھے سلف صالحین کی بہترین یادگار ہیں۔

---

[1] اب عرصہ ہوا ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ (ہاشمی)

۶۳۔ مولوی شاہ فضل اللہ

ابن سید شاہ غلام محی الدین مخدوم زادہ درگاہ۔ آپ مخدوم سید خواجہ احمد خلف اوسط حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی گیارہویں پشت میں تھے۔ ابتدائی تعلیم

Marfat.com

مولوی سید زین العابدین مخدوم زادہ اشراف ٹولہ سے حاصل کیے۔ اس کے گوپامئو جا کر وہاں نامور مولویوں سے تکملہ کیا۔ اور سندیلہ واپس آکر اپنے والدماجد حضرت سید شاہ غلام علاءالدینؒ کے مرید ہو گئے۔ اور بعد پدر عالی قدر کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور ساری عمر مخلوق کی خدمت اور اللہ کی یاد میں صرف کر دی۔ ۲۶ رجب آخر بارھویں صدی ہجری میں وصال فرماگئے۔ اور قبرستان کریم باغ میں اپنے والدماجد کے روضہ میں دفن ہوئے۔

(۱) تذکرہ علماء ہند - ۱۶۴ - (۲) بیاض مولوی سرفراز علی صاحب

۶۴۔ شیخ فہیم الزماں

ابن شیخ ممتاز الزماں ابن شیخ جعفر الزماں بجنوری[۱]۔ شیخ محمد علی المعروف دیوانجی جو نواب صاحب باندہ کے دیوان تھے۔ جن کی مخبری کے افسانے قصبہ میں اب بھی مشہور ہیں اور دست گیری کے واقعات اب تک زبانوں پر جاری ہیں۔ اپنی صاحبزادی کی شادی میں دعوت اور دیگر امور کی بابت زر کثیر صرف فرمایا۔ باندہ اور سندیلہ میں نفیس عمارتیں تعمیر کرائیں۔ سندیلہ کی محل سرائے اور دیوان خانہ کا قصبہ کی بہترین عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ شیخ فہیم الزماں صاحب آپ کے نواسے تھے۔ جنھوں نے علوم متداولہ نامی گرامی مولویوں سے حاصل کیے۔ قصبہ کے بہترین علم دانوں میں آپ کا شمار کیا جاتا تھا۔ زیور علم سے آراستہ ہونے کے بعد کتب بینی آپ کا خاص مشغلہ رہا۔ علم تاریخ قدیم اور جدید دونوں میں ماہر وقت تھے۔ اور بہت عمدہ عمدہ کتابیں فراہم کر رکھی تھیں منشی غلام حسین بلگرامی کی معرکۃ آرا کتاب شرائف عثمانی کا قلمی نسخہ آپ ہی کے کتبخانہ

[۱] قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ

Marfat.com

میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خوشخط لکھا ہوا مطلا و مجلد محفوظ ہے۔ آپ نے ۷ ار دسمبر ۱۸۰۹ء کو انتقال فرمایا اور اپنے باغ ہی میں دفن ہوئے۔ آپکے مرتاض اور عبادت گذار فرزند منشی الزماں دمنشی نعیم الزماں صاحب بھی علم تاریخ میں ماہر اور کامل تھے۔ ان دونوں صاحبوں کی اولاد اب گولہ گنج لکھنؤ میں اقامت گزیں ہے۔

(۱) تاریخ سندیلہ ص ۱۶۰۔ (۲) بیاض مولوی سرفراز علی خاں صاحب

۶۵۔ مولوی سید فقیہ اللہ

ابن سید شاہ اصلح اللہ ابن سید شاہ غلام علاء الدین مخدوم زادہ درگاہ۔ آپ ۱۲۰۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمد بخش مخدوم زادہ اشرف لوٹا۔ مولوی محمد ہادی ساکن دیوی۔ مولوی غلام حسین بنگال۔ مولوی اسلم بلگرامی۔ مولوی نور الحق بلگرامی مولوی منشی محمد اصغر۔ مولوی سراج الحق فرنگی محلی اور مولوی جعفر علی کسمنڈی سے علوم متداولہ حاصل کرکے اپنے والد صاحب کے مرید ہوئے۔ تمام عمر درس و تدریس میں صرف فرمادی۔ مسجد مخدوم صاحب میں وعظ فرمایا کرتے اور وہیں درس بھی دیتے تھے۔ ۲۲ صفر یا محرم ۱۲۵۹ھ میں انتقال فرمایا اور بیرون مسجد صحن میں سپرد خاک ہوئے میر تیغ علی سندیلوی محلہ منڈوئی نے تاریخ لکھی ہے

گشت تاریخ فوت آن مخدوم
نیر فقر شد بہ زیر زمین
۱۲۷۰ھ

(۱) علمائے ہند صفحہ ۱۶۳ (۲) بیاض سید مولوی سرفراز علی صاحب۔

Marfat.com

۶۶۔ منشی سید فضل رسول واسطی

ابن حکیم عبدالشکور (خان بہادر حکیم سید محمد بقا خاں) ابن مولوی لطف رسول مخدوم زادہ۔ آپ بندگی شیخ حسن میاں قدس سرہ کی آٹھویں پشت میں تھے۔ آپ کے اسلاف حاذق حکماء تھے۔ آپ نیز آپ کے برادر خورد اپنے خاندان کے یادگار آخری اطبا رتھے۔ اس کے بعد امارت و ثروت کی کھول بھلیوں میں پڑ کر طبابت ختم کر دی۔ اور اب کوئی طبیب نہیں ہے۔ مولوی حکیم الدین خاں ابن ندبیر الدولہ مظفر الملک آسیہ لکھنوی تحریر فرماتے ہیں: "منشی سید فضل رسول قصبہ امیٹھی میں پیدا ہوئے کیونکہ ان کا ننھیال خاندان ملاجیون میں ہے۔ قاضی مسیح الزماں کے مکان میں ۱۹ جمادی الآخر ۱۲۲۸ھ کو جلوہ افروز ہوئے۔ تاریخی نام ذوالفقار علی ہے۔ کتب ابتدائی مولوی سید اعزالدین احمد اور مولوی احمد بخش سندیلوی و مولوی سراج الدین لکھنوی اور مولوی تراب علی لکھنوی اور مولوی سلامت اللہ سے پڑھیں۔ علم نجوم و رمل سید علی مشیرازی سے حاصل کیے اور نکات علم طب اپنے والد بزرگوار مسیح الوقت خان بہادر حکیم سید محمد بقا خاں سے پڑھے علوم عربی و فارسی میں آپ کو اچھی دستگاہ تھی۔ شاعری سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ اس میں اپنے دوست حضرت آسیہ امیٹھوی ثم لکھنوی کے شاگرد تھے۔ اور خود واسطی تخلص فرماتے تھے" تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ گوالیار تشریف لے گئے۔ مولوی جعفر علی علوی خاں بہادر اس وقت ریذیڈنسی گوالیار میں میرمنشی تھے۔ وہاں ان کا طوطی بول رہا تھا۔ ایسی حالت میں منشی صاحب کا ملازمت پا جانا کیا مشکل تھا۔ فوراً آپ نائب میرمنشی مقرر ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد جودھپور ایجنسی کے میرمنشی ہوگئے ازاں بعد اجمیر ایجنسی کے بمشاہرہ ڈھائی سو روپیہ ماہوار میرمنشی مقرر ہو گئے۔ مولوی

Marfat.com

سید منظہر علی صاحب تحریر فرماتے ہیں " ان عہدہ ہائے جلیلہ کے حاصل ہونے پر ریاست ہائے راجپوتانہ سے آپ کو بہت کچھ تمتع حاصل ہوا کہ جس کی تعداد نامعلوم ہے۔ اور جب ۱۸۵۳ء میں ترک روزگار وارد سندیلہ ہوئے تو سرمایہ موجودہ سے بہت سی جائداد غیر منقولہ دیہات وغیرہ علاوہ تعلقہ جلال پور بذریعہ رہن وبیع حاصل کی اور گورنمنٹ نے بھی بجلدوئے خیر خواہی زمانہ غدر کے بعد سولہ موضع علاقہ محمود اپور ستوی واقع اضلاع کھیری وسیتاپور اور موضع داؤد پور وغیرہ تحصیل بلگرام ضلع ہردوئی میں گورنمنٹ برطانیہ سے عطا ہوئے"۔ راجہ درگا پرشاد مہر تحریر فرماتے ہیں: " بہت سرمایہ زر ودولت کا زمانہ ملازمت میں منشی صاحب نے حاصل کیا۔ اور آخر عہد واجد علی بادشاہ مرحوم میں وطن واپس آکر علاقہ جلال پور اولاد مسیح الوقت خاں بہادر مولوی اعز الدین احمد خاں سے حاصل کیا۔ جس کی سند تعلقداری بعد غدر گورنمنٹ برطانیہ سے عطا ہوئی۔ علاوہ اس کے دیگر مواضعات بھی خیر خواہی کے صلہ میں عطا ہوئے"۔ ایک دوسرے موقعہ پر مہر صاحب ارقام فرماتے ہیں۔ "مسیح الوقت خاں بہادر سید محمد بقا خاں اور خاں بہادر مولوی سید اعز الدین احمد خاں دونوں ہی بھائیوں نے جلالپور اور رام پور گدھواں وغیرہ اکثر دیہات خرید کر کے صورت ریاست پیدا کر لی تھی۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد عہد سید غلام حسین ولد بقا خاں صاحب اور سید محمد تقی ولد مولوی اعز الدین احمد خاں صاحب میں مبلغ چھ سو پچاس روپیہ مالگذاری سرکار باقی رہ گئی تھی۔ جس کو منشی صاحب موصوف نے داخل کر کے دیہات اپنے قبض وتصرف میں لے آئے"۔ مولوی ضامن علی صاحب محرر دفتر سب رجسٹراری سندیلہ زبانی فرماتے تھے کہ " دستاویز نوشتہ تقی میاں میں نے دیکھی ہے۔ مبلغ چودہ سو پچاس روپیہ کا مطالبہ ادا کر کے جلال پور منشی صاحب

Marfat.com

نے قبضہ حاصل کیا ہے۔" مولوی مظہر علی صاحب پھر تحریر فرماتے ہیں "منشی صاحب موصوف نے اپنی ذہانت فہم رسا اور درجہ اعلیٰ کی لیاقت سے پیش گاہ حکام وقت بہت کچھ رسوخ اور اعزاز حاصل کیا اور اپنی پولیٹیکل حکمت عملیوں اور سلوکات ضروری سے اپنے موروثی و خاندانی اعزا کو ہمیشہ ایسا خوش و رضامند رکھا کہ ان کو کبھی کوئی موقع مخالفت کا حاصل نہیں ہوا۔ دیہات اور قصبہ سندیلہ میں کثرت سے قلمی آم کے باغات لگوائے۔ اس طرح سندیلہ میں قلمی آموں کو آپ ہی نے رواج دیا۔ افسوس کہ جناب ممدوح نے بعمر ۶۷ سال ۲ ماہ ۵ یوم تاریخ ۱۴ رجولائی ۱۸۷۹ء بوقت ایک بجے دن بعارضہ بخار انتقال فرمایا۔ قبرستان ام ہرہ میں عمارت مقبرہ آپ کی یادگار ہے" آپ کے صاحبزادہ سید منشی فضل حسین تعلقدار (وفات ۱۹۰۱ء) نے حسب حیثیت آپ کا خوبصورت مقبرہ تعمیر کرایا اور ایک خوبصورت کوٹھی مع ہنوانی مسجد کی بھی تعمیر کرائی۔ عرس کے مصارف کے لیے ایک موضع کی آمدنی وقف کردی۔ سالانہ عرس بہت دھوم دھام سے کیا کرتے تھے۔ عرس میں دور دور سے مشائخ اور قوال طلب کیے جاتے تھے اور ان کو فراخی سے رخصتی وغیرہ ملتی تھی۔ نیز تمام قصبہ میں اعزا و برادری میں دو روز برابر کھانا اور شیرینی تقسیم ہوتی تھی۔ منشی صاحب کے نبیرہ منشی سید التفات رسول تعلقدار نے اپنے عہد میں اس عرس میں مشاعرہ کا اضافہ فرما کر عرس کو زیادہ رونق دی تھی۔ بڑے بڑے شعرا اکٹھا ہوتے تھے۔ چار پانچ روز بڑی چہل پہل ہو جاتی تھی۔ لیکن اب یہ سب ختم ہو گیا ہے۔ منشی صاحب موصوف کو بیعت ارادت حضرت شاہ تقی علی قلندر کاکوروی قدس سرہٗ سے تھی آپ اپنے پیر کے محبوب ترین مریدوں میں تھے۔ شاعری میں صاحب دیوان تھے۔ شائقین کلام موصوف کے مطبوعہ دیوان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ رباعی ملاحظہ ہو

Marfat.com

لغزش کی جگہ دیکھ کے ٹل جاتا ہوں
جب دام میں پھنستا ہوں نکل جاتا ہوں
نظروں سے جہاں کے یا علی کہہ کر
ہر مرتبہ گر گر کے سنبھل جاتا ہوں

دیگر

دنیا کا سب انقلاب دیکھا ہم نے
نیرنگ دہِ خراب دیکھا ہم نے
پر جا کے لحد میں چشم عبرت جو کھلی
معلوم ہوا کہ خواب دیکھا ہم نے

آپ کی تاریخ وفات، حضرت اسیر لکھنوی نے لکھی ہے۔

خسرو تاریخ ہجران جان و تن گفت
کز رنگ ازالہ بو از گل بدر رفت
۱۲۹۶ھ

حضرت سنجر شاعر نے بھی تاریخ لکھی ہے۔

نوشتہ خامۂ سنجر دو سال ماہ وفات
بہ تاب مصرعہ رنگیں و لیک برجستہ
بعد غوص بتاریخ سالِ نوتش گفت
برست او ز خود و بخدائے پیوستہ
۱۲۹۶ھ

دیگر:-

سنجر از سال وفاتش پرسید ہاتف گفت کہ رحمت رحمت
۱۲۹۶ھ

Marfat.com

(۱) کلیات واسطی صفحات ۔ الثانیہ ۷۰ (۲) تاریخ سندیلہ صفحات الفاتیہ ۲۴۱۔۲ (۳) ابرستان اندوہ ۔ ۱۳۶ و ۱۳۷ (۴) حیات علامہ جلیل مصنفہ منشی سید مقبول حسن صمدانی (۵) سوانح عمری سید مولوی مظہر علی صاحب ۳۱۳ و ۳۱۴

۶۷ ۔ چودھری فتح علی ابن چودھری نصرت علی

تاریخ پیدائش ۲۶ مارچ ۱۸۷۵ء اپنے زمانے کے نامی گرامی اساتذہ سے فارسی و عربی علوم حاصل کر کے انگریزی تعلیم کیننگ کالج لکھنؤ میں پائی۔ محکمہ کورٹ آف وارڈس اجودھیا (فیض آباد) اور ازیل (کنہیری) میں اسسٹنٹ منیجر رہے۔ اس کے بعد گورنمنٹ نے آپ کی اعلیٰ انتظامی قابلیت سے واقف ہو کر تحصیلداری کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ محنت نیک نامی اور دیانت داری کے ساتھ اپنے عہدہ کے فرائض انجام دیے۔ اور جس ضلع میں تعینات رہے ممدوح رہے۔ حکام اور پبلک دونوں خوش رہے۔ مسلسل دماغی اور جسمانی محنت کا اثر صحت پر پڑا۔ مجبوراً ملازمت سے کنارہ کش ہو کر اپنی آبائی ریاست کے انتظام میں مصروف ہو گئے۔ آنریری مجسٹریٹ اور اسسٹنٹ کلکٹری کے فرائض بھی کچھ دن سندیلہ میں انجام دیتے رہے۔ حضرت شاہ علی انور قلندر کاکوروی قدس سرہ سے بیعت تھی۔ وسیع الاخلاق اور مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ حاجت مندوں کی خدمت ایسی فرماتے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی تھی۔ دل بیار دست بکار آپ کا مسلک تھا۔ عبادت گزار فقیہ دوست اور مرتاض بزرگ تھے ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔

۶۸ ۔ مسیح الوقت خان بہادر سید قادر بخش

المعروف سید محمد ابقا خان ۔ مخدوم زادہ۔

Marfat.com

آپ سید غلام اولیا کے خلف اکبر اور بندگی شیخ حسن میاں مخدوم زادہ قدس سرہ کی ساتویں پشت میں تھے۔ اور چودھری روح الامین امن زئی کے نواسے تھے۔ آپ حقیقی چار بھائی تھے آپ و مولوی اعزالدین احمد خان و سید رحم رحمان خاں و سید کرم رحمان خاں تھے۔ آپ نواب آصف الدولہ بہادر کے عہد صوبہ داری میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالوالی فرنگی محلی سے علوم عربی کی تکمیل کی۔ اور علم طب موہان کے مشہور و معروف طبیب میر ببر علی سے حاصل کیا۔ اُسی زمانہ میں رزیڈنٹ لکھنؤ نے مولوی عبدالوالی صاحب سے دو ایسے شخصوں کی خواہش کی کہ جو عربی و فارسی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے ہوں۔ مولوی صاحب موصوف کے بہت سے ممتاز شاگرد تھے۔ لیکن موصوف نے آپ ہی دونوں بھائیوں کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ آپ دونوں بھائی سید محمد لقا حکیم سید اعزالدین احمد مولوی رزیڈنٹ لکھنؤ کی چٹھی لے کر جنرل لیک کے پاس آگرہ پہونچے وہاں ۱۸۰۴ء میں دیوان مقرر ہوگئے اور اختیارات دیوانی و فوجداری بھی آپ کے لیے تفویض ہوئے۔ مصالح ملکی کے لحاظ سے گورنمنٹ ہند کو مغلیہ سلطنت کے وظیفہ خوار بادشاہ اکبر ثانی کے یہاں سفارت بھیجنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اور اس کام کے انجام دینے کے واسطے آپ ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔ آپ دہلی تشریف لے گئے۔ دربار اکبری میں آپ کی بڑی عزت ہوئی۔ تمام شہر میں آپ کی طباعی اور نباضی نے آپ کا نام روشن کر دیا۔ شاہی خاندان میں بھی آپ نے معرکے کے علاج کیے۔ بادشاہ سلامت نے آپ کی خداداد قابلیت دیکھ کر مسیح الوقت اور خان بہادر کے خطابات سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ کی درخواست پر آپ کے تینوں بھائیوں کو بھی خان بہادری کے خطابات مرحمت فرمائے۔ سفارت کے فرائض کامیابی کے ساتھ انجام پہونچانے کے لیے آپ کے واسطے عہدہ ڈپٹی کلکٹری تفویض ہو کر پیش کیا گیا۔ جس کو آپ نے

Marfat.com

نا منظور فرمایا اور وطن چلے آئے۔ اور اہل وطن نیز نواح وطن کے لوگوں کو اپنے علاج سے فائدہ پہونچاتے رہے۔ اور بہتوں کو طبیب بھی بنا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد نواب قدسیہ بیگم رئیسہ بھوپال کی طلبی پر آپ بھوپال تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۱۷ار شوال ۱۲۶۴ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ نے آگرہ میں ایک کٹرہ آباد کیا تھا جو آج بھی کٹرہ بقا خاں کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی شادی آپ کی خالہ کے یہاں خاندان فاروقیان ہرگام میں ہوئی تھی۔ جن سے تین صاحبزادے سید غلام حسین و حکیم سید خادم حسین عرف حکیم بوعلی و سید نجف حسین تھے۔ اول الذکر دو صاحب اولاد ہوئے تیسرے نے لاولد انتقال فرمایا۔

۶۹۔ قمر الدین قمر

سید مخدوم زادہ ابن سید سید عنایت حسین فارسی میں کافی مہارت عربی بھی جانتے تھے انگریزی میں انٹرنس پاس تھے۔ ناناہال میں اپنے نانا حضرت شمس مرحوم کی نگرانی میں تعلیم پائی ان کو شاعری سے بچپن ہی سے رغبت تھی ماحول موافق پاکر ترقی کرتے کرتے خوش کلام شاعر ہو گئے امیر مینائی سے تلمذ تھا۔ آپ کا کلام دلکش ہوتا ہے غیر مطبوعہ دیوان اور تاریخوں کا دیوان و دیگر نثری تحریریں غیر مطبوعہ موجود ہیں۔

ایک ماہوار رسالہ قمر بھی آپ نے سندیلہ سے نکالا تھا جس میں علاوہ دیگر مضامین کے تاریخ گجرات بھی چھپتی تھی اپنے نانا شمس صاحب کے انتقال کے بعد آپ بھوپال چلے گئے تھے اور وہاں امتحان وکالت پاس کر کے تحصیلدار ہو گئے تھے۔ لیکن جلد کنارہ کش ہو کر وطن واپس آئے۔ یہاں ان کی پہلی بھری ہوئی بساط پلٹ چکی

Marfat.com

تھی اس لیے ان کا زمانہ افسردگی میں بسر ہوا لیکن پھر بھی ان کا قلم چلتا رہا تھا۔ بہت ہی پر مذاق، ملنسار اور خلیق بزرگ تھے شاعری میں ان کے شاگردوں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ (تاریخ انتقال یکم نومبر ۱۹۲۵ء، ولادت ۱۸۶۵ء)

۱۰۔ حضرت حافظ شیخ کرم احمد قدس سرہٗ

ابن حافظ محمد حسین ابن شیخ محمد نظام ابن حافظ امام بخش نورانی الصدیقی السندیلی۔

ولادت ۴ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ۔ متوکل اور خوش اوقات بزرگ تھے۔ ضلع جالون اور ساگر میں معزز عہدوں پر سرفراز رہنے کے بعد ۱۸۶۹ء میں پنشن حاصل کرکے وطن تشریف لائے اور خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت سید معشوق علی قدس سرہٗ خیرآبادی سے بیعت تھے۔ مزاج میں سخاوت تھی۔ کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہ جاتا۔ تمام وقت عبادت و ریاضت میں صرف فرماتے۔ شب بیدار رہتے نماز روزہ و اوراد کے علاوہ کوئی شغل نہ رکھتے تھے۔ ایک فیض جاری رہتا تھا جس سے ہزاروں حاجت مند روزانہ مستفید ہوتے رہتے تھے۔ قصبہ و نواح قصبہ نیز دور دور کے لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور تعلیم پائی ہے۔ اپنے پیر مرشد حضرت سید معشوق علی خیرآبادی قدس سرہٗ کا عرس شریف خود خیرآباد تشریف لے جاکر کرتے تھے اور دادا پیر حضرت سید محمد فضل میاں السندیلی قدس سرہٗ کا عرس شریف نہایت عقیدت سے سندیلہ ہی میں کیا کرتے تھے۔ آپ کے صدہا مریدین قصبات سندیلہ۔ گوپامئو۔ خیرآباد۔ لکھنؤ۔ ٹونک۔ بھوپال ممالک متوسط وغیرہ میں ہوئے اور سب نہایت خوش عقیدہ اور سچے مریدین تھے۔ آپ کے خلفاء میں

Marfat.com

سید احمد حسین سنبھل خیر آبادی۔ سید مولوی اظہر علی السندیلی مفتی نور الحق لوہانک مولوی شیخ احمد حسین کامدار بھوپال ریاست و مولوی شیخ حیدر حسین گوپاموی وغیرہ تھے۔ ابحال سجادہ نشینی کے فرائض سید مولوی مجتبےٰ علی ولد سید مولوی مظہر علی انجام دے رہے ہیں[1] آپ کا وصال بروز دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ کو ظہر کے وقت ہوا۔ اور مزار مکان ہی میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے سعادت مند پوتے حافظ منیر الدین احمد بیرسٹرایٹ لا کیمپ ہوا اندور نے تاریخ لکھی۔ جو مزار پر کندہ ہے۔ اسکے علاوہ سید قمر الدین قمر مخدوم زادہ نے بھی تاریخ لکھی ہے۔ ہر دو تاریخیں ہدیہ ناظرین ہیں۔ تاریخ منیر۔

حافظ کرم احمد اہل عرفاں — تھے ملک سخا کے جو شہنشاہ
دو شنبہ کے روز ۱۴ ار تاریخ — تھا ظہر کا وقت تیسرا ماہ
دنیا سے گئے سوئے جنت — منظور ہوا جو وصل اللہ
تاریخ کی فکر کی جو میں نے — ہاتف نے کہا یہ مجھ سے ناگاہ
سندیلہ کا اے منیر لکھ دے — گل آج چراغ ہو گیا آہ

تاریخ قمر۔

کوچ دنیا سے کیا حافظ کرم احمد نے
سن کے ہر اہل عقیدت کو ہوا اس کا ملال
دال احمد کو مکرر اے قمر جس دم کیا
نام ہی سے صاف ثابت ہو گیا رحلت کا سال

---

[1] میرے والد سید مجتبیٰ علی صاحب کا انتقال اکتوبر ۱۹۴۱ء میں ہوا۔ (ہاشمی)

Marfat.com

آپ بہت بزرگ صفات کے بزرگ تھے۔ عقیدتمندوں کے لیے آج بھی آپ ک
وہی فیض جاری ہے۔ کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ایک صاحبزادی وہ بھی لاولد بقید
حیات موجود ہیں[۲]۔ حافظ صاحب کے والد ماجد تین بھائی حقیقی شیخ احمد حسین
حافظ محمد حسین و شیخ محمد متین اور ایک بہن تھے۔ جن میں سے اب صرف شیخ احمد حسین
نورانی کی اولاد و صاحب اولاد موجود ہے۔ اور یہی لوگ بعد صاحبزادی صاحبہ حافظ
صاحب قدس سرہ کے جائداد متروکہ کے مالک اور وارث ہیں[۳]

۱۷۔ مولوی کریم الزماں

ابن خواجہ نہال الدین۔ خواجہ زادگان میں سے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عبیداللہ
احرار تک پہنچتا ہے۔ پیدائش ۲۷ صفر ۱۲۳۰ھ ہجری وانتقال ۱۹ ربیع الثانی
۱۲۹۲ھ ہجری ہے۔ مولوی تراب علی لکھنوی اور مولوی سعد اللہ مرادآبادی کے شاگرد
تھے۔ درس وتدریس کا خاص مشغلہ تھا۔ تمام عمر اس کام نیز تصنیف وتالیف کے

۲؎ وفات غالباً ۱۹۴۳ء (ہاشمی)

۳؎ محمد یوسف کرمانی کا انتقال ۱۹۶۰ء میں دفعتاً سوتے میں ہوا۔ ان کی بہن ہاجرہ خاتون
کا انتقال ۱۹۶۲ء میں ہو گیا۔ بقیہ افراد اس خاندان کے کراچی (پاکستان) منتقل ہو گئے۔ گھر ویران
ہے۔ عرس حافظ صاحب جو میرے والد تاحیات خود بڑے اہتمام سے کراتے رہے اب کوئی کرنیوالا
نہیں رہا۔ دو مکان ملحق ہیں ایک میں حافظ صاحب کی دختر رہتی تھیں بعد کو یوسف کرمانی اور ہاجرہ خاتون رہتی تھیں دوسرا
مکان میں حافظ صاحب، اظہر علی صاحب، مجتبیٰ علی صاحب۔ اور حافظ منیر احمد کی قبریں ہیں۔ قبضہ ان پر مسلما
ہاجرہ خاتون کے ایک پروردہ ملازم کا ہے جس سے عدالتی طور پر تخلیہ کرانے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ
ہاجرہ خاتون صاحبہ دونوں مکان میرے نام ہبہ کر گئی ہیں۔ اللہ کامیابی دے (ہاشمی)

Marfat.com

دوسرا کام نہیں کیا۔ اس سے جو وقت بچتا اس کو یادِ الٰہی میں صرف کرتے تھے۔

(۱) تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۱۷۲

۴۷۔ منشی کاظم علی

ابن منشی یوسف علی، ابن شیخ شرافت علی، ابن منشی غلام مرتضےٰ ملک زادہ مصنف جواہر الالفاظ۔ ولادت آپ کی سنہ ۱۲۴۴ھ میں ہوئی۔ اپنے والد ماجد مولوی تراب علی لکھنوی۔ مولوی نقیہہ اللہ شاہ ولی اللہ مخدوم زادگان سندیلوی اور مفتی محمد عسلی اسلام آبادی کے شاگرد تھے۔ بہت قابل اور انشاپرداز تھے۔ آپ کی تصنیفات سے ایک میلاد شریف "معروف بہ میلاد سرور انبیا" اور ایک نظم "ساقی نامہ" دونوں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ چودھری حافظ شوکت علی صاحب لکھتے ہیں کہ آپ شعر و سخن میں بہت ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ اگر کبھی کوئی شخص آپ کو مجبور کرتا تو آپ فوراً لکھ کر اس کو دیدیتے تھے"۔ آپ کے شاگردوں میں منشی منتخب علی تنہاؔ، منشی نیاز علی، منشی عالم علی شوخیؔ اور راجہ درگا پرشاد مہرؔ مصنف بوستان خیال خصوصاً قابل تذکرہ ہیں۔ آپ کو حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی سے ارادت و بیعت تھی۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ھ میں انتقال فرمایا۔ اور سندیلہ کے باغ متقی میں دفن ہوئے۔ نواب تفضل حسین خاں شیداؔ کاکوروی نے تاریخ لکھی ہے ؎

جست شیدا سال فوتش چون ز رحمت آہ آہ
گفت ہاتف داد جان کاظم علی سندیلوی
۱۳۰۲ھ

منشی صاحب کے صاحبزادہ منشی عالم علی شوخیؔ مشہور انشا پرداز نہایت قابل زبان

Marfat.com

فارسی کے ماہر تھے۔ جن کا ذکر نمبر (۹۱) پر ملے گا۔

(۱) مشاہیر کاکوری صفحہ ۲۳۲ (۲) تاریخ سندیلہ صفحہ ۲۸۷

۷۳۔ ڈپٹی کرامت حسین

ابن سید نجابت حسین ابن سید غلام حسین ابن سید نادر بخش مخدوم زادہ المخاطب مسیح الوقت خان بہادر سید محمد آغا خاں دلمپٹی صاحب موصوف حضرت بندگی شیخ حسن میاں قدس سرہ سے دسویں پشت میں ہیں۔ مولوی مظہر علی صاحب مخدوم زادہ تحریر فرماتے ہیں۔ آپ آدمی تیز و ذکی الطبع تھے۔ ابتدائے ۱۸۶۲ء سے سلسلہ ملازمت آپ کا قائم ہوا۔ محکمہ بندوبست اور علاقہ جات کورٹ آف وارڈس میں منصرم اور سربراہ کار رہ کر عہدہ ہائے پیش کاری اور تحصیلداری تک پہونچے اور اپنی مستعدی و کارگزاری حکام وقت پر ثابت کر کے اب معزز عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری پر ضلع رائے بریلی میں ممتاز ہیں۔ جس کو نہایت تدین اور لیاقت کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔" اسی عہدہ جلیلہ سے پنشن حاصل کی۔ بعد پنشن حاصل کرنے کے ۴ سال حیات رہے۔ اور آنریری مجسٹریٹی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ مشہور ہے کہ اس قصبہ میں آپ سے زیادہ پنشن کسی نے بھی نہیں پائی ہے۔ زمانہ ملازمت میں آپ ہمیشہ منصف اور ایماندار افسر کہلائے۔ انصاف کرنے میں آپ نے کبھی مروت اور رعایت کو دخل نہیں دیا۔

(۱) ماخذ سوانحمری سید مولوی مظہر علی مخدوم زادہ (مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

Marfat.com

۱۴۔ حضرت میران معز الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت سلطان الہند غریب نوازؒ ماہ رجب المرجب ۵۲۲ھ ہجری بمقام بغداد۔ مسجد امام ابو اللیث میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور دوسرے بزرگوں کے مواجہے میں مرید ہوئے تھے۔ حضرت قطب صاحبؒ کے زمانہ میں آپ سندیلہ تشریف لائے ہیں۔ چونکہ حضرت قطب صاحب کا زمانہ ۶۰۷ھ اور ۶۳۳ھ کے درمیان کا گذرا ہے۔ اس لیے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ حضرت مخدوم سید علاء الدینؒ کے عالم وجود میں تشریف لانے کے بہت پہلے اس قصبہ سندیلہ میں تشریف لائے ہیں۔ آپ کا مزار پرانوار آبادی حال کے پچھم جانب شیریں حوض کے قریب ایک پر فضا مقام پر واقع ہے ایک مسجد اور خانقاہ بھی شکستہ حالت میں موجود ہے۔ اسی مسجد اور خانقاہ کے متصل محلہ قاضی سرائے آباد تھا جو اب ویران ہے۔ آپ کے مزار سے ایک کوس سے کم فاصلہ پر حضرت قاضی سراج الدینؒ کا مزار موضع بھدینہ میں ہے۔ تاریخ وصال ۱۲ ربیع الاول ہے۔ سال کا پتہ نہیں ملا۔ حضرت عبدالرحمن چشتیؒ بغرض زیارت ۱۰۵۰ھ میں تشریف لائے تھے۔ تحریر فرماتے ہیں: "حضرت میران معز الدین خلیفہ کامل حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی است۔ مردے عظیم القدر بود۔ وحالے بسیار بلند داشت وہمتے وسیع از ابدال ہفت گانہ کہ موصوف بصفت اسم نہاری باشد او بود کہ بولایت ہندوستان بطریق قہر و غلبہ بامر حق تصرف می کرد۔ در زمان قطب الاسلام اوشی از بغداد بہند آمد۔ در قصبہ سندیلہ متوطن گشت۔ مرقد مبارک او در قصبہ سندیلہ است"۔ ایں

Marfat.com

کاتب الحروف درماه ذی حجہ ۱۳۰۰ھ ہجری بشرف زیارتش مشرف گشتہ ۔ بشیر بحقیقت دریافت شد ۔ کہ از قوت ولایت تام و تصرفات می کند ۔ نعمت ہا درحق ایں نیازمند ارزانی داشتہ کہ بتحریر راست نیاید" قصبہ کے ہندو اور مسلمان آپ کے معتقد ہیں۔ آج بھی آپ کی عظمت اور جلال مزار سے عیاں ہے ۔ مزار شریف کے برابر چبوترہ پر آپ کی ہمشیرہ کی قبر بتلائی جاتی ہے ۔

---

(۱) سیر الاولیا ۔ صفحہ ۔ ۵۴ (۲) بیاض مولوی سرفراز علی صاحب مرحوم ۔

۵۔ حضرت بندگی شیخ مبارکؒ

اسم گرامی مبارک حسین اور لقب دانشمند تھا ۔ آپ کے والد ماجد کا اسم مبارک سید حسین بن عین الدین بن علیم الدین یا حلیم الدین بن علاء الدین بن سید محمد بن سید نور اللہ بن سید احمد (اولاد ایشان بلقب سوداگران مشہور شدند) بن حضرت میران محمود مکرانی سادات سنوزانیؒ تھا ۔

حافظ امام بخش نورانی تحریر فرماتے ہیں: " بایددانست کہ حضرت میر محمود از قصبہ سنوزان کہ متصل غزنی است بہ ہندوستان تشریف آورد ۔ بملازمت حضرت مخدوم نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ رسیدہ ۔ چندے آنجا استقامت فرمود ۔ بعدہٗ بعزم سیر ملک مشرقی رخصت خواست حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ فرمود ۔ کہ اگر شمارا ارادہ سیر مشرق است ۔ در قصبہ سندیلہ رسیدہ بہ حضرت قاضی سراج الدین ابن قاضی عثمان ملاقات خواہد کرد ۔ وہرچہ از شما استدعا نمایند ۔ قبول خواہد نمود ۔ القصہ میر محمود بسندیلہ تشریف آورد ۔ وقاضی ممدوح را ملاقات کرد ۔ قاضی ممدوح

Marfat.com

توجہات مبذول داشتہ فرمود۔ کہ الحمدللہ از مدت آرزوئے ملاقات شما داشتم بحسب تمنائے دل خدائے تعالےٰ شمارا باینجا رسانید۔ پس دختر خود را کہ بی بی نور جہاں نام داشت بحبالۂ نکاح میر محمود داد۔ از ایشان یک پسر سید احمد تولد نمود۔ و میر محمود قبل تولد پسرش بارادہ ولایت دیگر سفر فرمود، و ہمانجا وفات یافت۔ و پسرش سید احمد در سندیلہ ماند، و اولاد ایشان بلقب سوداگر مشہور شدند۔ حضرت بندگی رح کی ولادت کا پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ آپ کا وصال ۱۱ ربیع الاول سنہ ۹۔۔ ہجری کو ہوا ہے۔ آپ حضرت مخدوم شیخ سعد صاحب خیرآبادی رح کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ اور حضرت شاہ شیخ سالار گھاٹم پوری ضلع کانپور سے بھی فیض یاب تھے ایک تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ " اپنے پیر بھائی حضرت مخدوم شاہ صفی صفی پوری قدس سرہٗ کے بھی خلیفہ تھے۔ بحر ذخار میں لکھا ہے کہ " قطب الاقطاب حضرت شیخ مبارک۔ دانش مند رد یلوی کا شریعت اور طریقت دونوں میں بہت بلند مرتبہ تھا۔ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی رح کے مرید تھے۔ اور شیخ سالار گھاٹم پوری رح سے بھی فیض یاب ہوئے اور خرقہ حاصل فرمایا۔ حضرت مخدوم نظام الدین امیٹھوی رح سے آپ کے مراسم دوستانہ تھے۔ آپ کے خلفاء نامدار میں شیخ صفی چشتی رح، شیخ بدر الدین سرہندی رح اور شیخ اڈھن بلگرامی رحم اللہ علیہم کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ آپ اور حضرت مخدوم نظام الدین عرف مخدوم الہدیہ رح ردولوی ثمہ خیرآبادی یکجدی اور پیر بھائی بھی تھے "۔ سبع سنابل میں ذکر ہے کہ " آپ بڑے عالی نسبت بزرگ تھے۔ ایک دن آپ اللہ میاں کے مہمان تھے اور تین دن سے فاقہ تھا۔ لیکن آپ کے اہل و عیال صبر اور شکر کے ساتھ برابر عبادت میں مصروف رہے۔ اتفاقاً حضرت میرن جان رح ملاقات کے لیے تشریف لائے اور صورت حال سے مطلع ہو کر جو کچھ

Marfat.com

میسر تھا لا کر پیش کر دیا۔ لیکن صبر و قناعت کے اس زبردست سلطان نے جواب دیا کہ وہ کسی صورت میں اپنے فاقہ کی نعمت اس کھانے کے معاوضہ میں فروخت نہ کریں گے اور کھانا واپس کر دیا۔" آپ کے کشف و کرامات کے بہت سے واقعات مشہور ہیں جو طوالت کے لحاظ سے نظر انداز کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے زبردست صوفی اور شہر کے مفتی تھے نیز زہد و تقویٰ میں سربلند تھے۔ حکیم سید ظہور الحسن صاحب مرحوم جو آپ سے گیارہویں پشت میں تھے تحریر فرماتے ہیں کہ "۹۷۶ھ میں شاہان دہلی نے آپ کے مصارف کے لیے ڈیڑھ سو بیگھہ زمین عطا فرمائی تھی۔ اکبر بادشاہ نے اس میں اور اضافہ فرمایا تھا۔ اہل باطن کا قول ہے کہ آپ کے مزار فیض آثار سے اب تک ویسا ہی فیض عام جاری ہے۔ جیسا کہ زندگی میں تھا۔ اہل قصبہ و اطراف اور جوار کے عام لوگوں کو بلا تمیز مذہب و ملت آپ کے مزار فیض انوار سے بہت عقیدت ہے۔ اگر کسی عورت یا جانور کا دودھ کم ہو جاتا ہے۔ تو تھوڑا سا نمک رات کو مزار شریف پر رکھا دیا جاتا ہے۔ اور صبح کو وہی نمک اس عورت یا جانور کو کھلایا جاتا ہے جس سے دودھ کا اعادہ بدستور ہو جاتا ہے۔ دردزہ کی حالت میں آپ کے مزار شریف کا دھویا ہوا پانی پلانے سے عورت کو آسانی سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے۔ آپ کے مزار کے قریب ہی آپ کی تعمیر کردہ مسجد ہے۔ جاگیر تو پرانے ہی زمانہ سے تھی۔ لیکن حضرت عالمگیر بادشاہ کے فرمان مرقومہ سنہ ۱۰۷۶ ہجری سے واضح ہوتا ہے کہ دو مسجدوں کے خرچ کے لیے جائداد وقف تھی۔ اس میں سے ایک تو یہی مسجد اور دوسری شیخ لطف رسول کی تھی۔ آخر الذکر مسجد کا کچھ پتہ نہیں چلتا ہے۔ آپ کی مسجد جمعہ مسجد تھی۔ جس کے خطیب حافظ منعم ابن شیخ عبد اللطیف تھے۔ جائداد کے کشتوں میں محمد صادق ولد عبد اللطیف اور حامد پسر الٰہی بخش کے نام درج ہیں۔"

Marfat.com

حکیم صاحب موصوف اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ موصوف نے رسالہ لاثانی فی احوال سادات شنوزانی بہت تحقیق اور تدقیق کے بعد مرتب فرمایا ہے۔ اس خاندان کو خاندان سوداگران کی مستند تاریخ کہنا کسی حالت میں قابل اعتراض نہیں ہو سکتا ہے۔ اس خاندان میں نامی گرامی فقیہہ۔ عالم اور صوفی گذرے ہیں۔ حضرت بندگی رحمۃ اللہ اپنے زمانہ کے بلند پایہ عالم اور صوفی باصفا تھے۔ خداوند تعالے آپ کے روحانی فیوض کی برکات سے آپ کے ہم وطنوں کی حالت درست فرمائے آمین ثم آمین۔

---

(۱) اخبار الاخیار مصنفہ مولوی شاہ وجیہہ الدین صفحہ ۲۷۹

(۲) رسالہ لاثانی مولوی سید عبدالواحد بلگرامی۔ ۰ ۰ ۳۵ و ۳۶ (۳) رسالہ لاثانی فی احوال سادات شنوزائی مصنفہ حکیم سید ظہورالحسن مرحوم ۳۶۵ و ۳۶۷۔

۷۶۔ مفتی معین الدین

حضرت بندگی شیخ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے برخوردار تھے۔ آپ کا خاندان سندیلہ میں بلقب سوداگران مشہور ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں آپ سندیلہ اور ملیح آباد کے مفتی تھے۔ کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۶۱ھ لغایت سنہ ۹۷۵ھ پندرہ سال آپ اس عہدۂ جلیلہ کے فرائض انجام دینے کے بعد سبکدوش ہو گئے۔ اور بجائے آپ کے آپ کے چچا میر نظام کے نبیرہ شیخ احمد مفتی مقرر ہوئے۔ اور آپ کو بزمرۂ مشائخ اکبر بادشاہ نے موضع کھدینہ میں معافی مرحمت فرمائی۔ جیسا کہ فرمان مورخہ ۷ محرم سنہ ۹۷۶ ہجری سے ظاہر ہے۔ یہ معافی آپ کے بعد آپ کی اولاد کے قبضہ میں رہی

Marfat.com

اور اب تک اسی خاندان کے قبضہ میں ہے آپ کا مزار حاجی میر عنایت علی کے مکان کے اندر واقع ہے۔ اس وقت مزار کی حیثیت صرف ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ مزار مکان کے اندر آ گیا ہے یا آپ نے خود مکان کے اندر سپرد خاک ہونا پسند فرمایا۔ اس کے متعلق کوئی رائے نہیں قائم کی جا سکتی ہے۔ آپ کی اولاد میں میر عنایت علی میر منشی ریاست بھوپال۔ خان بہادر سید عنایت حسین ڈپٹی کلکٹر پنشنر اور چودھری عظمت علی وغیرہ قابل ذکر ہستیاں گذری ہیں۔ خاندان خوش خرم حالت میں ہے، لیکن مذہبی اور علمی مجلسوں میں جو دبدبہ مفتی صاحب کا تھا اس کا پتہ نہیں ہے نہ کہیں مسجد آباد ہے اور نہ کوئی مدرسہ باقی ہے۔ نہ کہیں خانقاہ میں علمی مباحثوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ایک جمودی کیفیت طاری ہے ایک شاخ نے مذہب امامیہ اثنا عشریہ قبول کر لیا ہے۔

---

(۱) رسالہ لاثانی فی احوال سادات شنوزانی نوشتہ حکیم سید ظہور الحسن صاحب مرحوم صفحہ ۹۷ و ۸۹

(۲) دیکھو دستاویز بیعنامہ قاضی قطب بن خواجہ مٹھن مورخہ ۲۰ ذیقعدہ ۹۷۲ھ اس پر مفتی معین الدین کی مہر حیثیت ان کے عہدہ کے ثبت ہے۔

۱۷۔ اشرف العلما مولوی محمد اسلم

بن شیخ محمد شاکر بن شیخ عظیم اللہ بن قاضی صادق بن قاضی عبد الحکیم فاروقی السندیلی۔ آپ سندیلہ کے خاندان شیوخ کے فرد۔ حنفی المذہب۔ چشتی المشرب۔ بہت بڑے عالم اور عابد وقت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے واسطے سے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ تک پہونچتا ہے۔ آپ کے

Marfat.com

پیر طریقت کا اسم مبارک معلوم نہ ہو سکا۔ آپ نے مولانا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید سہالوی کے ارشد تلامذہ ملا کمال الدین سہالوی سے علوم عربی حاصل کیے اور مولانا حمد اللہ سندیلوی[1] کے یہاں فارغ التحصیل ہوئے۔ بعد فراغت تلاش معاش کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں بزرگان دین کے مزارات پر حاضر باشی نے دنیا سے متنفر کر دیا۔ دل برداشتہ دہلی سے توکل بخدا چل کھڑے ہوئے۔ خیرآباد پہونچ کر درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ کچھ دنوں قیام کے بعد سندیلہ آئے اور شاگردوں کا جم غفیر ساتھ لائے۔ عبادت اور درس وتدریس آپ کے خاص مشاغل تھے۔ اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ اس میں صرف کر دیا۔ تصنیف وتالیف سے خاص ذوق تھا۔ مشکل کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ ان پر حاشیے لکھے اور ضروری مسائل پر چند رسالے مرتب کیے۔ ایک دن حالت جذب میں کل تصانیف پانی نذر کر ڈالیں۔ صرف صدرہ اور دائرہ پر جو حواشی لکھے تھے اور وہ شاگردوں کے پاس تھے، ضائع ہونے سے بچ گئے۔ آپ کی تصانیف میں (۱) حاشیہ دائرہ شرح منار۔ (۲) سہ حاشیہ صدرہ (۳) رسالہ در تشکیک (۴) تعلیقات بر میر زاہد ملا جلال (۵) صغیر (۶) کبیر (۷) تعلیقات بر شرح سلم مولوی حمد اللہ (۸) حاشیہ بر قول ازل سلم الثبوت (۹) اکبر تھیں۔ حاجی امین الدین محدث اور مولانا محمد مستعان کاکوروی آپ کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر[1] کو مولانا محمد مستعان کی شاگردی پر بہت ناز تھا۔ مولوی فضل امام خیرآبادی تحریر فرماتے ہیں: "استاذی مولانا عبدالواجد خیرآبادی (شاگرد رشید و ہمشیرہ زادہ مولوی محمد اعلم سندیلوی) کتب درسی از مولوی خواندہ۔ بعض کتب از ملا وہاج الدین ابن ملا قطب الدین گوپاموی اخذ کردہ" اگر خیرآباد اور کاکوری کے دارالعلوم آپ کی ذات سے مستفید ہوئے

Marfat.com

ہیں تو مدینتہ العلوم گوپامئو بھی اس نعمت سے محروم نہیں رہا۔ اسی سلسلہ میں مولانا نواب یاور حسین قادری گوپاموی تحریر فرماتے ہیں:" مولانا صلاح الدین محدث گوپاموی رحمن کا صلاح اور تقویٰ فی الدین ضرب المثل تھا۔ چنانچہ آپ اپنے زمانہ کے امام ابو حنیفہ کہلاتے تھے اور علوم دینیہ۔ حدیث۔ فقہ۔ تفسیر میں فرید العصر اور یگانہ روزگار تھے۔ اور مجمع کمالات ظاہری باطنی سے موصوف تھے۔) جملہ ظاہری اور باطنی علوم میں مولوی محمد اعلم سندیلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔" مولانا غلام محمد محدث گوپاموی بھی مولوی صاحب ممدوح کے دو شاگرد تھے۔ مولوی صاحب ممدوح کے علمی اور روحانی فیوض سے بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ کی خانقاہ میں حاجت مندوں اور طالب علموں کا ہر وقت مجمع رہتا تھا آپ کے انتقال کے بعد نہ خانقاہ ہی باقی رہی اور نہ مدرسہ۔ مزار شریف تک کا ٹھیک پتہ نہیں۔ محلہ ملکانہ میں بتلایا جاتا ہے۔ مکرمی مولوی ضامن علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ آپ کا مزار شورہ کوٹھی کی مسجد میں ہے۔ سید مولوی سرفراز علی" اپنی بیاض میں مولوی صاحب ممدوح کی تاریخ وفات ۲۰ محرم الحرام بلا سنہ درج فرمائے ہیں۔ تذکرہ علمائے ہند میں ۱۱ شعبان المعظم [۵] ۱۱۱۱ھ درج ہے

چمن میں باغ کے جب دم شگل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں چہچہے تھے شور تھا غل تھا
خزاں کے بعد جب دیکھا نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

---

[۵] تذکرہ علمائے ہند میں اواخر صدی دوازدہم درج ہے۔ ص ۱۸۰ (ہاشمی)

Marfat.com

وفات کے روز آپ نے اعزا اور شاگردوں کو گواہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ سب گواہ رہنا کہ میں مذہب حنفی اور مشرب چشتی پر اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور یہ شعر پڑھ کر واصل بحق ہوئے۔

بایں دو حرف آمدایں راہ
اللہ و محمد و محمد اللہ۔

---

(۱) بحر ذخار۔ صفحہ ۶۲۶ (۲) تذکرہ علمائے ہند (۳) بیاض سید مولوی سرفراز علی سندیلوی (۴) نوٹ:۔ چودھری نصرت علی مرحوم (۵) مشاہیر کاکوروی صفحہ ۵۶ و ۱۸۰۔

۱۰۸۔ حضرت سید محمد فضل شاہ رح

ابن سید حافظ احسان اللہ ابن سید محمد مشتاق ابن سید عزیز اللہ ابن سید محمد المعروف ملا سیخان ابن سید عبد الحئی ابن حضرت بندگی سید حسن المعروف شیخ حسن میاں رح مخدوم زادہ۔ حافظ امام بخش نورانی رح کے حقیقی خالہ زاد برادر خورد اور سید محمد بن سید مدثر بن مسماۃ صالحہ بنت ملا عبد الغنی رح کے نواسے تھے۔ سید مولوی مظہر علی صاحب مرحوم اپنی کتاب سوانح عمری میں جو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی سید موسیٰ[۱] کی بیٹی مولوی سید احسان اللہ کو بیاہی گئیں" شاید سہواً لکھ گیا ہے۔ کیونکہ حافظ امام

---

[۱] مولوی مظہر علی کہتے ہیں کہ یہ آپ کی ساتویں پشت میں ہیں اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید محمد موسیٰ اتنے بڑے عالم تھے کہ عہد عالمگیر بادشاہ میں فتوائے عالمگیری کی تیاری میں مقرر ہوئے تھے بادشاہ نے کئی گاؤں معافی میں دیے تھے آپ کا انتقال صوبہ بہار میں ہوا تھا۔ نعش بہار سے سندیلہ بھیج دی گئی اس کی تصدیق کتاب یادداشت نوشتہ مولوی سید فضل رسول سے ہوتی ہے۔

Marfat.com

امام بخش نورانی" اس سے بہت پہلے لکھ چکے ہیں کہ "مساۃ نعمت بی بی دختر سید محمد ابن سید محمد مد ثر بہ سید حافظ احسان اللہ ابن سید محمد مشتاق کد خدا شد۔ یک پسر سید محمد فضل تولد شد" اس کے بعد مولوی مظہر علی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں" باوجودیکہ مولوی سید احسان اللہ عالم وقت تھے لیکن اپنے کو بجانب فقر ایسا مصروف کیا کہ بحالت گمنامی دنیا سے گذر گئے۔ آپ کے بیٹے سید فضل شاہ صاحب قدس سرہٗ تھے۔ جن کی تعلیم فقر باپ۔ دادا اور مولوی عبداللہ سے ہوئی۔ آپ نہایت درجہ شہرت یافتہ اولیاء باکمال سے تھے۔ آپ کے دو خلیفہ مولوی احمد بخش صاحب قدس سرہٗ و حضرت سید معشوق علی شاہ خیرآبادی تھے۔ جن کے خلیفہ جناب حافظ کرم احمد صاحب ہوئے۔ حضرت فضل میاں صاحب کا عرس ۱۲ شوال کو ہوا کرتا ہے" بیعت اور ارادت آپ کو حقائق و معارف آگاہ حضرت مولوی سید عبداللہ قدس سرہٗ سے تھی جو آپکے حقیقی پھوپھا بھی تھے۔ اور آپ ممدوح کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ بہت بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت لوگوں نے استفادہ حاصل کیا ہے۔ بعد وصال قبرستان امرہرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید غلام حسن اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ جن میں سے بڑی صاحبزادی شیخ فضل احمد حافظ کرم احمد و شیخ عین الدین نورانی کی دادی اور منجھلی صاحبزادی اول دو شیخین کی نانی تھیں۔ چھوٹی صاحبزادی شیخ عین الدین اور حافظ نذیر الدین نورانی کی والدہ کی نانی اور مولوی منظہر علی و مولوی اظہر علی اور حافظ نذر علی و سید فیاض علی کی دادی تھیں۔ صاحبزادے سید غلام حسن کے صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں اور ان سے بھی تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑی حافظ منیر الدین احمد بیرسٹر و سعید الدین احمد و نصیر الدین احمد نورانی کی نانی۔ منجھلی عبدالاحد عرف محمد باقر و محمد احسن و محمد محسن

Marfat.com

دغیرہ حقانی اور سید اصغر علی مخدوم زادہ دغیرہ کی نانی اور چھوٹی والدہ سید حافظ علی تھیں۔ حضرت سید محمد فضل شاہ قدس سرہٗ کے معتقدین نے آپ کے فاتحہ کے واسطے کچھ آراضی موضع بختیار نگر پرگنہ شیخ آباد میں دے رکھی ہے۔ جس کی آمدنی تخمیناً مبلغ پندرہ روپیہ ہے۔ اس کو موصوف کی پوتی کی اولاد آپس میں تقسیم کر لیتی ہے اور اس طور سے آنحضرت کا عرس بالکل بند ہو گیا ہے۔ البتہ دختر حافظ کرم احمد صاحب[1] سال میں فاتحہ کراتی رہتی ہیں[2]۔

---

[1] دختر حافظ صاحب کا انتقال غالباً ۱۹۴۳ء میں ہو گیا۔ ہاشمی

۷۹۔ سید شاہ محمد عارف

عرف شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ ابن شاہ حبیب اللہ سندیلوی آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور مادر زاد ولی تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کو اویسی نسبت تھی۔ پہلے آپ حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی کے مرید تھے۔ جب نواب اکبر خان صوبیدار دکھن جانے لگے تو آپ مع اپنے والد ماجد اور دونوں بھائیوں کے ہم سفر تھے۔ بیجاپور پہنچ کر سید شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضرت مصباح العارفین شاہ محمد دلاور قادری (مزید حالات کے لیے کشف الاسرار بیان الابرار مولفہ سید شاہ حسن مرید و خلیفہ سید شاہ عاشق اللہ قادری ملاحظہ ہوں) کے مرید ہوئے۔ زاں بعد حضرت شاہ ابو القاسم قدس سرہٗ کے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ ابو القاسم کے علم و فضل اور بزرگی کا شہرہ سن کر حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو شرف ملازمت کی خواہش ہوئی اور کامیاب ہوئے۔ ایک مرتبہ اپنے ہاتھ سے آیۂ کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم تحریر کر کے اس قدر اور اضافہ کیا کہ میں

Marfat.com

اس پاک پروردگار کا سایہ ہوں۔ اس آیہ کریمہ کی تعمیل میں مجھ سے ملنے میں کیوں گریز ہے بہ عنایت اللہ نے جب یہ شقہ پیش کیا۔ تو جو جواب حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے سلطان محمود کے وکیلوں کو دیا تھا۔ کہ "میں اللہ کی اطاعت میں ایسا مستغرق ہوں کہ رسول کی اطاعت سے شرمندگی ہے۔ جب یہ صورت ہے تو اولی الامر کا کیا ذکر ہے" جواب میں لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ "اگر میرا قیام تمہاری سلطنت میں باعث تکلیف ہو تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں۔ ملک خدا تنگ نیست۔ پائے مرا لنگ نیست" تب نا امید ہو کر عالمگیر نے وظیفہ کی منظوری کے لیے التماس کی۔ وہ بھی نامنظور ہوئی ؎

یا ریم فلک استقامت دہ (کذا)
کاستقامت زصد کرامت دہ

غرض حضرت شاہ ابوالقاسم علیہ الرحمہ بیجاپوری کے یہاں حاضر ہو کر شغل میں مصروف ہوئے اور محنت شاقہ اٹھاتے رہے۔ جب فنا فی اللہ کی منزل طے کر چکے اس وقت پیر طریقت نے خرقہ مرحمت فرمایا اور شاہ ولایت لقب عطا کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت بیجاپوری علیہ الرحمہ نے حکم واپسی وطن کا صادر کیا۔ جس پر آپ ندلیہ واپس تشریف لائے۔ اور تمام عمر مخلوق خدا کی تعلیم اور تلقین میں مصروف رہے۔ آپ کی تعلیم و تلقین سے سیکڑوں طالبان حق فیضیاب ہوئے۔ چونکہ حضرت بیجاپوری علیہ الرحمۃ کا حکم نہ تھا۔ اس لیے ندلیہ پہونچ کر گھر کے باہر قدم نہیں نکالا۔ اور یہی طریقہ آپ کے جانشینوں کا رہا ہے۔ ارشاد فرمایا جب خطرہ دور ہو جاتا ہے، حجاب باقی نہیں رہتا۔ اور ساتھ ہی یہ اشعار پڑھے۔

Marfat.com

ہر نقاب روے جاناں را نقاب دیگر است
ہر حجابے راکہ طے کردی حجاب دیگر است
ماہ تاباں از حصار ہالہ گو بیروں میا
بزم مارا روشنی از ماہتاب دیگر است

آپ کے مرید شاہ قطب جیو؟ (آپ کا مزار منگل بازار میں ہے اور آپ خطیب خاندان کے نامور اسلاف ہیں) دو سال تک برابر سکر میں رہے اور کچھ کھایا پیا نہیں شدہ شدہ یہ خبر سندیلہ کے قاضی کے کان تک پہنچی انھوں نے اپنے ہمشیر زادہ کی حضرت حضرت شاہ ولایت نے کہلا بھیجا کہ متواتر یہ خبر سنی جارہی ہے کہ شاہ قطب جیو نے دو سال سے کچھ تناول نہیں فرمایا ہے۔ چونکہ یہ امر خلاف شریعت ہے اس لیے مناسب ہے کہ شاہ موصوف کو کچھ کھلایا جائے۔ حضرت شاہ ولایت نے قاضی موصوف کے ہمشیر زادہ کے ہمراہ ایک مرید کو بھیج کر پیام دیا کہ قاضی کا یہ اعتراض ہے تم کو کچھ کھانا چاہیئے۔ پیام سن کر قطب جیو نے فرمایا کہ وہ شخص کھائے جس کو اشتہا ہو۔ مجھے تخمہ ہو گیا ہے۔ ایک دانہ حلق کے نیچے اتارنا مشکل ہے۔ قاضی نے جواب سن کر دوبارہ پیام بھیجا کہ جب تک قطب جیو غذا تناول نہ فرمائیں گے معاملہ طے نہ ہوگا یہ سن کر شاہ ولایت قدس سرہ شوربہ تیار کرا کے خود لے گئے اور قطب جیو کو استعمال کرایا۔ اس کے بعد آدھ پاؤ دودھ قطب جیو کی غذا ہو گئی تھی۔ قطب جیو چاہتے تھے کہ پیر کے ہاتھوں غذا نصیب ہوا اور وہ پوری ہو گئی تھی

قوت جبرائیل از مطبخ او نبود
بود از دید از خلاق وجود (کذا)

حضرت شاہ ولایت قدس سرہ بڑے متوکل بزرگ تھے۔ جب وطن واپس تشریف

Marfat.com

لائے۔ تمام مال واسباب اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ گھر میں مٹی کا آبخورہ تک پانی پینے کے لیے نہیں چھوڑا۔ اور اسی توکل پر تمام عمر گذار دی۔ آپ کے تین صاحبزادے ہوئے جن میں سب سے چھوٹے کا اسم مبارک محمد عباس تھا۔ لیکن آپ نے خرقۂ رحمت فرمانے کے بعد عین اللہ رکھا۔ آپ ہی حضرت شاہ ولایت علیہ الرحمۃ کے جانشین ہوئے ہیں۔ تاریخ وفات شاہ ولایت ؎

قطب حق بود آن شاہِ ولایت
کرد رحلت بمنزلِ عالی
سالِ تاریخ از خرد جستم
گفت ہاتف کہ شہر شد خالی
۱۱۴۶ھ

حضرت شاہ عین اللہ نے سجادہ نشیں ہو کر مثل اپنے پدر بزرگوار کے تمام عمر عبادت اور ریاضت میں بسر کر دی اور متوکل رہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات نے سیکڑوں طالبان حق کو خدا کا راستہ بتلا کر اللہ والا بنا دیا۔ تاریخ وفات ؎

جہان زبلبل نالان زبس فغاں برداشت
کزیں چمن گلِ عباس زاخزاں برداشت

آپ کے دو صاحبزادے سید شاہ فتح علی و سید سجر علی تھے۔ شاہ فتح علی اپنے پدر عالی قدر کی حیات میں انتقال فرما گئے۔ آپ کے دو صاحبزادگان سید نہال الدین اور سید قمر الدین کی تعلیم و تربیت جد نامدار نے فرمائی اور وصال کے بعد دونوں پوتے سجادہ نشین ہوئے۔ سید شاہ نہال الدین بہت مرتاض۔ گوشہ نشین اور کم سخن بزرگ تھے۔ مخلوق سے علیحدہ رہتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید ولایت علی

Marfat.com

شاہ صاحب اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے فیض یاب ہوئے اور انتقال کے بعد سجادہ نشین آستانہ ہوئے۔ تاریخ وفات شاہ ولایت علی سے

پنجم ماہ صفر بود نزد اہل یقین
ہزار دو صد و سی ہفت از رسول امین
خرد بہ تعمیہ گفتہ دلم کشید و بکا
نہال خلد شدہ سبز از نہال الدین

حضرت شاہ ولایت علی اکیس سال تک مخلوق کی تعلیم و تلقین فرماتے رہے۔ آپ کا انتقال ۔ ار رجب ۱۲۵۵ھ کو ہوا۔ آپ کے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ بڑے صاحبزادہ سید عنایت حضرت کا ۱۲۷۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ مولوی ممتاز علی خلف مولوی سید سرفراز علی تحریر فرماتے ہیں " از یک صاحبزادی حافظ محمد اسحاق پدر سید محمد آفاق بود۔ و دختر کلاں شاہ ولایت علی یعنی والدہ احقر بتاریخ ششم ماہ ذیقعدہ ۱۲۵۹ھ وفات فرمود۔ و سید علی حضرت نہال بندہ و یک ہمشیرہ خورد والدہ ام ہستند۔ بفضلہ بقید حیات ہستند " نہ اب سجادہ رہا اور نہ تعلیم و تلقین کا سلسلہ ہی باقی رہا۔ مکان سکونتی مسمار ہو گیا۔ اور دنیا والوں نے کتبخانہ عجوبہ روزگار کی کتابیں فروخت کر ڈالیں، نہ روحانیت باقی رہی اور نہ سلسلہ پیری و مریدی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

۸۰۔ الحاج مولانا محمد مظفر حسین صاحب وارثی

ابن مولوی یوسف علی امن زئی صدر الصدور گورنمنٹ بھوپال بتاریخ ۹ر شعبان ۱۲۷۹ھ مطابق ۲۵ر جنوری ۱۸۶۳ء لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ وفات ۱۸ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو مقام حیدر آباد دکن واقع ہوئی اور درگاہ سردار بیگ صاحب

Marfat.com

میں دفن ہوئے۔ رسم بسم اللہ لکھنؤ میں ہوئی۔ بقیہ تعلیم کا تکملہ بھوپال میں ہوا۔ا
والد ماجد، مولانا شیخ حسین عرب اور مولوی محمد ایوب قاضی کے ارشد تلامذہ
بیعت ارادت حضرت سید شاہ حاجی وارث علی دیوی قدس سرہٗ سے تھی۔ اور خلا
بھی تھی۔ شاعری سے ذوق تھا، صبا تخلص کرتے تھے۔ اور محمد احسن احسن سے تلمذ تھ
ابتداءً بھوپال میں وکالت کا امتحان پاس کر کے کام کرتے رہے۔ اور تھوڑے عر
میں ریاست کے ان کامیاب وکیلوں میں ایک شمار کیئے جانے لگے جو صف اول
میں تھے۔ آپ کی محنت اور ایمانداری سے حکام اور رعایا دونوں خوش ر
انصاف کرنے میں عدالت کو مدد دیتے اور کبھی کسی مشکوک مقدمہ کی پیروی نہیں
کرتے تھے۔ آخر احباب کے اصرار اور نواب سلطان جہاں بیگم والی بھوپال سے
حکم سے آپ نے ملازمت اختیار کر لی اور مہتمم بندوبست ہو گئے۔ آپ نے بلا
بندوبست کا کام شروع کیا۔ غمازوں نے رئیسہ کے مزاج میں کدورت پیدا ک
ناچار آپ نے بھوپال کو خیرباد کہا اور حیدرآباد دکن چلے گئے وہاں پہونچ کر
وکیل سرکار ہو گئے اور پھر ناظم و مجسٹریٹ ضلع ہو گئے۔ چونکہ صحت جواب د
چکی تھی اس لیے ملازمت سے دست بردار ہو کر آپ خانہ نشین ہو گئے۔ لیکن
تفریحاً وکالت کا کام جاری رکھا۔ حیدرآباد میں انتقال فرمایا۔ خوش خلقی
نوازی اور عزیز پروری میں مشہور تھے۔ آپ کی تصنیف "تذکرۂ روز روشن"
مشہور کتاب ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی عبد الواسع زبردست عالم
او مفسر تھے۔ بڑے بھائی کے ہمراہ آپ بھی بھوپال سے چلے آئے۔ آپ کی قابلیت کا
شہرہ سن کر خداوندان جامعہ عثمانیہ نے آپ کو حدیث اور فقہ کا پروفیسر کر
علمی خاندان کے بے بہا جوہر نے اپنی ہمہ دانی اور ذہانت سے اپنی قابلیت

Marfat.com

سکہ جما دیا۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ عنقا تخلص کرتے تھے۔ کلام میں درد تھا۔ افسوس ہے کہ امن زئی کے علمی خاندان کے اس نامور ہستی نے ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر حیدر آباد میں انتقال فرمایا۔ اور اپنے بھائی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ بھوپال میں پیدا ہوئے اور حیدر آباد کی سرزمین میں سپرد خاک ہوئے۔ اللہ آپ کی روح پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ آپ خلق محمدی کے بہترین نمونہ تھے۔ اور آپ کے اخلاق نے ہر شخص کو مسخر کر رکھا تھا۔ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ سے چھوٹے بھائی حاجی عبد العزیز صاحب بہت ہی عبادت گذار اور باخدا بزرگ ہیں۔ اور حیدر آباد میں ملازم ہیں۔ الحاج مولانا مظفر حسین صبا کے صاحبزادے شیخ محمد احمد عرف احمد عثمانی ایم۔ اے۔ بی۔ ایس سی۔ عثمانیہ سٹی کالج میں پروفیسر سائنس ہیں اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ خدا عمر میں ترقی دے۔ آمین۔

۸۱۔ میر محمد حسن شیفتہ

ابن میر تیغ علی ابن میر عنایت علی۔ آپ کے مورث اعلیٰ میر محمد ابراہیم ہاشم خراسانی بعہد اکبر بادشاہ سندیلہ تشریف لا کر آباد ہوئے۔ آپ کی پیدائش سندیلہ ہی میں ہوئی اور قصبہ کے نامور استادوں سے علوم متعارفہ حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ انگریزی میں ملازم ہوئے انصاف پسندی۔ تدین اور فرض شناسی دیکھ کر حکام نے آپ کی قدر افزائی فرمائی۔ اور عہدہ ڈپٹی کلکٹری تک ترقی دی۔ جو اس زمانہ میں ہندستانی کے لیے انتہائی منزل تھی۔ اس عہدہ کے فرائض بھی خوبیوں کے ساتھ انجام دے کر آپ نے پنشن حاصل کی۔ اور سندیلہ آ کر اپنے دروازہ پر ایک مسجد تعمیر کرائی اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ آپ سیر چشم اور دریا دل شخص تھے۔ خوش اخلاقی کی وجہ سے

Marfat.com

دوستوں کا ہر وقت آپ کے مکان پر مجمع رہتا تھا۔ زمانہ ملازمت جن اضلاع میں آپ تعینات رہے آپ کا نام عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ اور شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ آپ کے والد کو بھی شاعری سے ذوق تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔

۸۲۔ شیخ مومن علی

آپ کے مورث شیخ عبدالرحیم خاں صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے۔ اور آپ شاہزادگان لکھنؤ کے اتالیق رہے ہیں۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ علوم عربی وفارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ لکھنؤ سے کچھ دل برداشتہ ہو کر کاکوری اور وہاں سے سندیلہ آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مولوی شفاعت علی ملک زادہ کی صاحبزادی سے عقد ہو گیا تھا۔ عمل داری سرکار برطانیہ میں مختلف عہدوں پر سرفراز رہنے کے بعد صدر الصدور مقرر ہو گئے۔ اور پھر اسی عہدے سے وظیفہ یاب ہو کر وطن سندیلہ تشریف لائے۔ نہایت وجیہہ اور ذی علم بزرگ تھے۔ خوش اخلاقی اور مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے۔ وظیفہ حاصل کرنے کے بعد اپنا تمام وقت عبادت گذاری اور یاد الٰہی میں مصروف فرماتے رہے۔ قصبہ کے لوگ آپ کا اسم گرامی نہایت ادب اور احترام سے لیتے ہیں۔ آپ کی تنخواہ اور بعد میں پنشن ساری غریبوں۔ بیکسوں بیواؤں اور یتیموں کے لیے ہمیشہ وقف رہی۔ آپ کے برادر خورد مولوی لطف علی بھی علوم متداولہ میں کامل تھے۔ سرکاری عمل داری میں معزز عہدوں پر ممتاز رہے۔ دونوں بھائیوں کی سربفلک محلسرائیں کھڑی ہوئی اپنے بنانے والوں کی عظمت یادگار، دلوں میں اب بھی قائم کیے ہوئے ہیں۔ خدا ان کو زمانہ کی دست بردسے محفوظ

Marfat.com

رکھے۔ آمین۔ شیخ صاحب کے صاحبزادہ مولوی صادق حسین صاحب حسین بہت ذی علم اور انشا پرداز تھے آپ کی قابلیت کا شہرہ سن کر ہنر کے قدر دان نواب سر سالار جنگ بہادر نے طلب فرما کر خاص شہر حیدر آباد میں نظامت فوجداری کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ اور آپ نے اپنے اس فرض منصبی کو نہایت خوبی اور منصف مزاجی سے انجام دے کر حکام اور پبلک کا اعتماد حاصل کر لیا۔ لیکن آب و ہوا نے آپ کے مزاج کی موافقت نہیں کی۔ اور بیمار ہو کر وطن تشریف لائے اور انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپکے صاحبزادگان منشی عبدالودود اور منشی عبدالغفور بھی حیدر آباد ہی میں ملازم رہے لیکن چھوٹے صاحبزادے منشی عبدالودود وطن ہی میں اپنی نکاسوبہ جائداد کے منتظم ہے۔ آپ پبلک اور گورنمنٹ دونوں کو بطور ساتھ بنچ مجسٹریٹی اور آنریری منصفی کے فرائض عرصہ دراز تک انجام دیتے رہے علاوہ ان فرائض کے میونسپلٹی قصبہ کے ممبر بھی رہے ہیں۔ آپ کے خاندانی افراد زیور علم سے اب بھی آراستہ و پیراستہ ہیں اور صوبہ متحدہ وغیرہ و حیدر آباد دکن میں عہدہ ہائے جلیلہ پر متمکن ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے جرمنی میں تعلیم حاصل کی ہے۔ دارالعلوم حیدر آباد میں پرنسپل اور پروفیسر رہے۔ اب الہ آباد یونیورسٹی میں پروفیسر السنہ شرقی ہیں۔ اپنے فن میں ماہر علم سمجھے جاتے ہیں اور علمی دنیا آپ کا ادب اور احترام کرتی ہے [۲]

---

[۲] دیکھو حالات ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مندرجہ کتاب ہذا۔

[۱] ۔ بوستان اودھ۔ صفحات ۱۷۵ و ۲۷۶ - (۲) تاریخ سندیلہ تہر صاحب۔ صفحات ۲۹۲ و ۲۱۳ (۳) گلستان اودھ صفحہ ۱۷۵۔

Marfat.com

۸۳۔ مولوی محمد جعفر

ابن سید شاہ ولی اللہ مخدوم زادہ۔ آپ مخدوم سید خواجہ احمد خلف اوسط حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی بارہویں پشت میں ہیں۔ علوم عربی و فارسی میں آپ مولوی نقیہہ اللہ و مولوی انعام اللہ مخدوم زادگان و مولوی اظہر علی نبیرۂ مولوی حمد اللہ شارح سلّم سندیلوی اور مولوی تراب علی صاحب لکھنوی کے شاگرد تھے علوم متعارفہ اور متداولہ میں بہت اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ لیکن درس و تدریس کا اتفاق نہیں ہوا۔ تمام عمر یاد الٰہی میں صرف کردی۔ آپ کی تصنیفات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ مورخہ ۱۳ رمضان المبارک ۱۲۶۴ھ کو لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ نعش سندیلہ لائی گئی اور قبرستان کریم باغ میں اپنے دادا حضرت سید شاہ غلام علاء الدینؒ کے مقبرہ کے باہر سپرد خاک ہوئی۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند۔ صفحہ ۱۸۴۔ (۲) بیاض سید مولوی سرفراز علی صاحب مرحوم۔

۸۴۔ حاجی مہدی حسن تحصیلدار

ابن مولوی فضل علی مفتی ابن شیخ احمد اللہ ابن شیخ محمد نافع عباسی کاکوری الاصل۔ آپ کے آباء و اجداد کاکوری کے رئیس تھے۔ شیخ احمد اللہ صاحب کی شادی یہاں سید مولوی محی الدین ابن مولوی احسن اولاد مخدوم سید نصیر الدین خلف اکبر حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کی دختر سے ہوئی تھی۔ اسی تعلق سے آپ نے سندیلہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ کے صاحبزادہ مولوی فضل علی سندیلہ ہی میں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی اور ایک عرصہ تک لکھنؤ میں عہدۂ مفتی کے اہم فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ ۱۸۵۰ء میں انتقال فرما گئے۔ حاجی صاحب مفتی صاحب

Marfat.com

کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ زیور علم سے آراستہ ایک مرتاض اور عبادت گذار بزرگ تھے۔ آپ حضرت مولوی فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کے مرید تھے۔ ایک عرصہ تک ملک متوسط میں عہدۂ تحصیلداری پر ممتاز رہے۔ عوام نیز افسران ہمیشہ آپ کے انصاف انتظام اور دیانت داری کے معترف رہے۔ پنشن حاصل کر کے حج بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے واپسی پر سندیلہ آ کر تمام عمر اتقاء پرہیز گاری اور یاد الٰہی میں بسر کر دی۔ بڑے بے نفس بزرگ تھے۔ آپ کی کریم النفسی اور غرباپروری عدیم النظیر تھی۔ اور تخمیناً تیس سال پنشن حاصل کر کے اور یاد الٰہی میں بسر کر کے انتقال فرمایا۔ اور قبرستان کربلا میں دفن ہوئے۔

---

(۱) تاریخ سندیلہ صفحہ۔ ۳۱۲۔

۸۵۔ منشی مقبول احمد محوؔ تحصیلدار

ابن منشی ولایت احمد تحصیلدار ابن منشی محمد بخش، محوؔ تخلص۔ آپ دیوہ کے اصلی ہیں۔ ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۰ھ بمقام کاکوری آپ کی ولادت ہوئی۔ تعلیم و تربیت اپنے برادر معظم منشی محمد احمد نطق سے پائی۔ آپ عمدہ شاعر بھی تھے۔ شاعری میں اولاً اپنے ماموں منشی محمد رضا صبر سے اصلاح لیتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد برادر خورد سے اصلاح لینے لگے۔ اور نطق صاحب کے دیوان کی ترتیب بھی آپ نے دی ہے آپ کا خود دیوان موسومہ بہ "غمکدہ خیال" طبع ہو چکا ہے۔ سرکار انگریزی میں بعہدہ تحصیلداری مامور رہے۔ پہلی شادی آپ کی آپ کے چچا منشی محمد احمد صاحب کی دختر سے ہوئی تھی جن سے چار بیٹیاں اور تین بیٹے پیدا ہوئے۔ دوسری شادی

Marfat.com

آپ نے سندیلہ میں منشی نیاز علی ولد شیخ کرم کریم علوی کی صاحبزادی سے کی۔ ان سے صرف دو صاحبزادیاں حین حیات ہیں۔ اور اسی سلسلے سے پنشن کے بعد آپ نے سندیلہ ہی میں مستقل سکونت بھی اختیار کر لی تھی۔ اس کے بعد آپ نے تیسری شادی پھر منشی نیاز علی صاحب مذکور کی نواسی سے کی۔ ایک صاحبزادی کو چھوڑ کر ۲۷ رجمادی الآخر ۱۳۲۵ھ روز جمعہ کو انتقال فرما گئے اور قبرستان گومٹہ میں سپرد خاک ہوئے۔ انتخاب کلام محو ؔ

مجھ کو جنت میں لا کے قید کیا
موت نے دیکھے دم ترے گھر کا
کٹ گیا سر تو کٹ گیا اے محوؔ
دوش سے اپنے بوجھ تو سر کا

دل کو سمجھا تھا مکانِ آرزو
پھر جو دیکھا ہے جہانِ آرزو
ایک دل کے خون ہو جانے سے محوؔ
مٹ گئے سو خاندانِ آرزو

تم نے مارا قضا کا نام نہ لو
اپنے جور و جفا کا نام نہ لو
ہائے اس بت کا زعم یکتائی
ہے یہ قدغن خدا کا نام نہ لو

اور ہی لب ہیں مسکرانے کو
غنچہ رہنے دے منہ دکھانے کو

Marfat.com

وہ تو وہ محو ان کا خنجر بھی
نہیں ملتا گلے لگانے کو

۸۶۔ مولوی مظہر علی

ابن سید مظفر علی ابن سید الٰہی بخش عرف جیون میاں ابن سید محمد بخش مخدوم زادہ۔ آپ یکم رجب ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۰؍ستمبر ۱۸۳۹ء یوم سہ شنبہ پیدا ہوئے۔ اور دوسری محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۴؍دسمبر ۱۹۱۱ء یوم یکشنبہ انتقال فرما کر اپنے نصب کردہ باغ موسومہ مصطفےٰ باغ میں دفن ہوئے۔ عربی و فارسی نیز انگریزی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ علم نجوم سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ وطن کے اندر اچھا اقتدار اور اعزاز پیدا کیا۔ تعلیم کے بعد مقامی اسکول سے ملازمت کی ابتداء کی تین چار سال کے بعد ریلوے میں خزانچی مقرر ہو گئے۔ اور ہر جگہ اپنے فرائض نہایت مستعدی اور ایمانداری سے انجام دیتے رہے۔ جس سے آپ کا ہر افسر آپ سے نہایت خوش رہا۔ اور ہر ایک نے آپ کو سارٹیفکیٹ عطا کئے۔ اس کے بعد ۱۸۸۸ء میں وکالت کا امتحان الہ آباد سے پاس کیا۔ داد و ستد، رہن و بیع کے ذریعہ جائداد کو ترقی دی۔ منشی فضل رسول صاحب تعلقدار خالو خود کے علاقہ میں متفرق خدمات آپ سے متعلق تھیں۔ آپ نے اپنا ذاتی مکان نہایت خوبصورت، عالیشان اور اپنی آسائش کے قابل تعمیر کرایا اور اسی میں بود و باش اختیار کر لی۔ منشی فضل حسین صاحب تعلقدار آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ موصوف نے اپنے علاقہ کا آپ کو نائب کر دیا۔ میونسپل بورڈ قصبہ کے اعزازی سکریٹری اور بنچ مجسٹریٹ بھی رہے ہیں۔ ہر کام اس کے وقت پر نہایت جانفشانی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

Marfat.com

نہ تو کبھی کوئی کام پسماندہ چھوڑا، اور نہ کبھی افسران کو اعتراض کا موقع دیا۔ خیر خواہی اور حکام پرستی کی کرشمہ سازی خوب سمجھ رکھی تھی۔ ان مسلسل نیک خدمات کے صلہ میں جشن تاجپوشی ۱۹۰۳ء کے موقع پر گورنمنٹ نے پروانہ خوشنودی مزاج کے عطیہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ دنیاوی امور میں نہایت مدبر اور منتظم تھے۔ ہر کام غور و خوض کے ساتھ کرتے تھے۔ روپیہ قرض دینے کے قبل کامل اطمینان کر لیتے تھے۔ جس کی وجہ سے کبھی نقصان کی صورت نہ دیکھی۔ کوٹھی کے دروازہ پر ایک خوشخط لکھی ہوئی تختی آویزاں کر رکھی تھی "سوچ سمجھ کر بات کرو کہ پشیمان نہو"۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ سید مصطفیٰ علی بیرسٹر ہیں۔ لیکن وقت سے قبل خانہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ منجھلے صاحبزادہ سید مجتبیٰ علی درویش منش عبادت گذار بزرگ ہیں۔ حافظ کرم احمد قدس سرہ کے مرید ہیں۔ کچھ عرصہ تک بھوپال میں ملازمت کی اس کے بعد زمینداری اور خانگی امورات نیز حافظ کرم صاحب قدس سرہ کی درگاہ کے خدمات آپ سے متعلق ہوئے۔ اب ایک عرصہ سے اپنے صاحبزادہ سید مزمل حسین تحصیلدار بھوپال کے ساتھ رہتے ہیں۔ سنجھلے صاحبزادے سید ارتضیٰ علی ایک عرصہ تک میونسپلٹی قصبہ سندیلہ میں ملازم رہے۔ اب خانہ نشین ہیں چھوٹے صاحبزادہ سید مرتضےٰ علی بیرسٹر جج عدالت عالیہ بھوپال۔ آپ کو ریاست سے میر دبیر کا خطاب بھی عطا ہوا تھا مگر زندگی نے وفانہ کی۔ بعارضہ فالج آپ نے وہیں انتقال فرمایا۔ ریاست عالیہ نے آپ کی بیوہ اور لڑکوں کو علیحدہ علیحدہ تنخواہیں مقرر فرما دی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنی مکمل اور مفصل سوانح عمری لکھی ہے اور ایک روزنامچہ بھی لکھا ہے جس کی کئی جلدیں موجود ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح کی صرف ایک ذات فرد پائی جاتی ہے۔ کہ جس نے وطن میں رہ کر اس قدر عروج اور عزت حاصل کی ہو۔ ورنہ یہ

Marfat.com

تو عام بات ہے کہ "قدر ہوتی ہے انساں کی وطن سے باہر"۔ راجہ درگا پرشاد مہر صاحب نے آپ کی وفات کی تاریخ لکھی ہے۔ تاریخ ہجری۔

از سر افسوس گفتم سید مظہر علی

سال ہجری گشت زین الفاظ ہجرش آشکار

دیگر

چون سنہ عیسی بجست از طبع در طرز جلی

یکہزار و نہ صد و نہ و یک برآمد در شمار

۱ ۱ ۹ ۱

نوٹ: مولوی مظہر علی صاحب کے خاندان کے جن افراد کا اس میں ذکر آیا وہ اب سب وفات پا چکے ہیں۔ راہا شمی

(۱) تاریخ سندیلہ صفحہ ۱۴۶ (۲) سوانح عمری مولوی سید مظہر علی صاحب مرحوم

۸۰۔ حافظ منیر الدین احمد منیر بیرسٹر

ابن حافظ نذیر الدین نورانی وکیل ضلع ساگر ابن شیخ فضل احمد ابن شیخ احمد حسین ابن شیخ محمد نظام ابن حافظ امام بخش نورانی السندیلی سنہ ۱۸۶۴ء مطابق سنہ ۱۲۸۱ھ بمقام ساگر آپ کی ولادت ہوئی۔ حفظ کلام، ابتدائی علم عربی و فارسی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول ساگر سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ دوران امتحان ایف۔ اے میں ولایت روانہ ہو گئے اور بمبئی پہنچ کر گھر میں اپنے ارادہ سے آگاہ کیا۔ تین سال کے بعد ایک کامیاب بیرسٹر ہو کر وطن تشریف لائے، اور پہلے مؤ پھر اندور میں پریکٹس کرنے لگے۔ آپ کی شیریں گفتاری اور قانون فہمی کی دھوم مچ گئی۔ اور سنٹرل انڈیا کی تمام ریاستوں میں آپ کا پرجوش خیر مقدم ہونے لگا۔ چھاؤنی کے افسران اور ریاستہائے ہند کے جوڈیشل افسران آپ

Marfat.com

کی قابلیت اور تجربہ کاری سے خاطر خواہ مستفید ہوئے۔ آپ کے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ احباب کی فہرست کسی خاص مذہب اور ملت پر مبنی نہ تھی بلکہ ہر فرقہ اور ملت کا پیرو آپ کو اپنا دوست بلکہ رہبر سمجھتا تھا اور عزت کرتا تھا۔ سچ ہے

ہاتھ چومیں گے مرے گبر و مسلماں دونوں
ایک میں دستِ صنم ایک میں قرآں ہو گا

ان تمام دنیاوی بکھیڑوں کے باوجود آپ کا دل لذت آشنا تھا۔ حضرت سلطان الہند اور دیگر اولیا اللہ کی محبت نے آپ کے دل میں ایک تڑپ پیدا کر رکھی تھی جس کا مادہ پہلے ہی سے آپ میں موجود معلوم ہوتا ہے اور کیوں نہ ہوتا۔ آخر ش حضرت پیر نورانی ؒ کی اولاد میں تھے اور حضرت حافظ کرم احمد قدس سرہ اپنے دادا الشیخ فضل احمد نورانی کے حقیقی چچیرے بھائی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اور مرید بھی تھے۔ آپ کو نظم سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ کلام میں بہت درد ہے۔ آپ کی شاعری نعت رسول و مدح اولیائے کرام اور تصوف پر مبنی ہے۔ ایک قصیدہ سلطان عبدالحمید خاں ٹرکی کی شان میں لکھا۔ جبکہ سلطان موصوف نے یونانیوں پر فتح حاصل کی تھی۔ دوسرا قصیدہ امیر حبیب اللہ خاں کابل کی شان میں جب وہ ہندوستان میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ تیسرا قصیدہ مصطفٰے کمال ٹرکی نے جب اپنی طاقت کو سلاطین یورپ سے منوایا ہے۔ لیکن یہ سب کلام آپ کا ابھی تک متفرق ہے۔ فراہم کیا جا رہا ہے اگر اکٹھا ہو گیا تو انشاء اللہ تعالےٰ پیش ناظرین کیا جائے گا۔ البتہ کچھ کلام آپ کا رسالوں کی صورت میں تحفہ خواجہ۔ سراج المنیر کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ آپ انکساری۔ مہمان نوازی اور غربا پروری میں اپنے والد صاحب کے مقلد تھے۔ صوفیائے کرام کے محبوب، رسول اللہ کے مداح۔ اعزہ کے ملجا و ماوا

Marfat.com

گورنمنٹ سنٹرل انڈیا کو آپ پر پورا بھروسا تھا۔ آپ کی آزادانہ نکتہ چینی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتی تھی۔ دنیاوی حیثیت سے بھی آپ ایک کامیاب انسان ثابت ہوئے۔ آپ کے خیر خواہانہ مشورہ کے صلہ میں گورنمنٹ نے آپ کو خانصاحب کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادے عین شباب میں لاولد انتقال فرما گئے تھے۔ چھوٹے صاحبزادے شیخ مجید الدین احمد بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ساگر نے بھی مثل اپنے پدر نامور کے ہر دلعزیزی پائی تھی۔ لیکن افسوس کہ عمر نے اکتفا نہ کی اور بے نام و نشان ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۰ رشعبان ۱۳۵۶ھ کو بمقام ساگر انتقال فرمایا۔ بیرسٹر صاحب ممدوح ۲ فروری ۱۹۳۳ء مطابق ۱۱ شوال ۱۳۵۱ھ کو بمقام لکھنؤ انتقال فرمایا۔ نعش سندیلہ آکر حضرت حافظ کرم احمد قدس سرہ کے بائیں پہلو میں دفن ہوئی۔ قاضی نہال الدین نہال صاحب نے تاریخ لکھی ہے

مکند سر گشتہ سے نہال حزیں
گئے خلد بریں منیر الدین

بیرسٹر صاحب نے اپنے چھوٹے بھائیوں کی اولاد کی بھی تعلیم و تربیت اچھی فرمائی ہے۔ جس کا نتیجہ فرید الدین احمد ہیڈ کلرک ریزیڈنسی اسپتال اندور، وحید الدین احمد سہروردی ڈ۔ ٹی۔ ایس۔ ایسٹرن بنگال ریلوے و ڈاکٹر امیر الدین احمد اسسٹنٹ سرجن ممالک متحدہ۔ آپ اپنی خوشی سے جنگ ۱۹۴۲ء میں بھرتی ہو گئے ہیں۔ ضمیر الدین احمد وکیل ساگر ہیں۔ خدا جملہ پسماندگان کو خوش اور آباد رکھے نیز اپنے بزرگوں کی تقلید کی توفیق بخشے۔ آمین۔ [1]

---

[1] یہ سب حضرات پاکستان میں ہیں۔ فرید الدین صاحب کا انتقال ۱۹۴۶ء میں ہو گیا تھا (ہاشمی)

Marfat.com

۸۸۔ چودھری مقبول حسن

ابن چودھری عبدالباقی۔ علوم عربی و فارسی میں حافظ شوکت علی، مولوی سید سرفراز علی اور دوسرے مشہور استادوں کے شاگرد تھے۔ انگریزی میں انٹرنس کے بعد وکالت پاس کر کے کامیابی حاصل کی اور ضلع ہردوئی کے نامی وکیلوں میں شمار کیے جانے لگے۔ دستر خوان وسیع تھا۔ ہر یگانہ اور بیگانہ کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔ وکالت میں آپ کو اچھی کامیابی ہوئی اپنی امن زئی اور والد بزرگوار کے ننہال سعد زئی کی جائداد میں بھی اضافہ فرمایا۔

تاریخ انتقال یکم شوال ۱۳۲۸ھ اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے تاریخ وفات از راجہ درگا پرشاد مہر۔

چوں مقبول حسن حیف از جہاں رفت
فغانِ ماتمش تا آسماں رفت
نہ دیدہ لطفِ باغِ زندگانی
بصد حسرت ازیں کون و مکاں رفت
ز رنج مرگ او چوں خوں بہ گریم
عزیز دوست دار و مہرباں رفت
چو فکرِ سال او آمد مرا پیش
ستم بر خاطرِ ایں خستہ جاں رفت
فلک در گوشم از روئے الم گفت
کہ محبوبِ زبستانِ جہاں رفت
۱۳۲۸ھ

Marfat.com

۸۹۔ سید نصیر الدین مخدوم زادہ

المعروف بہ تین کوڑیا پیر سندیلوی الاصل و کاکوری المدفن آپ کے والد حضرت مخدوم سید علاء الدینؒ (المتوفی ۷۶۴ھ) حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے اول خلیفہ تھے۔ اور انھوں نے صاحبزادہ کا نام حضرت چراغ دہلوی کے نام پر[1] رکھا۔ آپ کی پسری اولاد ضلع بارہ بنکی میں اور دختری اولاد سندیلہ میں ہے۔ حضرت سید نصیر الدین کاکوری میں شہید ہوئے مولوی حافظ شوکت علی سندیلوی ثمرات الانظار میں لکھتے ہیں "ایک لڑائی ہندو رعایا لکھنؤ کے ساتھ ہوئی تھی اس میں دولت یار خاں افسر فوج شاہی تھا جس کے ساتھ اس لڑائی میں سید نصیر الدین و سید احمد پسران حضرت مخدوم علیہ بھی تھے دولت خاں اور سید نصیر الدین کاکوری میں شہید ہوئے ان کا مزار جانب شمال ہودہ تالاب عرصہ تک زیارت خاص و عام رہا۔ اب چند عرصہ سے پتہ و نشان نہیں۔ دولت یار خاں کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔ سید احمد اس لڑائی میں بمقام لکھنؤ شہید ہوئے اور ان کا مزار معالی خاں کی سرائے میں متصل فراش خانہ واما باڑہ الماس علی خاں واقع ہے"۔ کاکوری میں سید نصیر الدین کی یہ کرامت مشہور ہے کسی کی چیز گم ہوتی ہے اگر تین کوڑی کی شیرینی پر فاتحہ کرے تو مل جاتی ہے۔

---

(۱) مشاہیر کاکوری صفحہ ۳۸۴ (۲) سید نصیر الدین کی ولادت بغداد میں قبل مریدی اور خلافت میں عالم وجود میں ہوئی تھی۔

Marfat.com

۹۰۔ حضرت سید نظام الدین

المعروف مخدوم الہدیہ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ابن میر میران ابن میر نور ابن میر نصیر الدین عرف قاضی شاہ ابن سید امام الدین ابن سید رکن الدین ابن سید نور ابن سید احمد المعروف سوداگر سندیلوی ابن میر محمود شنوزانی رحمۃ اللہ علیہ۔ مخدوم ابو الفتح ابن بندگی مخدوم الہدیہ خیرآبادیؒ کی ملفوظات میں اندراج ہے کہ "حضرت محمود شنوزانیؒ پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پسری اولاد میں چھٹی پشت میں تھے۔ آپؒ نے حضرت تیمور شجاع سے تعلیم و تربیت پائی ہے اور ممدوح کی تنہا صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۶ ر شعبان ۵۵۰ھ یوم پنجشنبہ کو حضرت تیمور علیہ الرحمۃ نے وصال فرمایا اور حضرت محمود شنوزانیؒ خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ ۲۲ سال تک آپ نے وہاں قیام فرمایا اور مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ کے تین صاحبزادے سید میر و سید پیر و سید قطب شنوزان ہی میں پیدا ہوئے۔ حاکم شنوزان کی عداوت اور ایذادہی کی وجہ سے آپ مع اہل و عیال خراسان تشریف لائے۔ اور چار سال تک وہاں قیام فرمایا۔ اور سنہ ۵۸۴ھ میں ۲۳ ر رجب کو پردہ فرمایا۔

حضرت مخدوم سید نظام الدینؒ سنہ ۸۹۰ھ خراسان میں پیدا ہوئے۔ اور چار سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ سیاحی کرتے ہوئے سندیلہ تشریف لائے۔ اور کچھ دنوں قیام کے بعد خیرآباد جا کر حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ اور وہیں بعمر ایک سو سات سال ۷ ر ربیع الثانی سنہ ۹۹۷ھ کو وصال فرمایا۔"

Marfat.com

واللہ اعلم بالصواب

امام بخش نورانی السندیلی نے اپنی کتاب نسب نامہ میں حضرت میر محمود شنوزانیؒ کی بابت جو کچھ تحریر کیا ہے اسے بندگی شیخ مبارک کے تذکرہ میں دیکھیے)۔

مصنف بحر ذخار تحریر فرماتے ہیں کہ "میر محمود شنوزانی سندیلہ تشریف لائے اور یہاں اپنے صاحبزادہ کو چھوڑ کر وطن واپس گئے۔ صاحبزادہ کا نام سید میرن تھا۔ جن کی شادی مخدوم سید علاء الدینؒ کی صاحبزادی سے ہوئی، اور ان عفیفہ کے بطن سے حضرت مخدوم الہدیہؒ پیدا ہوئے"۔ حکیم سید ظہور الحسن صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔ "ہم لوگ سادات شنوزانی ہیں۔ سید محمود شنوزانی سنہ ھ میں سندیلہ تشریف لائے اور قاضی سراج الدین کی صاحبزادی مسماۃ نورجہاں سے عقد کیا۔ ان سے سید احمد پیدا ہوئے۔ جن کی اولاد کئی شاخوں میں تقسیم ہو گئی۔ جس میں سید میرن کی بھی ایک شاخ ہے اور انھیں کے صاحبزادہ مخدوم الہدیہؒ ہیں"۔ مصباح العاشقین پرانی کتاب ہے حضرت مخدوم الہدیہ کے صاحبزادہ کی تصنیف ہے۔ یعنی دسویں صدی میں مرتب کی گئی ہے۔ بحر ذخار اور نسب نامہ حافظ امام بخش نورانی بہت زمانہ کے بعد مرتب ہوئی اس لیے مصباح العاشقین زیادہ توجہ کی مستحق ہے۔ حافظ امام بخش لکھتے ہیں کہ سید محمود شنوزانی حضرت محبوب الٰہیؒ کے ایماء سے سندیلہ آکر متاہل ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کے وصال کی تاریخ ۱۸ ربیع الآخر سنہ ۷۲۵ھ ہے۔ اگر سید محمود کے سندیلہ تشریف لانے اور متاہل ہونے کی یہی تاریخ اور سال فرض کر لی جائے تو سنہ ھ کا دعویٰ غلط ہوا جاتا ہے۔ یا تو سید محمود حضرت محبوب الٰہیؒ کے حکم سے تشریف نہیں لائے۔ یا آپ کے ایماء سے تشریف

Marfat.com

لائے۔ اگر آپ ایمائے تشریف لائے تو ۸۲۵ھ یا اس کے قبل تشریف لائے اور اگر سنہ [illegible]ھ میں تشریف لائے۔ تو حافظ صاحب کے دعوے کی تکذیب ہوتی ہے۔ مخدوم الہدیہؒ کے صاحبزادہ نے تاریخ ولادت لکھی ہے۔ اگر اس پر بھروسہ نہیں کیا جاتا ہے تو کوئی اور مستند ذریعہ تاریخ ولادت معلوم کرنے کا نہیں ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ حضرت مخدوم الہدیہؒ کا وصال سنہ ۹۸۸ھ میں ہوا۔ اور آپ کی عمر ایک سو سات برس کی ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مخدومؒ کے یہدیہ کا اسم گرامی سید میرن یا سید احمد تھا نیز آں ممدوح کی جائے ولادت کا فخر خراسان کو حاصل ہے یا سندیلہ کو۔ بحیثیت سندیلوی ہونے کے میرا دل یہی چاہتا ہے کہ میں آنحضرت کا مسکن سندیلہ قرار دے کر آبادہ من گرفتہ بناؤں۔ لیکن میرا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا اور میں مصباح العاشقین کو زیادہ معتبر سمجھ کر اس نتیجہ پر پہونچتا ہوں کہ خراسان کو آپ کے مولد ہونے کا فخر حاصل ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے زبردست صوفی اور عالم گذرے ہیں۔ مرید ہونے کے بعد حضرت پیر مرشد کے حکم سے آپ نے لکھنؤ اور قنوج میں علوم ظاہری کا تکملہ فرمایا۔ اور فراغت حاصل کرنے کے بعد پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر و فنا کی منزلیں طے فرمائیں۔ مصنف مصباح العاشقین لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مخدوم شیخ سعد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں آپ کے برادر زادہ شیخ محمود علیہ الرحمۃ بھی تھے۔ لیکن آنحضرت نے خرقہ مخدوم الہدیہؒ کو مرحمت فرما کر اپنا جانشین منتخب فرمایا تھا۔ شیخ محمودؒ حضرت مخدوم شاہ صفیؒ سے فیض یاب ہوئے اور حضرت الہدیہ خود شیخ محمودؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم الہدیہ بزرگ صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کے روحانی فیوض سے تمام قطبانت مستفید

Marfat.com

ہوئے۔ اکبر بادشاہ نے مصارف کے لیے جاگیر بن عطا کین جس کی ہر بادشاہ تجدید کرتا آیا ہے۔ یہ کاغذات سید ظہیر احمد خیر آبادی کے قبضہ میں محفوظ ہیں۔ آپ نے ۶ ربیع الثانی ۹۸۸ھ کو وصال فرمایا۔ ممدوح کو شاعری سے بھی ذوق تھا۔ آپ کی تصانیف میں فوائد السالکین۔ ارشاد المریدین زیادہ مشہور ہیں وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ سید ابو الفتح خرقہ پوش ہو کر سجادہ نشین ہوئے خاندانی تاریخ مرتب کی جس کا نام مصباح العاشقین رکھا۔ ابھی تک غیر مطبوعہ صورت میں ہے۔

---

(۱) مصباح العاشقین (۲) نسب نامہ مصنفہ حافظ امام بخش نورانی (۳) بحر ذخار (۴) رسالہ لاثانی فی احوال محمود شنوزانی (مرتبہ حکیم ظہور الحسن صاحب مرحوم) ملاحظہ طلب ہیں۔

۹۱۔ چودھری نصرت علی

ابن چودھری عظمت علی ابن چودھری منصب علی ابن شیخ عبد اللہ ابن شیخ یار محمد ابن شیخ دائم ابن شیخ عبد الرسول ابن شیخ پیارے ابن شیخ صدر جہاں ابن شیخ فیروز الصدیقی۔ آپ کے مورث امیر تیمور کے ہمراہ ۸۰۰ھ میں ہندوستان آئے اور سندیلہ کے چودھری مقرر ہوئے۔ نواب سعادت علی خاں برہان الملک کے عہد میں یہ منصب جاتا رہا۔ لیکن چودھری منصب علی صاحب نے پھر واپس لے لیا۔ انگریزی حکومت نے اس خطاب کو موروثی کر دیا۔ چودھری نصرت علی صاحب کو علوم عربی و فارسی میں اچھی دستگاہ تھی۔ آپ کا خلق اور انکسار ضرب المثال تھا جب خدا کا فضل شامل حال ہوتا ہے اس وقت انسان ایک کامیاب و نان

Marfat.com

ہوتا ہے۔ لیکن موجودہ دور کی زبان میں یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اپنی ذاتی قابلیت
خوش انتظامی اور حکام رسی سے آپ نے وہ عزت حاصل کی اور وہ نام پیدا
کیا جو اس قصبہ کے کم حضرات کو حاصل ہوا۔ آپ کی سنجیدگی اور معاملہ فہمی دیکھ کر
انجمن تعلقداران کے سربرآوردہ پریسیڈنٹ اور ممبروں نے انجمن کا اسسٹنٹ سکریٹری
۱۸۷۶ء میں مقرر کیا۔ راجہ سر ہرنام سنگھ کپورتھلہ انجمن کے بااختیار سکریٹری تھے۔
اور کام دیکھنے کے بعد جزوی اور کلی جملہ اختیارات اپنے ہوشیار جوائنٹ سکریٹری کو
دے رکھے تھے۔ چودھری صاحب نے میدان وسیع پاکر اپنی قابلیت اور ہمہ دانی
کا سکہ حکام اور تعلقداران پر بٹھا کر دونوں کے معتمد علیہ بن گئے۔ ایکٹ لگان کی تدوین
میں آپ کے قیمتی مشورے سے گورنمنٹ اور تعلقداران دونوں نے فائدہ اٹھایا۔ لکھنؤ
آپ کا مستقر تھا۔ حضرات لکھنؤ نے بلا مقابلہ آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر میونسپلٹی میں لے
لیا۔ وہاں بھی آپ نے پبلک مفاد پیش نظر رکھ کر نمائندگی کے فرائض نہایت
خوش اسلوبی سے انجام دیے۔ آپ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ اس خدمت کو بھی آپ
نے خوبی سے انجام دیا۔ گورنمنٹ آپ کی خدمات کو ہمیشہ قدردانی کرتی رہی۔ وائسرائے
ہند اور صوبہ کے اعلیٰ حکام نے خوشنودی مزاج کے سرٹیفکیٹس عطا کیے۔ مرصع
شمشیر عطا ہوئی اور خان بہادری کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے علاوہ آپ ڈپٹی کلکٹری
کے عہدہ پر مامور کیے گئے اور علی گڑھ پہنچ کر اس عہدہ جلیلہ کا چارج بھی لے لیا۔
لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد انجمن کے سربرآوردہ ممبروں نے آپ کو پھر واپس بلا لیا
اور وہی جوائنٹ سکریٹری کی خدمات پھر انجام دینے لگے۔ ہر جا کہ گل است خار و با خمر خمار۔
اس عروج نے حاسد بھی پیدا کر دیے تھے۔ راجہ درگا پرشاد صاحب کے دیوانی کے
مقدمے میں آپ کی شہادت کے خلاف ایک طوفان برپا ہوگیا۔ عدالت ابتدائی

Marfat.com

نے آپ کی شہادت صداقت پر مبنی پائی۔ لیکن جوڈیشلی میں فیصلہ برعکس ہوا۔ اس فیصلہ کی اپیل پریوی کونسل میں دائر ہوئی۔ لیکن سازشی گروہ کی پس پردہ کارروائی کی بدولت اس قابل فخر ہستی نے جسمانی اور روحانی مصیبتیں برداشت کیں۔ بالآخر پریوی کونسل کے فیصلہ نے حاسدوں کی کمر توڑ دی۔ آپ کی شہادت پر ججوں نے اعتماد کر کے فیصلہ کیا۔ مگر جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اپنے قصبہ کے نام کو بلند کرنے میں جو نام آپ نے پیدا کیا ہے وہ شاید پہلے اور مابعد کسی کو بھی میسر نہیں ہوا ہے۔ دل برداشتہ ہو کر آپ کا ہمیشہ مسلک رہا۔ دنیاوی جاہ و حشمت سے علیحدہ ہو کر آپ نے اپنا باقی زمانہ یاد الٰہی میں بسر فرمایا۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کاکوروی سے بیعت تھے۔ اور حضرت شیخ حافظ محمد ابراہیم قادری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ارادت رکھتے تھے۔ اس لیے آپ نے اپنا آخری زمانہ بھی مردانگی اور ہمت کے ساتھ بسر کر دیا۔ گو آپ تعلقدار نہ تھے۔ لیکن کل حقوق اور مراعات تعلقداری حاصل تھے۔ سندیلہ میں ایک خوبصورت مسجد اور محلسرائے تعمیر کروائی۔ تاریخ رحلت دنیا ۱۹۲۶ء بمقام سندیلہ۔ آپ کے صاحبزادوں میں چودھری فتح علی صاحب نے شہرت پائی۔ (دیکھو نمبر ۹۳)

۹۲۔ منشی نصیر خاں

پٹھان بادشاہان عرصہ دراز تک شمالی ہندوستان میں حکومت کا ڈنکا بجاتے رہے۔ لیکن اودھ کے شوریدہ پشت باغیوں اور راجاؤں نے ان کو چین نہیں لینے دیا۔ بالآخر سندیلہ چھاؤنی کی گئی اور شوریدہ پشت رعایا کی سرکوبی کے لیے قصبات آباد کیے گئے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ نصیر خاں صاحب کا خاندان بھی اسی زمانہ میں

Marfat.com

سندیلہ آیا۔ اپنی برادری میں مقتدر ہونے کی وجہ سے بادشاہوں نے آپ کے ساتھ ہر قسم کے مراعات کیے۔ ۱۰۲۷ھ میں شہنشاہ جہانگیر ابن اکبر اعظم نے بھی معافی عطا فرمائی۔ اس فرمان کی عبارت ثابت کر رہی ہے کہ بادشاہ موصوف نے معافی میں اضافہ فرمایا تھا۔ نواب نورجہاں بیگم بادشاہ نے بھی الہالہ بیگھہ زمین جاگیر میں مرحمت فرمائی ہے۔ آپ اسی مقتدر خاندان کے نامور ہستی تھے۔ محلہ ترہنی سرائے عرف بردنی (دبیردنی) آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ شوا تالی کی منہدم مسجد بھی آپ ہی کی بنوائی ہوئی ہے۔ دو مسجدیں اور بھی بنوائی تھیں۔ جن میں کنکر زیادہ دیا گیا تھا۔ شیریں حوض کا نام عالمگیر گنج رکھ کر اس کے ترتیب عالمگیری محلہ آباد کیا تھا۔ اس کے نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔ ایک تالاب(۳) کھدوا کر عالمگیر تالاب نام رکھا۔ موجودہ عیدگاہ بھی آپ ہی نے بنوائی ہے۔ ۱۲۴۶ھ میں اس کی مرمت کالے خاں اور سربلند خاں صاحبان نے کرائی ہے۔ اس کے بعد جب پھر منہدم ہونے لگی تو چودھری محمد جان صاحب تعلقدار اور منشی فضل حسین صاحب تعلقدار نے توجہ فرمائی انہوں نے اپنے محسن بادشاہ کی یادگار(۲) سندیلہ میں قائم کرنا چاہی تھیں۔ اس سے زیادہ حالات خاں صاحب موصوف کے دستیاب نہ ہو سکے۔ افسوس کہ اب پٹھانوں کا یہ خاندان برباد ہو چکا ہے۔ لیکن چند سر بفلک عمارتیں اور یادگاریں اب بھی نوحہ خوانی کر رہی ہیں۔

---

(۱) تاریخ سندیلہ صفحہ ۲۹۳۔

(۲) فرامین مقبوضہ چودھری عزیز احمد صاحب۔

(۳) تالاب تو اب تک اسی نام سے مشہور ہے۔ مگر عالمگیر گنج اور عالمگیر محلہ کا نام اب باقی نہیں رہا۔

Marfat.com

۹۳۔ مولوی نجف علی

آپ منشی روشن علی کے صاحبزادہ اور چودھری نصرت اللہ کے نبیرہ تھے۔ حکمرانان دھول پور کے خاندانی حالات میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس سے زیادہ حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ میں بعارضہ فالج آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۹۴۔ حافظ شیخ نذیر الدین

المعروف حافظ نذیر الدین وکیل ساگر (متوسط) ابن شیخ فضل احمد ابن شیخ احمد حسین ابن شیخ محمد نظام ابن حافظ امام بخش نورانی الصدیقی السندیلوی۔ آپ حضرت قاضی بہاء الدین پیر نورانی کی بسلسلہ شیخ اسحق عرف شیخ لالہ کی اٹھارہویں پشت میں ہیں۔ اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر تک پہونچتا ہے۔ آپ ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ حاصل کرنے کے بعد آپ نے خاندانی طریقہ کی تعمیل میں حفظ کلام پاک کا شرف حاصل کیا۔ اور خدا کے بھروسے پر وطن کو خیرباد کہکر تلاش معاش میں گھر سے چل کھڑے ہوئے۔ اور ساگر ملک متوسط پہونچ کر ملازمت کر لی دوران ملازمت میں وکالت کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ اور وہیں ساگر میں وکالت کرنے لگے۔ اور آخر ایک نہایت کامیاب وکیل ہو گئے۔ وہیں ذاتی جائداد پیدا کر لی اور ذاتی مکان بھی بنوا لیا۔ شکار کا بہت شوق تھا۔ اس سلسلے انگریز حکام سے بڑی دوستی ہو گئی۔ اعزا اور اہل وطن۔ دوست واحباب کی دست گیری کشادہ پیشانی کے ساتھ کرتے تھے۔ آپ کی خوش اخلاقی اور قانونی قابلیت نے حکام

Marfat.com

نیز بیاپاس کو ہمہ تن اپنی جانب بہت جلد متوجہ کر لیا تھا۔ کوئی بڑا سے بڑا مقدمہ ایسا نہ ہوتا کہ آپ ایک فریق کے وکیل نہ ہوتے ہوں۔ اور دونوں فریق کو آپ کی ایمانداری اور نیر طلبی پر اعتماد رہتا تھا۔ مہمان نوازی میں یگانہ تھے۔ آپ کی دسترخوان پر بیسیوں ایسے اشخاص بھی ہوتے تھے۔ جن کو آپ یہاں کے حاضرباش لوگ کبھی نہ جانتے تھے۔ آپ دنیا میں ہر کس کی امداد اور بھلائی کے لیے پیدا ہوئے۔ علم سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اپنے اور غیر، صوفی، عابد اور علما کی نہایت کشادہ پیشانی کے ساتھ خدمت کرتے تھے۔ بڑے کنبہ پرور تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے حافظ منیر الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا اندور چھاؤنی و سعید الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا ولایت و نصیر الدین احمد تھے۔ آپ نے ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ کو یوم پنجشنبہ وقت شب ساگر انتقال فرمایا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۹۵۔ قاضی وجیہہ الدین

ابن قاضی سعید الدین ابن قاضی محمد باصر (۱۱۸۳ھ) ابن قاضی ذکریا ابن قاضی شرف الدین ابن قاضی عماد الدین ابن قاضی مبارک ابن قاضی عبد الحکیم ابن قاضی عبد الرزاق حاکم شرع ابن قاضی نصر اللہ ابن قاضی علیم الدین حاکم شرع ابن قاضی محمد ابن قاضی دانیال ابن قاضی جان ابن قاضی عماد الدین ابن قاضی علیم الدین متشرع ابن قاضی شرف الدین ابن شیخ حسن ابن شیخ علی لاہوری نبیرۂ حضرت فرید الحق والدین شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فاروقی ابن شیخ مسعود ابن شیخ سلیمان ابن قاضی شعیب ابن شیخ یوسف ابن سلطان شیخ شہاب الدین ابن شیخ احمد فرخ شاہ کابلی ابن شیخ اسحاق ابن شیخ مسعود ابن شیخ عبد اللہ واعظ الاصغر

Marfat.com

ابن شیخ عبداللہ واعظ الاکبر ابن شیخ ابوالفتح ابن شیخ اسحاق ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ ناصر الدین ابن شیخ عبداللہ ابن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ دوئم۔

آپ کے مورث شیخ علی لاہوری تقریباً آٹھویں صدی ہجری میں سندیلہ تشریف لائے تھے۔ اور واقعات بتلاتے ہیں کہ آپ نے اس جگہ قیام فرمایا تھا کہ جو میراں معز الدین علیہ الرحمۃ کی مسجد اور مزار کے اُتر واقع ہے۔ یہ جگہ اب ویران ہے۔ مگر اب بھی قاضی سرائے کے نام سے مشہور ہے اور قاضی زادوں ہی کے قبضہ و تصرف میں تھی۔ اس محلہ میں پختہ اور سربفلک عمارتوں کے دیکھنے والے کچھ عرصہ قبل موجود تھے۔ قرابتوں میں اضافہ ہونے کی وجہ سے افراد دوسرے محلوں میں منتقل ہو گئے۔ اور یہ محلہ رفتہ رفتہ خالی ہو کر ویران ہو گیا۔ اس خاندان میں عہدۂ قضا آٹھویں ہی صدی ہجری سے الحاق اودھ تک رہا۔ اور بادشاہوں نے قدیم معافیاں بحال رکھیں۔ اور ان میں برابر اضافہ کرتے رہے۔ شاہجہاں کے زمانہ تک یہی دستور رہا۔ حضرت عالمگیر کے عہد میں قاضی حبیب اللہ برادر قاضی مبارک قاضی القضات مقرر ہوئے اور بڑا عروج ہو گیا۔ حضرت قاضی وجیہہ الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان میں آخری قاضی تھے الحاق اودھ کے بعد عہدۂ قضا ختم ہو گیا اور آپ سب رجسٹرار کر دیے گئے اور آپ نے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ اور عمر کا باقی حصہ یادِ الٰہی اور عبادت گذاری میں بسر کر دیا۔ آپ سلسلہ چشتیہ قادریہ میں حضرت حافظ امام علی شاہ آبادی کے خلیفہ و مرید تھے۔ نہایت بزرگ شخص تھے۔ سماع کو بہت پسند فرماتے تھے اکثر بعد نماز جمعہ صحبت گانے بجانے کی ہوتی رہتی۔ مہینہ ذی الحجہ میں اپنے پیر مرشد حافظ امام علی صاحب مرحوم کا سالانہ عرس نہایت کشادہ پیشانی سے کرتے جس میں

Marfat.com

قندیلیں رنگا رنگ آویزاں ہوتیں اور سڑک کے ہر دو جانب مشعل روشنی کے نصب ہوتے۔ شب عرس کو تمام رات محفل رقص و سرود قائم رہتی۔ اکثر اہل قصبہ بیرون جات آپ کے مرید تھے۔ آپ نے ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو بعارضہ تپ دلرزہ بعمر ۲۷ سال انتقال فرمایا۔ اور احاطہ مسجد قلعہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کا عرس سالانہ ۴ شعبان کو ہوا کرتا ہے۔ آپ کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لیے آپ کے ہمشیرزادہ قاضی عابد علی آپ کے جانشین رہے۔ یہ آپ کے داماد بھی تھے۔ قاضی صاحب کی خاندانی معافیوں کی یادگار کا ایک جزو موضع مہونہ میں اب بھی باقی ہے۔ مولوی فصیح الدین مخدوم زادہ ابن خان بہادر سید اعز الدین خاندان چشتیہ میں آپ کے مرید اور خرقہ خلافت سے سرفراز تھے۔

---

(۱) سیر الاولیا (۲) سوانح عمری مولوی مظہر علی۔ صفحہ ۳۱۵ (۳) بیاض قلمی مولوی سید سرفراز علی (۴) تاریخ سندیلہ راجہ درگا پرشاد صاحب۔

۹۶۔ مولوی وزیر علی

ابن مولوی انور علی ابن مولوی اکبر علی ابن مولوی حمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کو علم و ادب اور زبان عربی میں بہت اچھی دستگاہ پیدا تھی۔ کئی دیوان عربی زبان میں مرتب کیے۔ جن میں سے بعض طبع بھی ہوگئے ہیں۔ مدرسہ کلاں کلکتہ میں آپ مدرس ہوگئے تھے۔ ڈھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ بزمانہ نصیر الدین حیدر (اودھ) آپ نے کلکتہ ہی میں انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

---

(۱) بیاض مولوی سرفراز علی صاحب۔

Marfat.com

۹۷۔ مولوی سید وارث علی شاہ

سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم صاحب ولایت سندیلہ رحمۃ اللہ علیہ ابن سید شاہ امین اللہ ابن سید شاہ وصف اللہ عرف مصری میاں ابن مولوی فضل اللہ ابن سید شاہ غلام علاء الدین قدس سرہٗ مخدوم زادہ (از اولاد مخدوم سید خواجہ احمد پسر اوسط حضرت مخدوم صاحبؒ) آپ ۱۲۰۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں مولوی سید احمد بخش مخدوم زادہ سے درس شروع کیا اس کے بعد مولوی نور الحق و مولوی سراج الحق فرنگی محلی اور مولوی مظہر علی سوداگر لکھنوی اور مولوی جعفر علی کسمنڈوی سے علوم حاصل کیے۔ اور علم طب حکیم فرزند حسین خاں صاحب فرخ آبادی سے حاصل کیا۔ تمام مراحل طے کرنے کے بعد سلسلہ درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور بیعت و ارشاد کا بھی سلسلہ جاری رکھا۔ آخر میں پاشکستہ ہو کر بیٹھ گئے۔ سید عالی قدر کے مرید تھے ان کے وصال کے بعد درگاہ شریف کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور اپنے وقت کا بڑا حصہ عبادت، تعلیم اور تلقین میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سے اہل قصبہ نے دینی اور دنیوی دونوں فوائد حاصل کیے۔ تصنیف و تالیف کی نوبت تو نہیں آئی لیکن درس کی جانب ہمیشہ متوجہ رہے۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔۔ ار رمضان المبارک ۱۲۴۷ھ ہجری کو وصال فرمایا۔ اور حضرت مخدوم صاحب قدس سرہٗ کے مقبرہ کے پچھم جانب اندرون احاطہ مدفون ہوئے۔

---

(۱) تذکرہ علمائے ہند۔ صفحہ ۲۴۹

(۲) بیاض مولوی سید سرفراز علی قلمی۔

Marfat.com

۹۸ حضرت سید شاہ وصی علی قدس سرہٗ

ابن سید حافظ شکر اللہ عرف چھید امیاں مخدوم زادہ آپ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے نواسہ اور جانشین تھے۔ علوم ظاہری قصبہ کے نامور مولویوں سے حاصل کیے۔ اور روحانی تعلیم آپ کی آپ کے نانا حضرت شاہ وارث علی اور حضرت محمدی شاہ صاحب الہ آبادی خلیفہ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رح سے ہوئی۔ آپ حضرت محمدی شاہ صاحب الہ آبادی کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی لکھتے ہیں "تکمیل نفس اور تزکیہ باطنی۔ حسن اخلاق اور طرز معاشرت سے بہت اثر دلوں پر پہونچایا۔" آپنے سجادہ نشین ہونے کے بعد روحانی قوت اور ظاہری اخلاق سے تمام قصبہ کو گرویدہ کر لیا تھا۔ آپ کے ہزارہا مریدین یہاں اور اضلاع متحدہ میں ہیں۔ آپ کا وصال ۲ صفر ۱۳۱۶ھ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۸۹۸ء کو ہوا اور مشرقی دروازہ مقبرہ حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ دفن ہوئے۔ راجہ جنگ بہادر خاں نانپارہ نے آپ کا مزار شریف سنگی بنوایا۔ اور عرس شریف میں بڑی خوش عقیدتی سے شرکت فرما کر مصارف کثیر کیے۔ راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی نے آپ کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

قطعہ

زگردش فلکی حضرت وصی علی۔ بسوئے ملک عدم حیف رخت ہستی برد
جہاں گرفت ز اخلاق خویش وباز گذاشت اگرچہ مرد و لیکن بنام نیکش مرد
دریں جہاں کہ بنائش بر آب بنہادہ۔ بلے بلے خنک آں کس کہ گوئے نیکی برد
سخن دراز مکن مہر بہر سال وفات بگو بگو کہ ولی خدا شناسے مرد

۱۳۱۶ھ

Marfat.com

۹۹۔ مولوی قاسم علی حاجی

ابن مولوی حمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ علوم متداولہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیے۔ آپ نامی مولوی تھے۔ شاگردوں کی تعداد کثرت سے ہے جن میں اکثر نامور محدث گذرے ہیں۔

۱۰۰۔ مولوی یقین بخش نورانی الصدیقی

ابن حافظ شیخ غلام رسول نورانی۔ آپ حافظ امام بخش نورانی کے اخ مکرم تھے۔ عربی و فارسی علوم میں اپنے پدر بزرگوار و مولانا کمال الدین فتح پوری (لکھنؤ محلہ بجنوریاں میں اس وقت آپ کا قیام مولانا سماء الدین بجنوری کے یہاں تھا۔) اور مولانا احسن نیز دوسرے نامور مولویوں کے شاگرد تھے۔ کم سخن اور مختصر گو اس قدر تھے کہ اس زمانہ میں اس صفت کا شخص قابل ضحکہ سمجھا جاتا ہے۔ درس و تدریس کا بہت شوق تھا۔ حافظ امام بخش نورانی برادر خورد مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ "اخوان نیا ہی تا بقدر حیات بودند کارے بے رضا مندی پدر بزرگوار نمیکردند۔

چوں مزاج ضعیف داشتند قبلہ گاہی از راہ شفقت مربیانہ اکثر بار بر سیر می فرمودند۔ ہرچہ از خوردنی پیش می آمد۔ آنحضرت بدوں اذن قبلہ گاہی تناول نمی کردند۔ بلکہ بے اجازت آب نمی نوشیدند۔ تا آخر وقت ہمیں طریق مرعی داشتند۔" دیوان جے سکھ رائے وغیرہ آپ کے نامور شاگردوں میں ہیں۔ آپ نہایت مرتاض خدا رسیدہ اور عبادت گذار بزرگ تھے۔ آپ کی شادی شیخ حافظ

Marfat.com

مداری چودھری سعد زئی الصدیقی کی صاحبزادی سے ہو چکی تھی. لیکن کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی کہ بعمر ۳۶ سال عین جوانی میں مورخہ ۱۵ ارصفر ۱۱۸۲ ہجری کو جمعہ کے دن آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور خاندانی قبرستان امرہرہ میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حافظ امام بخش صاحب نے اپنے غم والم کا اظہار اس طرح اشعار میں فرمایا ہے۔

قیامتہا زجائے گریہ زد جوش
شدہ ہوش از دل عالم فراموش
زبائی تاراج سیلاب بکاشد
زبان دہر افسوس آشنا شد
بدل شد عیش ہائے خلق باقہر
بجال سبزی اقبال شد زہر
فغان صد حشر غم پیوند بالید
قیامت آسماں ہا چند نالید
فلک برہم شد از افغان جانکاہ
قیامت کرد اسرافیل از آہ
زبس جانہا کہ تحویل ہوا شد
فلک مواجی ابر بلا شد
شفق پیرایہ چرخ جور مخزن
چو لعل دلربایاں خون بگردن

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حافظ امام بخش نورانی سے

Marfat.com

سلسلہ درس و تدریس کا آخر وقت تک جاری رکھا۔

۱۰۱۔ مولوی حاجی یوسف علی

سندیلی الاصل مولداً گوپاموی ابن الحاج مفتی یعقوب علی ابن خان بہادر مولانا حاجی فضل علی ابن شیخ رحم علی ابن شیخ عماد الدین ابن شیخ عبدالوہاب ابن شیخ محمد شاہ عرف شاہی میاں ابن شیخ محمد رضا عرف شیخ راجو امن زئی ابن مفخر الاکابر والاصاغر قاضی امین الدین عثمانی المشہور شیخ امن بانگرموی سکنا سندیلوی۔ مولوی صاحب موصوف گوپاموئیں مورخہ ۲۴ رشعبان ۱۲۲۸ھ ہجری رات کو دو بجے پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے علاوہ مولانا وارث علی لکھنوی، مولوی قدرت علی فرنگی محلی داماد بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی ؒ، مولوی تراب علی لکھنوی اور راجہ امداد علی خاں صاحب کنتوری سے بھی تلمذ رکھتے تھے۔ صحاح ستہ کی سند مولانا عبدالقیوم قاضی ریاست بھوپال داماد مولانا شاہ اسحٰق دہلوی جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ تھے سے حاصل کی۔ ارادت و بیعت اولاً شاہ محمد علی عرف شاہ محرم علی چشتی خیرآبادی قدس سرہ سے تھی۔ بعد کو بھوپال میں مولانا عبدالقیوم قاضی ریاست کے مرید ہوئے۔ آپ کا خاندان مدراس اور حیدرآباد دکن میں سربرآوردہ رہا۔ آپ کے والد ماجد، چچا مکرم اور دوسرے اعزہ معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ بھی مدراس ہی تشریف لے گئے تھے۔ لیکن آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے گوپاموں واپس چلے آئے اور متاہل ہوئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے خال محترم شیخ نورالحسن ابن حکیم محب علی مخدوم زادہ اٹیٹھی کی صاحبزادی تھیں۔ اس خاندان نے بھی ایک عرصہ

Marfat.com

ے گوپامئو میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اہلیہ اور ایک بیٹ
کے انتقال کی وجہ سے آپ گوپامئو کے قیام سے دل برداشتہ ہو گئے اور لکھنؤ جا
ساکن ہو گئے۔ اور ماہ شوال ۱۲۷۰ھ ہجری میں شیخ مقصود علی ابن شیخ عبد الو
چکلہ دار ابن محمد امین ابن عبد الغنی ابن قاضی غلام محمد عباسی امیٹھوی کی صاح
کے ساتھ دوسرا عقد کر لیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ۱۲۸۴ھ ہجری میں نواب
سکندر جہاں بیگم رئیسہ بھوپال نے آپ کو طلب فرما کر ملازم رکھا، جہاں آ
آخر عمر تک مختلف معزز عہدوں پر سرفراز رہے۔ اور ہمیشہ اپنے فرائض منصبی
ایمانداری اور محنت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ نائب مدار المہام بھی ہوئے ا
آخر میں ڈیوڑھی خاص کے معزز عہدہ کا مداری پر مامور ہوئے۔ جس جگہ ر
اپنی خدمات بلا رو رعایت اور دیانت داری سے انجام دیتے رہے جس کی و
رئیسہ رضامند رہیں اور پبلک بھی خوش رہی۔ آپ کا فیصلہ دونوں فریق ب
مندی کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ آپ بڑے مرتاض اور عبادت گذار بزرگ تھے
نشینی کے بعد اپنا وقت یاد خدا اور مخلوق کی خدمت گذاری میں صرف کرتے ر
۲۳ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ ہجری کو بعد نماز عشا بھوپال میں انتقال فرمایا۔ اور تکیہ قلند
میں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ بڑا اژدہام تھا۔ جن میں عمائدین ریا
سے لے کر ایک چھوٹا آدمی بھی بادیدۂ نم شریک ہوا۔ آپ کی مخلصانہ اور
امداد سے بیوائیں اور معذورین برابر مستفید ہوتے رہے۔ اعزہ اور اہالیان و
لیے آپ کا مکان مہمانخانہ تھا۔ جن کا ہر وقت کشادہ پیشانی کے ساتھ خیر مقد
کرتے اور امداد کے لیے موجود رہتے تھے۔ آپ کے ذریعہ سے سیکڑوں عزیز و ا
برسرکار ہو گئے۔ آپ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ جس میں تاریخ

Marfat.com

الفرائض بہت مشہور ہے۔

---

(۱) تذکرۂ علمائے ہند۔ صفحہ ۲۶۹ (۲) شرائف عثمانی نوشتہ مولوی حاجی عبدالعزیز صاحب

۱۰۲۔ منشی یوسف علی

ابن منشی غلام مرتضےٰ ملک زادہ۔ مصنف جواہر الانشاء ولادت ۱۲۰۴ھ بروز دوشنبہ تعلیم اور تربیت آپ کی سندیلہ میں ہوئی۔ بہت قابل اور انشاپردازی میں یکتا تھے۔ ابتدائی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ کلکتہ گئے اور وہاں ملا عبداللہ شیرازی سے عربی وفارسی پڑھی۔ اور بہت بڑے نثار اور منشی ہوئے۔ نظم بھی اچھی لکھتے تھے یوسف تخلص تھا۔ بہترین قصائد۔ غزلیات، خطوط اور نثر کے مضامین لکھے۔ مگر وارفتہ مزاجی کی وجہ سے اپنا کلام جمع نہیں کیا۔ انگریزی عملداری میں کانپور اور فتح پور وغیرہ میں منصفی کے معزز عہدہ پر سرفراز رہے۔ اور ملازمت کے قیود سے آزاد ہونے کے بعد اپنا وقت یاد خدا اور تصنیف و تالیف میں صرف فرماتے رہے۔ آپ کی مستقل تصانیف بہت سی ہیں منجملہ ان کے شہر آشوب لکھی۔ زنانہ بازار۔ واقعہ شہادت مولوی امیر علی شہید" نثر ماتم وغیرہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آپ مہمان نواز، کریم النفس بزرگ اور درود شریف کے عامل تھے۔ حضرت شاہ تراب علی قدس سرہ سے بیعت تھی۔ غدر کے چند روز بعد تپ محرقہ میں علیل ہوکر ۱۷ محرم ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۸۵۸ء یوم جمعہ وقت شب انتقال فرمایا اور اپنے باغ واقع محلہ انہ سندیلہ میں دفن ہوئے۔ منشی عابد علی سندیلوی نے تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکالی ہے

آہ ایں یوسف مصر سخن بود

۱۲۷۵ھ

Marfat.com

آپکے بہت سے شاگرد سندیلہ و کاکوری میں تھے جن میں حافظ شوکت علی صاحب کا شمار ارشد تلامذہ میں تھا۔ راجہ درگا پرشاد مہر بوستان اودھ میں لکھتے ہیں "در انشا پردازی بے نظیر و بےعدیل بود۔ گویم کہ در صد سال مثل او انشا پردازے و شاعرے دریں دیار و جوار برنخواستہ"۔ نمونہ کلام ہدیہ ناظرین ہے۔

اے درد تو چارہ ساز جانہا — داغ تو چراغ دود مانہا
از شیوۂ غمزہ ہائے خون ریز — گویا کہ گرفتہ شد زبانہا
اے نالۂ آتشین بگردان — خاصیت دور آسمانہا
سودائے تو کرد دشت آباد — ویران افگند خانمانہا

یوسف کف خاک من دریں دشت
افتاد تقاضائے کاروانہا

ادائے نالۂ دل ناتوان نمی داند — ہلاک درد محبت فغاں نمی داند
فسردہ دل نشناسد ز بزم نشاط و ملال — نہال خشک بہار و خزاں نمی داند
چرا ہوائے چمن بلبل قفس دارد — مگر ستمگری باغباں نمی داند

بجلوت گاہ دل جائے مدہ مشکل خیالی را
تجلی گاہ شمع طور کن ایں بزم حالی را
سحر گہ در قفس بلبل صفیر خونچکاں می زد
بیاں می کرد شاید قصۂ فرسودہ بالی را

---

(۱) مشاہیر کاکوری۔ صفحات ۴۸۶ - ۴۸۴

Marfat.com

۱۰۳۔ امجد علی خاں بلوچ

امجد علی خاں فرزند ارجمند محمد علی خاں بہادر قوم کے افغان بلوچ اور نامور شخص تھے ان کا قدیم وطن بلند شہر تھا، خاں صاحب مرحوم ان کے والد ماجد دونوں اودھ میں اکثر حکام دار رہے ہیں اور راجہ بختاور سنگھ کی نیابت گونڈہ اور بہرائچ کی نظامت کا کام بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ خاں صاحب مرحوم نے محلہ ملکانہ سندیلہ میں ایک حویلی تعمیر کرائی تھی۔ حصول آزادی کے لیے سنہ ۱۸۵۷ء میں انھوں نے اپنی جان دیدی۔ چونکہ نہایت جری اور صاحب اثر شخص تھے اس لیے غدر میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت ان کے ہمرکاب تھی۔ سندیلے کے بعض امرار نے ان کو بہت سمجھایا، باغیوں کا ساتھ دینے اور انگریزوں کی مخالفت سے ان کو باز رکھنے کی بہت سعی کی مگر وہ نہ مانے۔ ان ہی ایام میں سندیلہ یہ خبر پہنچی کہ آزاد باغی فوج نے چیف کمشنر لکھنؤ کو شکست دے کر بیلی گارد کا محاصرہ کر لیا ہے شہزادہ برجیس قدر کو محلسرائے سے نکال کر واجد علی شاہ کی جگہ پر تخت نشین کر دیا ہے۔ شرف الدولہ نائب مقرر ہوئے ہیں اور ممو خاں کو جو قدیمی داروغہ تھے اعلیٰ افسر بنا دیا گیا ہے اسی اثنار میں یعقوب خاں کمیدان مرزا گنج (ملیح آباد) کا ایک خفیہ مکتوب امجد علیخاں مرحوم کے پاس آیا کہ وہ فوراً لکھنؤ آئیں۔ خاں موصوف نے یہ خط یہاں ایک رئیس کو دکھایا جو انگریزوں کے خیرخواہان دولت میں سے تھے انھوں نے جانے کی سخت مخالفت کی اور منع کیا مگر خاں مذکور نہیں مانے اور قصبے کی ایک کثیر جماعت کو اپنا ہم خیال بنا کر اپنے ہمراہ لے جانے پر آمادہ کر لیا لوگ جوق در جوق مدرسہ منصوریہ کی دوسری جانب جمع ہونے لگے اور وہاں سے کوچ کر کے لکھنؤ پہنچے

Marfat.com

اور وہاں ہلی گارد پر مورچہ لگایا، کئی روز کشت وخون کا بازار گرم رہا۔ آخر عالم باغ میں کسی انگریز کی گولی کے لگتے ہی جام شہادت نوش فرمایا ان ہی کے ساتھ سندیلہ کے سیکڑوں حضرات شہید ہو گئے۔ امجد علی خاں شہید کا نام اب کوئی جانتا بھی نہیں کہ انھوں نے جنگ آزادی میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیے اور جان عزیز وطن کی آزادی کے لیے نثار کر دی۔

راجہ درگا پرشاد صاحب مہر نے "تاریخ سندیلہ" میں ان کا نام "علی امجد خاں" تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:-

"عرصہ سو برس کا ہوا کہ جب محمد علی خاں بلوچ کے پدر بزرگوار عنایت خاں سندیلہ میں آ کر متوطن ہوئے۔ محمد علی خاں بلوچ پہلے رسالدار تھے۔ بعدہٗ راجہ درشن سنگھ "سلطنت جنگ" کی نظامت میں ان کی طرف سے چکلہ دار بہرائچ و خیر آباد کے رہے انھوں نے اپنی ذات سے اپنے خاندان کو فروغ دیا سندیلہ میں املاک عمدہ بنوائی اور ایک تعزیہ بھی بہت عمدہ کی جواب تک مشہور ہے۔

آپ کے بیٹے علی امجد خاں ہوئے یہ بھی چکلہ دار بہرائچ کے رہے غدر میں شریک باغیاں ہو کر لڑے آخر عالم باغ میں مارے گئے اور نعش ان کی سندیلہ میں آئی۔"

(تاریخ سندیلہ صفحہ ۲۶۸)

ان کے صرف ایک دختر تھیں جن کی شادی "نامدار خاں" سے ہوئی تھی جو غدر میں سندیلے کے چکلہ دار تھے۔ ان ہی کے خاندان میں "واحد علی خاں" صاحب ایک صاحب گزرے ہیں۔ جو بہت خوش انتظام اور صاحب اثر شخص

Marfat.com

سے تھے اپنی زمینداری کو ترقی دی اور قلمی باغات نصب کرائے۔

مشہور نثار رجب علی بیگ سرور جن کا یہ شعار و وطیرہ تھا کہ امرا اور والیانِ ریاست کے یہاں آکر قیام فرماتے چنانچہ وہ سندیلہ آکر امجد علی خاں شہید کے بھی مہمان رہے اور ان کی فرمائش سے ایک کتاب "شگوفۂ محبت" بھی لکھی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاں صاحب کو ادب سے بھی کچھ لگاؤ تھا۔

۱۰۴۔ شیخ احمد علی خاں ہاشمی

شیخ احمد علی خاں ہاشمی بن شیخ غلام محمد ابن شیخ محمد حاجی" صاحب مخزن الغرائب" سندیلہ کے شیخ زادوں میں سے تھے۔ "خاں" شاہی خطاب تھا۔ باوجود سعی بلیغ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کس خاندان سے تعلق تھا۔

انھوں نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں اپنا حال تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "۱۳، ۱۴ سال کی عمر سے ۵۴ سال تک (تا زمانہ تحریر تذکرہ) مذاقِ شعر و سخن رہا ہر قسم کا کلام نظر سے گذرا۔ رات دن دواوین کا مطالعہ کرتے رہتے تھے جب کم عمر تھے تو والد ماجد کا انتقال ہو گیا تھا۔ اسی حالت میں وطن کو خیرباد کہہ کر باہر چلے گئے اور گھومتے گھامتے نواب عزت الدولہ مرزا حسن شہید خلف مرزا محمد محسن برادرِ کلاں نواب صفدر جنگ کی سرکار میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے بآئین شائستہ ان کو نواب ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خاں بہادر غالب جنگ کے یہاں ملازم کرا دیا اور رسائی بادشاہ شاہ عالم بہادر میں ملازمت ملی۔ عرصے کے بعد دہلی پہنچے۔ بعد انتقال نواب موصوف دہلی میں غدر برپا ہوا۔ تمام رفقائے سلطنت منتشر ہو گئے۔ آخر میں گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کے استاد میرزا محمد حسن قتیل تھے۔

Marfat.com

انھوں نے اتالیق کے حکم سے یہ تذکرہ لکھا ان کو کثرت سے خراسان و عراق و فارس والوں سے صحبت رہی تھی۔ شعرائے سلف سے اپنے زمانے تک کے شعرا کا کلام اور حال لکھا ہے۔" ایک جگہ لکھا ہے کہ :-

"نواب امیر الدولہ میرزا زین العابدین خاں بہادر منصور جنگ المتخلص میرزا" کے یہاں صغر سنی سے ملازم رہا ان ہی کے ایک باغ میں قیام رہتا تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

"راقم سطور نمک خواران قدیم رکاب ظفر انتساب ایشان است از صغر سن .لہ ربائے مایدۂ آنجناب بودہ ام الحال کہ مرکب عمر مرحلہ پیمائے عشر سادست ہم در باغ مذکور طرح اقامت دارم۔"

تذکرہ "مخزن الغرائب" ان کی مشہور تالیف ہے اس کے قلمی نسخے متعدد لائبریریوں مثلاً مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، رضا لائبریری رام پور، ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ اور محمود آباد کی لائبریری میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۲۲۲ اوراق پر مشتمل ہے اور دوسری جلد میں ۲۹۲ اوراق ہیں ہر صفحہ پر ۲۵ سطر ہیں۔ سائز بڑا ہے یہ رام پوری کاغذ پر نہایت نستعلیق لکھی گئی ہے الٰہی بخش نامی کاتب کی لکھی ہوئی ہے۔ سنہ کتابت ۱۱ شوال ۱۲۲۴ھ ہے۔ اس کا قطعہ تاریخ یہ ہے۔

این تذکرہ ز لطف قدیر و قیوم
گردید بمخزن الغرائب موسوم
تاریخ تمامیش مرا شد در خواب
ختم صحف از ہاتف غیبی معلوم
۱۲۱۸ھ

Marfat.com

شیخ احمد خود بھی شاعر تھے خادم تخلص فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنی ہیچ مدانی اور عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اس تذکرہ میں اپنا کلام بھی درج فرمایا ہے۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

آں غزال چین بصحرا می زند ۔۔۔ صبر و طاقت از دلِ ما می رود
تو کجا رفتی کہ از چشم ترم ۔۔۔ دجلہ دجلہ خوں بدریا می رود
ہر دم نفس شماری باشد شعار عاشق ۔۔۔ ہر روز عاشقاں را روز شمار باشد
مرا خوار و رسوا تو کردی تو کردی ۔۔۔ چنیں زار و شیدا تو کردی تو کردی
چہ گفتی بمن ایں کہ بے ننگ و نامی ۔۔۔ چنیں ننگ و عارا تو کردی تو کردی

اے گل رعنائے من [illegible] بودن خوب نیست
بارقیب بے سروپا یار بودن خوب نیست
چشم کافر کیش او ہر لحظہ می گوید بمن
درمیان میکشاں ہشیار بودن خوب نیست

نے تماشائے گل و گلزار می خواہد دلم ۔۔۔ یک نگہ زاں نرگس سرشار می خواہد دلم
ما بمرادِ خود نہ چو پروانہ سوختیم ۔۔۔ ظالم بیا کہ بے تو غریبانہ سوختیم
رسوا شدم خراب شدم مبتلا شدم ۔۔۔ ظالم ز تیغ زلف تو نشانہ شدم
دل من طاقتِ ہجراں ندارد ۔۔۔ امید زیستن چنداں ندارد

(م۔ا۔ن)

۱۰۵۔ حکیم سید اخلاق حسین

حکیم سید اخلاق حسین [illegible] میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میر [illegible] علی

Marfat.com

تھا۔ سید محمود شنوزانی مکی کی اولاد میں تھے فارسی کی کتب درسیہ مولوی بچو صاحب مرحوم ساکن محلہ منڈی سے پڑھیں عربی کی تعلیم مولانا محسن القضاۃ اور مولانا اشرف علی صاحب سے حاصل کی۔ علم طب جھوائی ٹولہ لکھنؤ میں حکیم عبدالعزیز صاحب سے سیکھا طب کی چند مشہور کتابیں جو باقی رہ گئیں تھیں انھیں حکیم مولوی عبدالجلیل صاحب سے سے پڑھیں، نفیسی کے کچھ اسباق کا درس، مشہور ناول نگار حکیم محمد علی طبیب سے لیا علم طب کی تکمیل کے بعد کاکوری میں مطلب شروع کیا۔ وہ زمانہ حافظ علی انور صاحبؒ کا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد کاکوری سے اپنے وطن سندیلہ چلے آئے اور یہاں اپنے پیشے سے خلق اللہ کو نفع پہونچاتے رہے۔ کاکوری سے آنے کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے پھر کہیں باہر نہیں گئے۔ آپ کی ذہانت طبع اور معالجہ میں مہارت کے معترف خود آپ کے استاد حکیم عبدالعزیز صاحب تھے۔

حکیم صاحب کو علم کا بڑا شوق تھا۔ فارسی سے خاص طور پر بڑی دلچسپی تھی۔ دیوان حافظ کا خاص طور پر کثرت سے مطالعہ کرتے رہے تھے۔ شعر فہمی کا مادہ بلا کا تھا۔ لیکن کبھی شعر نہیں کہا۔ ایک بار کہنہ مشق شاعر اور ادیب حضرت نجود موہانی نے بہت اصرار کیا کہ آپ شعر کہا کریں۔ جس کا جواب حکیم صاحب نے یہ دیا کہ میں نے اپنی زندگی اللہ کے بندوں کے لیے وقف کر دی ہے ان کے دردوں کے سامنے تمام درد ہیچ ہیں۔ حکیم صاحب نے بندگان خدا کی ایسی بے لوث خدمت کی جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اکثر رؤسا نے انھیں اپنے دامن دولت سے وابستہ کرنا چاہا لیکن انھوں نے اس کو کبھی منظور نہیں کیا۔ فجر کے وقت سے نصف شب تک مطلب کا سلسلہ جاری رہتا جس وقت جو مریض آتا فوراً اس کو دیکھتے۔ حکیم صاحب نے اپنی سکونت مکان کے مردانے حصے میں اس لیے رکھی تھی تاکہ لوگوں کو کسی وقت

Marfat.com

بھی ان سے ملنے میں دشواری نہ ہو۔ غریب اور نادار مریضوں پر خصوصیت سے توجہ فرماتے تھے۔ ظاہری شان و شوکت سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ چودھری فتح علی صاحب رئیس سندیلہ کے یہاں گورنر بلائے گئے۔ اس میں حکیم صاحب کو بھی مدعو کیا گیا۔ تاکہ گورنر سے ان کی صفات کا ذکر کر کے شفاء الملک کے خطاب کی سفارش کی جائے۔ حکیم صاحب پرانی وضع قطع کے ساتھ چودھری صاحب کے یہاں پہنچے چھ کلی کی اچکن، ڈھیلا کرتا، ایرانی ٹوپی۔ سلیپ جوتا پہنے ہوئے تھے۔ گورنر نے آ کر حاضرین محفل پر نظر ڈالی جب حکیم صاحب کو دیکھا کہا کہ یہ کون بابا ہے۔ جب تک تعارف کرایا جائے آپ کھڑے ہو گئے اور کہا صاحب مجھ کو اجازت دیجیے میرے مریض پریشان ہونگے۔ گورنر نے کہا "ہاں ہاں آپ فوراً جائیں"۔ حکیم صاحب کے چلے آنے کے بعد گورنر بار بار یہ کہتا تھا کہ یہ بہت بڑا بابا ہے۔

حکیم صاحب بڑے منکسر المزاج غربا نواز کنبہ پرور اور خدا ترس تھے۔

حکیم صاحب کے تین حقیقی بھائی سید اشفاق حسین سید اشتیاق حسین، سید امتیاز حسین تھے۔ حکیم صاحب کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی میر غفور علی مرحوم کی صاحبزادی حلیمہ بی بی سے ہوئی جن سے سات بیٹے حکیم سید ابرار حسین مرحوم، سید التفات حسین مرحوم، سید آفاق حسین، حکیم سید اظہار حسین سید افضال حسین مرحوم اور حکیم سید معراج حسین اور تین بیٹیاں ناظرہ آسمہ اور وسیمہ تولد ہوئیں۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا عقد منشی عظیم اللہ مرحوم ساکنہ املیا باغ سندیلہ کی دختر سے کیا جن سے متعدد بچے پیدا ہوئے لیکن ان میں صرف سردار حسین بہ قید حیات ہیں۔

حکیم صاحب نے ۱۹۴۱ء میں بعمرِ ۶۵ سال انتقال کیا ان کے انتقال سے متعلق ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہے کہ ایک بار چودھری محمد جان صاحب رئیس

Marfat.com

سندیلہ کو دیکھیے شفاء الملک حکیم اجمل خانصاحب بلائے گئے۔ خانصاحب نے قصبہ کے ان تمام اطبار کے نسخے دیکھے جن کا چودھری صاحب موصوف علاج کر چکے تھے۔ جب حکیم اخلاق حسین صاحب کا نسخہ دیکھا تو پوچھا کہ کیا یہ طبیب موجود ہیں جواب دیا گیا کہ ہاں کہا بلواؤ حکیم صاحب بلائے گئے۔ حکیم اجمل خاں نے چودھری صاحب سے کہا کہ جب یہاں مسیحا موجود ہے تو مجھکو کیوں بلایا گیا اس کے بعد حکیم اخلاق حسین صاحب کی طرف جو اس وقت جوان تھے مخاطب ہو کر کہا کہ میاں صاحبزادے اپنی فکر لو تمھیں سوءمزاج جگر ہے اگر خیال نہ کیا تو اسی میں موت واقع ہوگی۔ حکیم صاحب کی یہ پیش گوئی جو حکیم اخلاق صاحب کی موت کے بارے میں برسہا برس پہلے کی گئی تھی سچ ثابت ہوئی اور حکیم صاحب کی موت کا سبب وہی ہوا جو خانصاحب نے بتایا تھا۔

(از حکیم سید معراج حسین)

۱۰۶۔ نواب سید اعزاز رسول صاحب

(۱۹۰۴ء تا ۱۹۷۲ء)

خلف سید التفات رسول صاحب ابن سید فضل حسین صاحب۔ ابن سید فضل رسول صاحب آپ کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم سید علاء الدین صاحب سندیلوی تک پہونچتا ہے سید فضل رسول صاحب کو خدمات کے صلہ میں سیتاپور کھیری اور ہردوئی کے اضلاع میں جاگیریں عطا ہوئیں تھیں اور تعلقدار جلال پور قرار پائے آپ کے دادا سید فضل حسین صاحب بڑے ذی علم اور فقیر پرست تھے۔ اور اپنا زیادہ وقت صاحب علم حضرات کے ساتھ گذارتے تھے۔ آپ کے والد صاحب قبلہ سید التفات رسول صاحب کا ماحول علمی رہا آپ کو شاعری سے بھی ذوق تھا۔ ہاشمی تخلص فرماتے تھے۔ ان کے

Marfat.com

گرد علماء، فضلاء و شعرا کا مجمع رہتا تھا اور ان کی اعانت و امداد فرماتے تھے۔ بڑی صاف اور ستھری زندگی بسر فرماتے تھے۔ انھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ۵۰۰ روپیہ کا عطیہ دیا اور رام پور گڑھ واں ضلع اناؤ میں کوآپریٹو سنٹرل بنک قائم کیا جو اب بھی جاری ہے۔

نواب سید اعزاز رسول صاحب کی ولادت ۶ مارچ سنہ ۱۹۰۴ء کو بمقام لکھنو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی پھر مسٹر ایلی اتالیق مقرر ہوئے جن سے ابتدائی انگریزی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کی تعلیم علی گڑھ اور کالون تعلقدار اسکول لکھنؤ میں ہوئی۔

اپنے والد صاحب قبلہ کے انتقال پر سنہ ۱۹۲۰ء میں آپ تعلقدار جلال پور ہوئے۔

آپ کی دوسری شادی قدسیہ بیگم بنت نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب والی ریاست مالیر کوٹلہ پنجاب کے ساتھ ہوئی۔ جن کے بطن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ بحمد اللہ بقید حیات ہیں۔

سنہ ۱۹۲۸ء سے نواب صاحب نے سندیلہ میونسپل بورڈ کی رکنیت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں آپ چیرمین میونسپل بورڈ سندیلہ منتخب ہوئے۔ اور اپنی زندگی بھر (باستثناء مدت پانچ سال) اس عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کے دور چیرمینی میں سندیلہ کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ آپ اپنی تمام عمر سندیلہ کی بہبودی و ترقی کے کوشاں رہے۔ قصبہ کی موجودہ ترقی آپ ہی کی مرہون منت ہے۔

شروع ہی سے آپ تعلیم کے دلدادہ تھے۔ اسی علم دوستی کے باعث آپ کے سندیلہ اسکول کے منیجر ہونے کے بعد اسکول نے ترقی کرنا شروع کی اور پہلے ہائی اسکول اور پھر انٹرمیڈیٹ کالج ہو گیا۔

آپ نے ۲۵۰۰۰ روپیہ کا گرانقدر عطیہ اسکول کو دیا اور کالج کا نام اپنے وال

Marfat.com

صاحب قبلہ کے نام پر "التفات رسول انٹرمیڈیٹ کالج" رکھا اور تاحیات خود کالج کے لائف ممبر رہے۔ آپ کے زمانۂ ممبری میں سندیلہ کالج نے ضلع میں خاص اہمیت حاصل کی آپ کی تعلیمی دلچسپی سندیلہ ہی تک محدود نہ تھی بلکہ کالون تعلقدار کالج لکھنؤ کی مینجنگ کمیٹی اور لکھنؤ یونیورسٹی و مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کورٹ کے ممبر اور گورننگ باڈی اگریکلچرل کالج کانپور کے ممبر رہے۔

اپنی علمی و سیاسی مصروفیات کے علاوہ آپ اسسٹنٹ کلکٹر فرسٹ کلاس اسپیشل مجسٹریٹ فرسٹ کلاس جس کی ٹریننگ سرکار نے مخصوص طریقہ سے کوائی تھی سالہا سال تک رہے۔ اور غیر سرکاری ممبر ہردوئی ڈسٹرکٹ جیل عرصہ تک رہے۔

اپنے والد کی طرح آپ کو کوآپریٹو سے بہت دلچسپی تھی اور بہت سی سوسائیٹیاں آپ کی سرکردگی میں وجود میں آئیں۔ آپ مدت العمر اپنے والد صاحب قبلہ کے قائم کردہ رام پور گڑھواں سنٹرل بنک کے چیرمین رہے۔ آپ نے انڈسٹریل کوآپریٹو اسٹورس لمیٹڈ سندیلہ بنکر کوآپریٹو سوسائٹی سندیلہ اور کھویا کوآپریٹو سوسائٹی رام پور گڑھواں قائم کیں۔

آپ یو پی انڈسٹریل کوآپریٹو ایسوسی ایشن لمیٹڈ کانپور (UPICA) کے نائب صدر عرصہ دراز تک رہے ۱۹۵۵ء میں مرکزی سرکار نے آپ کو آل انڈیا ہینڈلوم بورڈ کا ممبر نامزد کیا اور اس میں خاص دلچسپی کی وجہ سے آپ اور کئی اہم کمیٹیوں کے ممبر بنائے گئے جس میں اشوک مہتا پاور لوم انکوائری کمیٹی قابل ذکر ہے۔

آپ ہینڈلوم ہاؤس دہلی کے چیرمین۔ آل انڈیا ہینڈلوم مارکیٹنگ کوآپریٹو سوسائٹی بمبئی۔ یو۔ پی کوآپریٹو فیڈریشن لکھنؤ کے ڈائرکٹر رہے۔ اور آل انڈیا ہینڈلوم بورڈ ایڈیٹائزنگ کمیٹی ہینڈلوم ہاؤس کلکتہ و اسٹینڈنگ کے ممبر رہے۔ آپ ہی کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ گاذہ کلاتھ کا صوبہ میں سندیلہ سب سے بڑا مرکز ہے۔

Marfat.com

آپ کو ۱۹۴۴ء میں "نواب" کا خطاب عطا ہوا تھا۔

نواب صاحب کی سیاسی زندگی سندیلہ ہی تک محدود نہ تھی۔ آپ ۱۹۳۷ء میں بلا مقابلہ یو، پی کے جسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور بیس سال تک مسلسل ممبر رہے اسمبلی کی ممبری کے دوران میں کئی کمیٹیوں کے ممبر منتخب ہوئے۔

دوسری جنگ عظیم میں آپ نے تن من دھن سے حکومت کی مدد کی اور اس کارکردگی میں آپ کو سرٹیفکیٹ۔ سلور جبلی اور کارونیشن میڈل عطا ہوئے جنگی خدمات کے سلسلے میں آپ کو سند بھی ملی۔

آپ بڑے سخی اور دریا دل تھے اور دوسروں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ ہر طبقہ میں بڑے مقبول تھے۔ اور ہر ایک آپ کا مداح تھا۔ آپ نے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کو کئی بار نقد عطیات پیش کیے۔

۲۶ جولائی ۱۹۷۲ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ بروز چہارشنبہ بوقت ۹ بجے دن نواب اعزاز رسول صاحب کا انتقال ان کی کوٹھی امیرہ سندیلہ میں قلب کی حرکت بند ہو جانے سے ہو گیا۔ اسی شب میں اپنے آبائی قبرستان واقع امیرہ میں اپنے والد صاحب قبلہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قطعہ تاریخ از فکر مولوی اصطفےٰ علی صاحب علوی ریٹائرڈ پرنسپل حلیم انٹر کالج کانپور۔

چل بسا دنیا سے اعزاز سخی ۔۔۔ اڑ گیا افسوس شہباز رسول

باب رحمت کھل گیا اس کے لیے ۔۔۔ منکشف اس پر ہوا راز رسول

اصطفےٰ کی فکر ہے سال رحیل

ہو گیا "واباغ اعزاز رسول"

۱۳۹۲ھ

Marfat.com

بیگم اعزاز رسول

نواب صاحب کی پہلی شادی چودھری محب اللہ صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

آپ کی دوسری شادی قدسیہ بیگم صاحبہ بنتِ نواب ذوالفقار علی خاں صاحب مرحوم سابق حکمران ریاست مالیر کوٹلہ کے ساتھ سنہ ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ نواب ذوالفقار علی خاں مرحوم ہندستان کی سیاست میں مشہور اور نمایاں شخصیت کے مالک تھے۔ برسوں مرکزی مجلسِ قانون ساز کے ممبر رہ چکے تھے اور شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی شہرت میں ان کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

قدسیہ بیگم صاحبہ سنہ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئیں۔ کوئین کالج لاہور میں اور کانونٹ آف جیسس اینڈ میری شملہ میں تعلیم پائی۔ آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز اس وقت سے ہوا۔ جب آپ اپنے والد ماجد کی نجی سکریٹری تھیں۔ جب آپ کے والد ماجد "سائمن کمیٹی" کی مرکزی کمیٹی کے ممبر تھے تو آپ نے ان کے ساتھ تمام ہندستان کا دورہ کیا۔ سنہ ۱۹۳۷ء میں آپ میدان سیاست میں منصۂ شہود پر نمایاں ہوئیں اور مجلسِ قانون ساز کی ممبر منتخب ہوئیں اور فوراً بالاتفاق رائے ڈپٹی پریسیڈنٹ چن لی گئیں اور سیشن کے دوران تقریباً روزانہ ہی میٹنگ کی صدارت کا موقع ملا اور کئی نمایاں گرانقدر فیصلے کئے اور اسمبلی اور کونسل کی متحدہ کمیٹی کی بھی کئی موقعوں پر صدارت فرمائی۔ آپ نے ہر موقع پر کونسل کے بحث و مباحثہ میں نمایاں حصہ لیا جب سنہ ۱۹۳۸ء میں کانگریس حکومت نے یو۔ پی کرایہ داری قانون ساز کمیٹی کا تقرر کیا تو آپ اس کی رکن منتخب ہوئیں اس کے بعد زمینداری خاتمہ کمیٹی اور خاتمہ زمینداری بل کی متحدہ انتخابیہ کمیٹی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ علاوہ اس کے یو پی گورنمنٹ کی تقرر کردہ مختلف کمیٹیوں میں

Marfat.com

کام سپانیز شعبہ تعلیمات، محکمۂ میڈیکل اور صحت عامہ کو نئی تشکیل دینے کے لیے مقرر ہوئیں۔

آپ آگرہ، الہ آباد یونیورسٹی کے سینٹ کی کئی سال ممبر رہیں اور علی گڑھ یونیورسٹی کے کورٹ آف ایگزیکٹو کونسل کی واحد خاتون ممبر رہی ہیں۔ لکھنؤ یونیورسٹی کورٹ اور ایگزیکٹو کونسل کی بھی عرصے تک ممبر رہیں۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۵۲ء تک مجلس قانون ساز کی مسلسل ممبر رہیں۔ ۱۹۵۲ء میں صوبہ کونسل کے لیے منتخب ہوئیں۔ ۱۹۴۶ء میں یو۔پی سے انڈین کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کے لیے منتخب ہوئیں تھیں اور واحد مسلم خاتون تھیں۔

آپ نے ملک کے قانون کے مسودے بناتے وقت بحث ومباحثہ میں نمایاں حصہ لیا اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی سب کمیٹی کی بھی ممبر رہیں۔ راجیہ سبھا میں نامزد کی نامزد پہلی فہرست اول جیوری میں آپ شامل تھیں۔ اسی طرح متعدد سرکاری وغیر سرکاری اداروں کی ممبر رہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ گذشتہ ۳۵ سالہ سیاسی زندگی میں آپ نے مستورات کی تعلیم، ان کے معیار زندگی، فلاح وبہبود کے متعلق جو مسائل ہیں ان سے آپ نے گہری دلچسپی کا اکثر وبیشتر اظہار فرمایا ہے اور سماجی کاموں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔

کل ہند کانفرنس برائے نسواں کی آپ کافی عرصے تک نائب صدر رہ چکی ہیں۔

آپ متعدد سماجی فلاح وبہبود کے متعلق کمیٹیوں میں مختلف عہدوں پر فائز رہ چکی ہیں مثلاً چائلڈ ویلفیئر کونسل۔ اخلاقی سماجی ہائی جین وغیرہ

۱۹۵۸ء میں مجلس قانون ساز کے لیے دوبارہ ممبر منتخب ہوئیں اور ۱۹۶۸ء تک اس کی ممبر رہیں۔

۱۹۶۹ء میں آپ کا انتخاب یو۔پی اسمبلی کے لیے ہوا جب کہ آپ سماج بہبود، حج، ویلفیئر، مسلم اوقاف۔ افزائش نسل و نشیان کی وزیر مقرر ہوئیں۔

۱۹۷۰ء میں آپ پھر وزیر مقرر ہوئیں اور غذا، سول سپلائی، کھیل اور مسلم

Marfat.com

اوقات وغیرہ کا قلمدان آپ کے سپرد ہوا آپ نے کھیلوں سے بہت زیادہ دلچسپی لی اور کل ہندنسواں ہاکی فیڈریشن کی صدر رہیں۔ آپ نے غیر ممالک کا بھی دورہ کیا بسلسلہ ہاکی کانفرنسوں میں آپ لنکا، ہانگ کانگ، یو۔ ایس۔ اے۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ گئیں اور پارلیمنٹ کی نمائندگی میں یورپ، انڈونیشیا، جاپان، ٹرکی اور مغربی ایشیا کے ممالک کا دورہ کیا نیز جاپان وغیرہ بھی تشریف لے جا چکیں ہیں۔ اور ہندستانی قوم کی قیادت فرمائی ہے۔

مختصر یہ کہ آپ کی شہرت صرف ہندستان تک ہی محدود نہیں ہے۔ غیر ممالک تک پھیلی ہوئی ہے۔ آپ نہایت ذہین اور ذکی، روشن خیال، دور اندیش، ماہر سیاست، مدبر تعلیم بیدار مغز اور عوام و خواص میں مقبول اور ہر دلعزیز خاتون ہیں۔ آپ کی ذات والا صفات ہمارے لیے باعث صد فخر و مباہات اور موجب نازش و افتخار ہے۔ ذات باری تعالےٰ آپ کو تادیر زندہ و سلامت رکھے۔ تاکہ نواب صاحب مرحوم کے سانحۂ انتقال کا جو زخم ہمارے دلوں پر ہے وہ مندمل ہوتا رہے۔ آپ سے دو صاحبزادے سید اعتماد رسول اور سید امتیاز رسول اور دو صاحبزادیاں طلعت اور زینت ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے نا کتخدا ہیں اور سب کی اولاد موجود ہیں۔ المختصر یہ کہ نواب صاحب کا خاندان رشد و ہدایت، تعلیم و تعلم، حکمت و طبابت، دانائی و فرزانگی علم و فن، شعر و ادب اور جاہ و منصب میں مشہور و ممتاز چلا آتا ہے۔

(نفیس سندیلوی)

۷۔ مولوی ریاض الدین امجد ریاضؔ

ولادت ۱۸۱۵ء   وفات ۱۸۹۵ء

مولانا ریاض الدین امجد نام ریاض تخلص، مولوی غیاث الدین اشرف کے

Marfat.com

فرزند رشید اور حضرت ملا حمد اللہ شارح سلّم علیہ الرحمۃ کے خاندان کے چشم و چراغ تھے سنہ ۱۸۱۵ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ بڑے خوش رو، خوش سیرت، خوش خلق تھے استعداد علمی عالمانہ تھی جو کچھ پڑھا تھا اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھا تھا متھرا میں وکالت کرتے تھے بعد میں وکالت ترک کر کے وہیں صدر اعلیٰ کے سر رشتہ دار رہے پھر مراد آباد میں کلکٹری یا جج کے محکمے میں محافظ دفتر ہو گئے تھے۔ مولوی نیاز علی پریشان نے جو آپ کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی تھے اپنی کتاب "افسانۂ عشق (داستان سوخت)" کے آخر میں اپنے زمانے کے کچھ عمائد شہر کا حال تحریر کیا ہے اس میں آپ کے متعلق لکھا ہے

"آخ معظم مولوی ریاض الدین امجد صاحب فن شاعری میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں اور نثاری میں ممتنع المثال ہیں 'غزل، رباعی، قطعہ، مثنوی، فرد، بیت، قصیدہ، مرثیہ سلام سب کچھ کہا ہے تمام کلام دیکھنے اور سننے کے لائق ہے ......"

حق تو یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں خالق دو جہاں نے ان کو یکتا پیدا کیا پیدا کیا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے تمام اصنافِ سخن کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا تھا جو آپ کی وفات کے بعد تلف ہو گیا۔ آپ فن شعر میں لکھنؤ کے مشہور و معروف شاعر خواجہ وزیر کے شاگرد رشید تھے۔ صاحب خم خانۂ جاوید نے آپ کے متعلق صرف اتنا لکھا ہے:

"مولوی ریاض الدین امجد ریاض۔ عدالت منصفی متھرا میں وکالت کرتے ہیں شعر میں مضمون پیدا کرتے ہیں یہ نہ معلوم ہوا تلمذ کس سے ہے۔"

مولانا ریاض سنہ ۱۸۶۰ء میں حضرت پریشاں سے دہلی ملنے گئے تھے اور انھیں کے ذریعہ

Marfat.com

دوبار مرزا غالب سے ملاقات ہوئی۔ پریشاں ہر تنظیل میں مرزا صاحب سے ملنے جاتے تھے۔ مولانا نے دہلی سے واپسی پر اپنا سفرنامہ مرتب کرکے اپنے حقیقی ماموں زاد بھائی مولوی روح اللہ علوی مخدوم زادہ کاکوری کو پیش کیا تھا۔ جو "سرور باطن" کے نام سے چھپا ہے۔ مولانا کی مرزا غالب سے پہلی ملاقات ۶ محرم ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۰ء کو ہوئی۔ لکھتے ہیں۔

...... پھر چاندنی چوک میں ہوتا ہوا ایلی ماروں میں ہو کر شیر افگن خاں کی بارہ دری میں جہاں نواب اسد اللہ خاں غالب عرف مرزا نوشاہ رہتے تھے گیا مرزا کی ملاقات سے شرف یاب سعادت ہوا۔ سبحان اللہ جامع الکمالات کے اوصاف خارج از شرح بیان ہیں یہ سرآمد زمان دانایانِ شیراز و صفاہان ہیں۔ مغتنمات روزگار نفیس الطبع قدیم الوضع، عالی وقار والانبار، ناخدائے سفینۂ سخن دری۔ دریکتائے بحر معنی پروری۔ ....

قد میانہ نہیں بلکہ دراز۔ اکبرآباد کے سارے انداز کرتے ہوئے سفید کچھ سیاہ داڑھی کے بال گورے چٹے خوب صورت بدرجہ کمال ....

..... میاں نیاز علی نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ بھی شاعر ہیں اس فن میں کچھ کچھ ماہر ہیں فرمایا کچھ سنائیے طبع کے جوہر دکھلائیے غرض کہ ہیچ مداں نے دو غزلیں ایک فارسی دوسری اردو کی سنائیں۔

مولانا نے جو غزل سنائی اس کا مطلع یہ ہے ؎

پھر نہ آئے گھر میں مجھ ناکام کے　　　کٹ گئے دن گردش ایام کے

Marfat.com

اسی زمین میں مرزا کی غزل ہے مولانا نے ان کی اسی غزل کے مقطع پر دو مصرعے پہنچا کر اور قطعہ بنا کر سنایا۔

اب نہیں ہیں آپ کے مصرف کے ہم
رات کے دن کے نہ صبح و شام کے
عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

جب یہ قطعہ سنایا مرزا نے برجستہ فرمایا " اے بھئی چپ رہو یوں کہو کہ

ضعف نے غالب نکما کر دیا

عشق کیا عاشقی کا وہ زمانہ نہ رہا۔" پھر ارشاد فرمایا کہ رعایتی زبان میں اچھے معنی نکالتے ہو خاصے شعر ڈھالتے ہو۔

دوسری بار مولانا یکم اگست سنہ ۱۸۶۰ء کی صبح کو مرزا صاحب سے ملنے تشریف لے گئے اہل اکبر آباد اور وہاں کے میلوں وغیرہ کا تذکرہ ہوتا رہا۔

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مولانا ریاض خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد تھے چنانچہ ان کا تمام تر کلام اسی لکھنوی آرٹ کا نمونہ ہے اس زمانے میں لکھنؤ کا کوئی شاعر اس بے لطف و بے مزہ انداز سخن سے اپنا دامن نہ بچا سکا سیکڑوں کو یہ انداز سخن لے ڈوبا مولانا ریاض کو تمام اصناف سخن پر قدرت کاملہ حاصل تھی سب کچھ کہا لیکن کچھ محفوظ نہ رہا جو باقی رہا اس میں کچھ رباعیات، چند تضمینیں، چند غزلیں راقم کے پاس محفوظ رہ گئی ہیں۔ نمونہ کلام پیش ہے۔

منفی ہیں یہ سب ثبات دیکھو تو سہی
کیسی ہے یہ کائنات دیکھو تو سہی

Marfat.com

جیتا ہے جو آج کل وہ مرتا ہے ریاض
عالم کے تغیرات دیکھو تو سہی

دیگر

یارب خلاق ہر دو عالم تو ہے   واقف ہو اسرار کا محرم تو ہے
تو وہ ہے کہ بے دیا دکھتے ہیں تجھے   ثابت ہے محقق ہے مسلم تو ہے

غزل کے اشعار

دیے نصیب نے دھوکے پھنسے سراب میں پاؤں
دیا نہ خاک چلے جب تلاش آب میں پاؤں

ہوئے خراب بہت وادیٔ خراب میں پاؤں
جو بس چلے نہ چلیں سوئے دشت خواب میں پاؤں

سمند عمر نے طے منزل عدم کر دی
جمانے پائے نہ تھے ہم ابھی رکاب میں پاؤں

نہ دسترس ہے اجل پہ نہ طاقتِ رفتار
مصیبتوں میں پھنسے ہاتھ ہیں عذاب میں پاؤں

تمام عمر بسر کی ہے میں نے گردش میں
پڑے ہیں ہاتھ سے گردوں کی انقلاب میں پاؤں

نہ پہنچے گا سر شوریدہ تیرے قدموں تک
رہیں گے طالع خفتہ کے ساتھ خواب میں پاؤں

آگرہ کے ایک عظیم الشان مشاعرہ میں جس میں مرزا حاتم علی بیگ مہر
شاگرد شیخ ناسخ اور ان کے چھوٹے بھائی مرزا عنایت علی بیگ ماہ شاگرد خواجہ

Marfat.com

آتش اور مرزا اعظم جیسے کامل الفن استاد و شاعر موجود تھے مولانا ریاض کے اس شعر نے بہت داد و تحسین حاصل کی ؎

نوا خوانِ چمن چپ ہیں مری شیوہ زبانی پہ
مرے نالوں نے گویا داب لی منقار چنگی میں

مولانا کی قادر الکلامی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عاشقانہ کلام پر نعتیہ و مذہبی مصرعے لگا کر تضمین کرتے تھے اور اس میں انھیں واقعی کمال حاصل تھا اس کے وہ خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے شیخ ناسخ، خواجہ آتش اور اپنے استاد خواجہ وزیر کی غزلوں اور میر انیس، میرزا دبیر کے بعض سلاموں کو تضمین کیا ہے۔ آتش کی غزل پر تضمین کے دو بند بطور نمونہ پیش ہیں۔

تضمین بر اشعار خواجہ آتش

چمکتا تھا رخ سرور سے جب ہر ذرہ میداں کا
زبانِ حال سے یہ قول تھا جنت میں رضواں کا
کہ اے ابن علی لاریب تو ہے نور یزداں کا
خدا سر دے تو سودا ہے تری زلف پریشاں کا
جو آنکھیں ہوں تو نظارہ ہو ایسے سنبلستاں کا

رفیقان شہ مظلوم کہتے تھے یہی دل سے
ملے جلدی اگر رخصت ہمیں سلطانِ عادل سے
یہی بانگ جرس آئے گی حلق نیم بسمل سے
کہاں جائے گی یہ ہر جب بھاگے شوق منزل سے
ہمیں آگے ہیں جب تھا کیا عمر گریزاں کا

مولانا ریاض کی آخری عمر اپنے خدا میں گذری ثقل سماعت کے باعث بہت اونچا سننے لگے تھے بسن ۱۸۹۰ء میں تمہ میں انتقال فرمایا۔

آپ کی شادی خاندان ہی میں ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں بڑے صاحبزادے مولوی ظہیر الحسن عرف جھاؤ میاں تھے جن کے صاحبزادے ڈاکٹر

Marfat.com

معین الدین احمد پرنسپل ہومیو پیتھک کالج ہردوئی تھے۔

دوسرے مولوی امیر الحسن مرحوم تھے جن کا قیام مرسان ضلع علی گڑھ میں رہا ان کے پسر مقبول حسین تھے تیسرے مولوی نظیر حسن مرحوم تھے جو متھرا میں قیام فرما رہے ان کے صاحبزادے نظیر الحسن ہیں جو نائب ناظر کلکٹری ہردوئی سے ریٹائر ہوئے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی علی گڑھ میں سید احمد علی مرحوم سے ہوئی جو مرسان کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ چھوٹی صاحبزادی کی شادی شیخ غریب اللہ بن شیخ امین اللہ کرمانی متوطن اناؤ سے ہوئی ان کے ایک پسر شیخ نعیم اللہ کرمانی تھے۔

(م۔ا۔ن)

۱۰۸۔ قاضی رفیع الدین

قاضی غلام محی الدین کے برادر خورد قاضی رفیع الدین ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو تولد ہوئے فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم دونوں بھائیوں کے ساتھ ساتھ ہوئی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد اپنے ماموں مولوی خلیل الدین صاحب کی زیر سرپرستی دونوں بھائی ریاست جھالاوار میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ رفیع الدین صاحب سخت علیل ہو گئے جس کے باعث دونوں سندیلہ چلے آئے بعد صحت رفیع الدین صاحب کا نام ڈی۔ اے۔ وی اسکول سندیلہ میں لکھوا دیا گیا (جو بعد میں ٹرنر اینگلو ورناکیولر اسکول ہوا اور اب التفات رسول انٹر کالج ہے) ۱۹۱۲ء میں اس اسکول سے آٹھواں درجہ پاس کیا اور لکھنؤ کرسچین کالج میں داخلہ لیا ۱۹۱۴ء میں اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ اور ۱۹۱۷ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا ۱۹۱۹ء میں بی۔ اے کا امتحان دیا۔

Marfat.com

دوران تعلیم ۱۹۱۱ء میں ہی حاجی سید شاہ تجمل حسین صاحب شاہجہانپوری کے مرید ہو گئے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کاکوری مڈل اسکول میں اور اس کے بعد سندیلہ مڈل اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ ازاں بعد سید جالب مرحوم کے ساتھ روزنامہ ہمدم لکھنؤ میں اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے اور پھر وہاں سے دہلی چلے گئے، دہلی میں مولانا محمد علی مرحوم کے روزنامہ ہمدرد میں تقریباً تین سال بحیثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر کام کرتے رہے۔ دہلی سے واپس آکر ۱۹۳۱ء میں ہفتہ وار 'بیباک' سندیلہ سے جاری کیا جو بہ مشکل ایک سال قائم رہا اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں ہفتہ وار 'خورشید' جاری کیا اسی زمانہ میں ۱۹۳۶ء میں مولوی رضوان اللہ صاحب جنرل سکریٹری مسلم لیگ صوبہ یوپی کے زور دینے پر دفتر مسلم لیگ کا کام اپنے ذمہ لیا اور ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک دفتر مسلم لیگ لکھنؤ کے انچارج رہے اسی کے ساتھ ساتھ ہفتہ وار "اطلاعات" اور روزنامہ 'تنویر' کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

بڑے بھائی قاضی غلام محی الدین کے انتقال کے بعد ان کی جگہ پر سجادہ نشین ہوئے خلافت کی اجازت حضرت حکیم شاہ ظہور الحسن عرف کلن میاں قادری رزاقی اور حافظ سید محمد یوسف قادری رزاقی بانپادری سے حاصل ہے۔

قاضی صاحب کی ملاقات ملک کی مایہ ناز شخصیتوں کے اور بعض ممتاز مجاہدین آزادی سے خصوصی مراسم رہے ہیں۔ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، محمد علی جناح مولانا ظفر علی خاں، نواب اسمٰعیل خاں سے آپ کی خط و کتابت رہی ہے اکبر علی خاں صاحب گورنر اڑیسہ اور سابق گورنر یوپی آپ کا بڑا لحاظ کرتے ہیں۔ قاضی صاحب موصوف کی ہستی اس قصبہ کے لیے بہت غنیمت ہے وہ اپنے دل میں قوم کا بڑا درد رکھتے ہیں۔ اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے انھیں جان تک کی پرواہ نہیں۔

Marfat.com

بڑے خلیق، منکسر المزاج، متواضع اور دیندار واقع ہوئے ہیں طبیعت میں حلم بہت ہے۔ درویشی کو محض پیشہ نہیں بنایا ہومیوپیتھک کی ڈاکٹری بھی خلق اللہ کی نفع رسانی کے لیے کرتے ہیں۔ عہدہ قضی تو آپ کے خاندان میں پشتوں سے چلا آرہا ہے۔ عیدگاہ سندیلہ میں عیدین کی نماز میں پیش امام کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہے دینی تعلیم کے لیے بچوں کا ایک مدرسہ بھی اپنے یہاں قائم کر رکھا ہے ایک خاص بات قاضی صاحب میں یہ ہے کہ وہ نماز باجماعت پر سختی سے عامل ہیں یہ چیز درویشان سلف کی زندگی کا لازمی جز تھی لیکن آج کل کے درویشوں میں ناپید ہوتی جاتی ہے۔

(ش۔ا۔ص)

۱۰۹۔ خانصاحب الحاج مولوی محمد زاہد علی شاہ

آپ کا اسم گرامی مجتبیٰ علی اور محمد زاہد علی عرف تھا۔ حاجی مولوی محمد واحد علی علیہ الرحمۃ کے خلف اور جانشین اور خانوادہ حضرت مولانا حمد اللہ شارح سلم سے تھے جو کچھ پڑھا اپنے بزرگوں سے پڑھا کسی اسکول میں تعلیم نہیں پائی نہ کوئی سند ڈپلوما نہ ڈگری اور پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں سب انجینئر تھے۔

اب سے ۶۰، ۶۵ سال پہلے کی بات ہے کہ یو۔ پی کے شعبہ تعمیرات کا چیف انجینئر جو انگریز تھا کسی سخت مصیبت و پریشانی میں گرفتار ہوگیا نہ معلوم کتنے درویشوں اور فقیروں کے آستانوں پر حاضری دی مگر پریشانی سے نجات نہ ملی آخر میں کسی نے آپ کے والد ماجد حضرت مولوی واحد علی شاہ علیہ الرحمۃ کا اس سے تذکرہ کیا کہ ان کے پاس جائیے چنانچہ وہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر

Marfat.com

ہوا اور اپنی پریشانیاں بیان کر کے دعا کا طالب ہوا۔ حضرت شاہ صاحب رہ نے اس چیف انجنیئر کے لیے دعا کی اور ایک تعویذ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس دعا اور تعویذ نے یہ اثر دکھایا کہ چیف انجنیئر کی دوسکریا تیسرے دن تمام پریشانیاں دور ہو گئیں دل کا مقصد حل ہو گیا اور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کرنا چاہا مگر شاہ صاحبؒ نے تحفہ تحائف اور روپیہ وغیرہ کی قسم سے نذر لینی قبول نہ کی آپ برابر انکار کرتے رہے جب اس کا اصرار زیادہ بڑھا تو فرمایا کہ میرا ایک لڑکا ہے وہ لکھتا پڑھتا نہیں ہے میں اس کو آپ کے سپرد کرتا ہوں آپ اس کو اپنے پاس رکھیے اور اس کو کسی قابل کر دیجیے۔ چیف انجنیئر معتقد و احسان مند تھا بسر و چشم تیار ہو گیا۔ پیرزادہ محمد زاہد علی مرحوم اس کے حوالے کر دیے گئے۔ اس نے اپنے فرزند کی طرح رکھا۔ انگریزی، حساب اور اقلیدس وغیرہ پڑھا کر پیمائش کا کام بنایا۔ عمارتوں کے خاکے نقشے بنانے سکھائے آخر میں عمارتوں کی تعمیر کا کام سپرد کر دیا آپ نے اپنی فطری ذہانت اور خداداد صلاحیت سے تمام تعمیری کاموں پر مہارت تامہ حاصل کر لی جب کوئی اوورسیر رخصت پر جاتا تو چیف انجنیئر پیرزادہ کا اس عارضی جگہ پر تقرر کر دیتا اس طرح کئی سال گزر گئے آخر اس کے حکم سے رڑکی انجنیئرنگ کالج کی تعلیم کے لیے نامزد ہوئے۔ آپ وہاں سے چند ماہ کی تعلیم کے بعد فارغ التحصیل ہو کر آ گئے اور مستقل اوورسیر کر دیے گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیرزادہ محمد زاہد علی مرحوم ایک نہایت ماہر ہوشیار اور تجربہ کار اوورسیر تھے اور آخر میں سب انجنیئر ہو گئے تھے ۲۴ سال تک یہ خدمات انجام دیں۔ جہاں رہے ہر دلعزیز اور مقبولِ خاص و عام رہے۔ آپ کا حلقۂ احباب نہایت وسیع تھا جس میں ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ بڑے بذلہ سنج

Marfat.com

لطیفہ گو حاضر جواب پر مذاق یار باش، مرنج مرنجان، فیاض طبع با مروت کنبہ پرور مسکین نواز اور انسانی صفات کے پیکر تھے۔ مشہور شاعر مولانا محمد عبد العلی صاحب شوق سندیلوی مرحوم کے خاص دوستوں میں تھے جب وطن تشریف لاتے تو رات رات بھر بیٹھے باتیں کرتے یہاں کی جب تقریب اور جس محفل میں دونوں پہنچ جاتے اس کو زعفران زار بنا دیتے اور کوئی نہ کوئی شخص ان دونوں کے مذاق کا نشانہ بن جاتا۔

شاہ جہاں پور میں ۱۲ سال اور سیتاپور میں ۹ سال سب انجینئر رہے۔ پیرزادہ سب سے پہلے اوورسیر ہیں۔ جنھوں نے یو۔ پی میں کنکریٹ ورک شروع کیا۔ ۱۰۰ دریاؤں کے پل، متعدد سڑکیں سرکاری اسپتال اور شاہ جہاں پور کی کچہری کلکٹری آپ کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ حکومت برطانیہ نے آپ کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے آپ کو خانصاحب کے خطاب سے ممتاز و مفتخر فرمایا۔ سیتاپور میں جب آپ کا قیام تھا تو ۲۹ مئی سنہ ۱۹۴۴ء میں آپ پر فالج گرا دو سال تک لکھنؤ میں علاج ہوتا رہا ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۶ء میں پنشن لے کر وطن تشریف لے آئے۔ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۶ء میں فیروزآباد میں آپ کے والد ماجد کا عرس تھا وہاں سے آپ کے اور آپ کے والد ماجد کے چند مرید آپ کو آکر فیروزآباد لے گئے ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء کو شب میں پھر آپ پر فالج گرا اور فوراً جاں بحق تسلیم ہوئے اور اپنے والد ماجد کے مقبرے کے قریب سپرد زمین ہوئے راقم نفیس نے تاریخ وفات کہی ہے

دا دریغا از وفاتِ آں بزرگ
بود ذاتش از صفت ہا ممتلی
سالِ تاریخش نفیس زار گفت
رفتہ جنت اہلِ دیں زاہد علی

Marfat.com

آپ کی پہلی شادی مولوی مصطفیٰ علی علوی کی دختر سے ہوئی اور کوئی اولاد نہیں ہوئی ان بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی دختر مولوی انوار الحق بن مولوی فتح اللہ منصف علوی الکاکوروی سے ہوئی اور ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(م۔ا۔ن)

۱۱۰۔ مولوی شاہ ظہیر الحسن عرف جھاؤ میاں جمیلی

مولوی شاہ ظہیر الحسن عرف جھاؤ میاں صاحب جمیلی، چشتی نظامی خلف اکبر مولانا ریاض الدین امجد ریاضیؒ دودمانِ حضرت ملا احمد اشرف شارح سلم سے تھے ۱۸۷۵ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ فارسی کا خاصا ذوق رکھتے تھے فن شعر میں اپنے والد بزرگوار کے شاگرد تھے مگر شعر اپنے ذوق و مذاق کے مطابق کہتے تھے۔ سن شعور ہی سے ان کا رجحانِ طبع تصوف اور درویشی کی طرف تھا۔ مردان علی شاہ اکبر آبادی خلیفہ حضرت مولانا شاہ جمیل الدین احمد عرف کلو میاں قدس سرہ کے خلیفہ اور مولانا شاہ اکرام اشرف خلف اصغر حضرت مولانا جمیل الدین احمدؒ کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت مولانا شاہ جمیل الدین احمدؒ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اور مولانا شاہ اظہر علیؒ اور شاہ اشرف اللہ قلندر علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔

۱۸۹۹ء میں آگرہ سے سندیلہ آکر اپنے دادا پیر کے مزار پر بیٹھ گئے تمام عمر درویشی اور چلہ نشینی میں گذری۔ بڑے دیدہ زیب، خوش مذاق بزرگ تھے۔ حاضر جوابی اور موزوں طبعی میں خود اپنا جواب تھے اور فن موسیقی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

۱۹۲۴ء میں اپنے فرزند مولوی معین احمد مرحوم کے پاس خیرآباد تشریف

Marfat.com

لے گئے جو وہاں کورٹ آف وارڈس کے منیجر تھے وہاں حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہٗ کے عرس میں شریک ہوئے۔ محفل سماع میں اس شعر پر یہ کیفیت ہوئی ؎

گل ہائے تمنا سے بھر جائے گا اب دامن
قسمت مگر اچھی تھی اس در پہ جو لے آئی

حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ کے مزار مبارک کی اگلی دہلیز پر سر رکھ کر "اللہ ہو اللہ ہو" کی ضربیں لگاتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ تجہیز و تکفین اور جنازہ میں ہزاروں اشخاص شریک تھے ان کا مزار حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار کے بغل میں ہے جس پر حضرت اثر خیرآبادی تلمیذ افتخار الشعراء اعتبار الملک حضرت مضطر خیرآبادی مرحوم کا حسب ذیل قطعہ تاریخ کندہ ہے۔

مولوی چھاڈ میاں قوم میں تھے ایک بزرگ
پھول گلزار تصوف کے نظامی چشتی
ان کے اوصاف جو لکھے کوئی تفصیل کیساتھ
ہوں سب اوراق نہالان چمن ناکافی
محفل عرس میں آئے تھے بصد شوق حضور
آپ کو ایسے ہی اشغال سے لس رغبت تھی
آپ کے ساتھ جو آئی تھی بہار دلکش
خیرآباد کے گلشن میں وہ تا حشر رہی
وجد قوال کے گانے پہ ہوا اسرد ہے
سعد مخدوم کی تربت کے قریں قبر بنی
ہے اثر ہم کو جو ہے فکر سنین ہجری

Marfat.com

تو لکھو دوست نے جاں اپنی دردوست پہ دی

انتقال سے ایک روز قبل اپنے صاحبزادے کو یہ شعر سنایا ؎

ہوا طے مرشدوں کے فضل سے جادہ طریقت کا

عجب پیچیدہ کوچہ تھا، بڑا کھٹکا تھا منزل کا

صاحبزادے نے کہا کہ "ابا جان معلوم ہوتا ہے کہ تمام منزلیں طے ہو گئیں" یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ مولوی معین احمد جملی مرحوم ان کے صاحبزادے تھے جو شیش محل اسٹیٹ کے منیجر تھے وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد ہردوئی میں معین ہومیو پیتھک کالج کے نام سے ایک کالج کھولا جس کے خود پرنسپل تھے۔ ہومیو پیتھک پر کئی کتابیں لکھی تھیں ایک کتاب "قانون وصیت اسلام" بھی لکھی تھی جو نظام حیدر آباد کے نام سے معنون کی تھی اس پر پانچ ہزار روپیہ انعام ملا تھا۔ پاکستان چلے گئے تھے وہیں انتقال فرمایا۔ ان کے ایک صاحبزادے مولوی شاہ حسین الدین احمد ہیں جن کا قیام بریلی میں ہے۔ ڈاکٹر نظافت شاہ کے نام سے مشہور ہیں۔ خوش عقیدہ، خوش مزاج، بردبار، عبادت گذار، شب بیدار اور رقیق القلب صوفی ہیں۔ آپ کو بھاؤ میاں کے نواسے اور صفی پور کے مشہور صوفی شاہ انوار الحق عرف مچھن مرحوم سے خلافت ملی۔ شاہ انوار الحق نیک طینت، نیک دل منکسر مزاج صلح کل اور بہت اچھے صوفی تھے۔ چند سال ہوئے مرض فالج میں وفات پائی۔ شاہ نور الحسن عرف اچھو میاں سندیلوی ان ہی کے خلیفہ ہیں (م۔ا۔ن)

۱۱۱۔ مولوی سید عبد الحئی علیہ الرحمۃ

(وفات ماہ رمضان ۱۲۰۱ھ)

آپ حضرت بندگی سید حسن قدس سرہ کے فرزند دلبند، حضرت مخدوم شیخ

Marfat.com

نظام الدین عرف شیخ الہدیہ قدس سرہ الاطہر کے نواسے۔ حمید الدین شہباز کٹھلہ کے سمدھی شیخ عبدالرحیم لکھنوی کے عزیز اور شاہ جہاں اور عالمگیر کے عہد کے مشائخ کبار میں تھے نیز عالم جید اور فاضل اکمل بھی تھے۔ اصول فقہ میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ دربار شاہی میں بزمرہ احدیں پانچ سو روپے منسلک رہے پھر میر عدل کے عہدہ پر پانصدی منصب پر فائز رہے۔ صاحب تذکرہ مشاہیر اکبرآباد نے آپ کے متعلق صرف اتنا لکھا ہے۔

"آپ شاہ جہاں اور عالمگیر کے عہد کے مشائخ میں سے تھے۔"

آگرہ سے آنے کے پانچ، سات سال بعد آپ کا انتقال ہوگیا آپ کی دو شادیاں یکے بعد دیگرے چچازاد بہنوں کے ساتھ ہوئیں پہلی بیوی سے ایک صاحبزادے سید ابو المعالی اور دو لڑکیاں ہوئیں جب ان بیوی کا انتقال ہوگیا تو دوسری بیوی سے چار پسر، سید محمد عرف ملا شیخا سید عبدالولی، سید عبدالمتعالی اور سید عبداللہ اور ایک صاحبزادی نور النساء ہوئیں جو قاضی مبارک کو منسوب تھیں۔ سید عبداللہ اور سید عبدالمتعالی صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ سید عبدالولی لاولد فوت ہوئے سید محمد عرف ملا شیخا حیات رہے۔ تحصیل علم میں فراغ حاصل کیا اور آپ کے انتقال کے بعد زمرۂ احدیان سے منسلک رہے چونکہ ان کی شادی شہباز خاں کٹھلہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی اس لیے ان کو جہیز میں چند مواضع ملے تھے۔

مولوی سید عبدالحیٔ علیہ الرحمۃ نے ماہ رمضان ۱۱۰۰ھ میں رحلت فرمائی۔

قطعۂ تاریخ وفات

شیخ عبدالحیٔ عالی مرتبت	چوں ازیں عالم بجنت زد قدم
سالِ نقل آں ولی در ماہ صوم	فیخ اہل عدن رضواں زد رقم

۱۱۰۰ھ

Marfat.com

(ماخذ بیاض مولوی سید فضل رسول واسطی م-ا-ن)

۱۱۲ حکیم مولوی سید عبدالشکور

ولادت ۱۲۰۵ھ وفات ۱۲۵۶ھ

حکیم مولوی عبدالشکور ۱۲۰۵ھ میں سندیلے میں پیدا ہوئے لفظ "غرہ" سے آپ کی تاریخ پیدائش نکلتی ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح کئی واسطوں سے حضرت مخدوم صاحب قدس سرہٗ سے ملتا ہے۔

سید عبدالشکور بن حکیم لطف رسول بن سید غلام اشرف بن ملا سید عزیز اللہ بن سید محمد عرف ملا شیخا بن بندگی عبدالحیٔ بن بندگی سید حسن بن سید احمد بن سید لاڈ بن سید مٹھن بن سید شیخن بن سید مجیرالدین بن حضرت مخدوم شیخ مولانا سید علاءالدین واسطی حسینی حسنی قدس سرہ الاطہر۔

حکیم صاحب مرحوم، طبیب حاذق، فصیح البیان اور وجیہہ شخص تھے۔ آپ کے دادا مولوی سید غلام اشرف کو نواب مدارالدولہ سے گذارہ کی رقم بحیثیت سے ملتی تھی وہ آپ کو بھی ملتی تھی۔ دو سال تک کاکوری کی اخبار نویسی کی اس کے بعد ٹیکارام چکلہ دار میاں گنج اور رسول آباد کے مددگار ہو گئے چار سال وہاں قیام رہا۔ اسی درمیان ٹیکارام فوت ہو گئے۔ آپ کے والد مولوی سید لطف رسول صاحب نے راجہ دیا کرشن سے اس کا ذکر کیا۔ راجہ مذکور نے آپ کو چکلہ داری دینا چاہی مگر آپ کے والد نے فرمایا کہ جب تک میں لکھنؤ میں ہوں اپنے فرزند کے لیے یہ عہدہ پسند نہیں کرتا ہوں کیوں کہ اس کا انجام عموماً قید و بند ہوتا ہے پھر آپ جھانسی

Marfat.com

تشریف لے گئے وہاں آپ نے بڑے معرکے کے علاج کیے راجہ جھانسی نے آپ کو اپنا معالج خصوصی بنالیا اور انتظامی معاملات جو سرکار برطانیہ سے متعلق تھے ان کی نگرانی اور وکالت نیز جملہ سرکاری خط و کتابت اور ریاست کے جملہ امور آپ کے سپرد کر دیے۔ چند سال آپ وہاں عزت، نیک نامی اور کامیابی کے ساتھ رہے اچانک سنگِ مثانہ میں مبتلا ہو کر وطن تشریف لے آئے اور جوانی کے عالم میں ۴۸ سال کی عمر میں ۱۰ محرم ۱۲۵۶ھ میں رحلت فرمائی۔ مولوی سید وارث علی بن سید شاہ امین اللہ مخدوم زادہ۔ مولوی سید جعفر علی ابن مولوی ولی اللہ شاہِ مخدوم زادہ، مولوی نجف علی ابن شیخ روشن علی چودھری ابن نصرت علی چودھری مولوی شاہ جمیل الدین احمد عرف کلو میاں نبیرہ مولانا احمد اللہ حافظ غلام میراں مولوی قلندر بخش وغیرہ آپ کے ہم عصر تھے۔ حکیم صاحب مرحوم کے تین صاحبزادے حکیم مولوی سید فضل رسول واسطی، منشی سید شمس الدین احمد اور منشی سید قطب الدین احمد اور دو دختر تھیں بڑی سید نجابت حسین کو منسوب تھیں دوسری سید محسن رضا کو۔

(م۔ا۔ن)

۱۱۳۔ مولوی حافظ عبد الغفور

عبد الغفور نام نجف علی کے فرزند تھے آپ کے برادر اکبر حاجی محمد بخش درویش باصفا تھے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ حافظ عبد الغفور صاحب نے کن اساتذہ سے تعلیم پائی۔ حافظ صاحب بڑے نیک طینت، فرشتہ صفت اور نیک انسان تھے مسجد صدر اعلیٰ کے امام تھے اور تقریباً ۴۰ سال تک اس کی پابندی

Marfat.com

کے ساتھ پنج وقتہ یہ خدمت انجام دی اپنے مکان واقع محلہ جھتوانہ سے مسجد صدر اعلیٰ کو جس کا فاصلہ تقریباً ۴ فرلانگ ہوگا جس وقت روانہ ہوتے نظریں جھکا لیتے راستے میں کسی طرف نہ دیکھتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بام و در پر یا راہ چلتے کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے راستہ میں اگر کوئی سلام کرتا تو نگاہیں نیچے کیے ہوئے جواب دے دیتے۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے شاگردوں میں ایک کثیر جماعت حافظوں کی تیاری دی تھی جن کی وجہ سے سندیلہ عرصہ دراز تک حفاظ کا مرکز بنا رہا اور آج بھی جو جتنے حافظ قصبہ میں ہیں ان میں بیشتر آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں سید محمد ذکی جو سندیلہ کی نامور ہستیوں کی وفات بطور یادداشت نوٹ کر لیتے تھے تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب کی وفات بتاریخ یکم شوال سنہ ۱۳۳۰ھ بمطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء بروز جمعہ ۴ بجے صبح واقع ہوئی چونکہ عید کا دن تھا اس لیے جنازہ ۹ بجے دن کو عیدگاہ میں پہنچا تقریباً سات ہزار آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

جس مسجد میں چالیس سال تک امامت کی تھی مرنے کے بعد بھی اس کی دوری گوارا نہ ہوئی چنانچہ حسب وصیت مسجد صدر اعلیٰ کی دیوار کے زیر سایہ دفن ہوئے سید محمد ذکی جو خود جنازہ میں شریک تھے لکھتے ہیں کہ وقت دفن اس قدر مجمع کثیر ان کی خوبیوں کی وجہ سے تھا کہ مجھے قبر تک بغرض مٹی دینے کے پہونچنا مشکل ہو گیا بوقت دفن تمام قصبہ شریک تھا کیا اعلیٰ اور کیا ادنیٰ اور کیوں نہ ہوتا کہ حافظ صاحب کی ذات اس قصبہ میں غنیمت تھی اور نیکی کے ساتھ نام لیا جاتا تھا ـــ ایسے لوگوں کا دنیا سے اٹھ جانا کیا ہے گویا قصبہ خالی ہو جاتا ہے حافظ صاحب کی کوئی اولاد نرینہ

Marfat.com

نہ تھی۔ (ش-اص)

۱۱۴- محمد عبدالعلی شوق

مولانا محمد عبدالعلی شوق دنیائے شعروادب میں ایک خاص شہرت رکھتے ہیں اور ان کی مشہور ومعروف کتاب "اصلاحِ سخن" اردو ادب میں بقول ایک نقاد ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان کے مورث اعلیٰ موضع جو بےپور قصبہ بلہور ضلع کانپور کے ایک بہت بڑے زمیندار تھے وہاں آپس کی خانہ جنگی اور موروثی جائیداد کے جھگڑوں نے ایسی صورت اختیار کرلی کہ کشت وخون کی نوبت آگئی ان کے اجداد میں سے شیخ حفیظ اللہ اپنی والدہ کے ساتھ سندیلہ آکر آباد ہوگئے یہاں مولوی محمد اعظم کے خاندان میں ان کی قرابت داری تھی خاندانی شجرہ ترتیب دیتے وقت راقم الحروف کو ان کے یہاں سے ایک بہت بوسیدہ وکہنہ کاغذ ملا جو اس واقعہ پر روشنی ڈالتا ہے اگرچہ اس کاغذ کی عبارت کے بعض الفاظ پڑھنے میں نہیں آئے۔ ان کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

محمد عبدالعلی بن مولوی حسن علی بن مولوی حسن عطا بن احسان اللہ بن مولوی حفیظ اللہ بن شیخ بشارت اللہ بن مولوی محمد شاکر بن شیخ علیم اللہ بن خیاث اللہ اہوازی۔ یہ سلسلہ کئی واسطوں سے آنحضرت سرورِ کائنات صلعم کے عم نامدار حضرتِ عباس رضؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ کاغذات کے دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ عہدہ قضا بھی ان کے خاندان میں رہا ہے۔ اسی لیے ان کے عم محترم مولوی نذیر حسن فتنہ اپنے نام کے ساتھ قاضی لکھتے تھے۔

Marfat.com

مولانا شوق، انیسویں صدی کے آخر میں ندیلے میں پیدا ہوئے قرآن شریف اور فارسی وغیرہ کی کتابیں اپنے بزرگوں سے پڑھیں اور اٹاوہ میں اپنے نانا سید عاشق علی خطیب کے پاس رہ کر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ عربی میں کبھی کافی استعداد حاصل تھی۔ حدیث وفقہ، فلسفہ ومنطق، تاریخ وطب خواہ کوئی موضوع ہو وہ اس پر آسانی سے اظہار خیال کر سکتے تھے نہایت ذہین وطباع، زیرک وعقیل اور زود فہم تھے ہر بات کی تہہ میں اتر جاتے تھے ہر شے کی باریکیوں کو خوب سمجھتے تھے۔ آداب مجلس میں مجتہدانہ درجہ رکھتے تھے۔ بہترین منتظم تھے ہر کام کو نہایت حسن وخوبی سے انجام دیتے۔ مزاج میں انتہائی نفاست ولطافت اور طبیعت میں جودت وظرافت تھی۔ کوئی بات مزاح سے خالی نہ ہوتی۔

مرحوم بہت یار باش تھے ان کا مکان خود ایک مختصر بزم تھا جہاں صبح وشام اور رات شاعروں، ادیبوں اور پڑھے لکھے حضرات کا مجمع رہتا تھا ان آنے والوں کی ایک بڑی طویل فہرست ہے لیکن یہ حضرات خصوصی طور سے قابل ذکر ہیں۔ مولوی حافظ محمد صاحب، مولوی حافظ مہدی صاحب، نشتر صاحب صدیق صاحب مولوی نیاز علی صاحب ہیڈ ماسٹر، ماسٹر مولانا عبدالرحمٰن صاحب۔ ماسٹر محمد ذکی صاحب منشی امیر احمد صاحب عبرت بلگرامی، حکیم محمد عظیم صاحب، حکیم محمد سعید صاحب، ماسٹر مرتضیٰ علی شاہ۔ ماسٹر التفات علی صاحب، منشی شہزاد علی صاحب چودھری رفعت علی صاحب چودھری عبدالرشید صاحب۔ مولوی عبدالحفیظ صاحب۔ شاہ محمد یوسف صاحب پلیڈر۔ محمد آفاق صاحب چودھری دھنی رضا صاحب۔ نیاز احمد صاحب پرنسپل۔ شاہ نورالحسن عرف اچھو میاں۔ حاجی عبدالرشید صاحب دارثی وغیرہ ان میں ہر ایک صاحب علم وذوق تھا۔

Marfat.com

افسوس کہ ۔ آں شیشہ بشکست وآں ساقی نماند۔

جس موضوع اور جس مسئلہ پر گفتگو چھڑ جاتی اس کا ہفتوں اور مہینوں چرچا رہتا۔ شادی نہیں کی تھی تنہا رہتے تھے۔ کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ جو نئی کتاب بازار میں آتی وہ ان کی نظر سے ضرور گذر جاتی، احباب سے بھی رسالے اور کتابیں منگواتے رہتے۔ خود بھی کتابوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ رکھتے تھے ہر کتاب نہایت اہتمام واحتیاط سے رکھتے افسوس ان کے انتقال کے بعد یہ ذخیرہ دیمک کی نذر ہو گیا کچھ کتابیں قدوائی لائبریری سندیلہ اور کالج لائبریری کو عنایت فرما گئے تھے۔

ہاتھ میں رعشہ ہو گیا تھا اس لیے لکھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اپنے خطوط وغیرہ اسی راقم سے لکھواتے تھے کسی صاحب نے ایک بار خط کی تعریف کی اس کے جواب میں لکھوایا کہ یہ وہ خط ہے جو میرے بعد بھی زندہ رہے گا۔ حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ دو چار خط روزانہ آتے رہتے تھے۔ ایک بار کسی دوست نے پاکستان سے ایک خط لکھا اس میں مذاق میں ایک ایسی بات لکھ دی جو حکومت وقت کی نظر میں قابل اعتراض تھی چنانچہ لکھنؤ سے ایک سی۔ آئی۔ ڈی انسپکٹر وہ مکتوب لے کر آپ کا پتہ دریافت کرتے ہوئے آئے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اپنا تعارف کرایا اور خط نکال کر پیش کیا اور اس جملے کی طرف توجہ مبذول کرائی اور کہا کہ یہ جملہ حکومت کی نظر میں قابل گرفت ہے مولانا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر اس میں میرا کوئی قصور اور غلطی نہیں ہے اگر وہاں کے لوگ کچھ لکھ دیتے ہیں تو اس کی ذمہ داری یہاں کے لوگوں پر نہیں ہو سکتی ہے میں زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہوں کہ ان سے خط وکتابت ختم کر دوں یا ان کو منع کر دوں کہ آئندہ کسی مکتوب میں اس قسم کی کوئی بات مذاق میں بھی نہ لکھیں جو یہاں کی حکومت کی نظر

Marfat.com

میں قابلِ گرفت ہو۔ چنانچہ فوراً نوکر بھیج کر مجھے بلوایا میں جب پہنچا تو دیکھا کہ ایک صاحب جن کی عمر ۵۵، ۶۰ سال ہوگی سفید شیروانی، چوڑی دار پاجامہ فیلٹ کیپ پہنے تشریف رکھتے ہیں مجھے تعارف کرادیا اور ان کی آمد کی وجہ بتائی اور خط دکھا کر مجھ سے کہا کہ ان صاحب کو ابھی کراچی خط لکھ دو۔ میں نے کہا کہیئے کیا لکھوں؟ فرمایا پیشانی پر یہ شعر لکھ دو ؎

مزا گا اس نے خنجر رکھ دیا تھا میری گردن پر
مگر خنجر کی عادت ہے رگِ جاں میں اتر جانا

یہ شعر سن کر انکیٔ صاحب پھڑک اٹھے۔ بہت داد دی۔ غالباً قوم کے کائستھ تھے اور صاحب ذوق تھے کہنے لگے بس اجازت دیجئے۔ بمشکل چائے پی اور معذرت کرکے چلے گئے

چھوٹی سی عمر سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ مشاعروں میں کبھی شعر نہیں پڑھتے تھے اچھے شعر کی خوب تعریف کرتے تھے۔ "اصلاح سخن" ان کی جدتِ طبع کا مظاہرہ تھی جس نے اساتذہ عصر میں ایک ہل چل برپا کر دی تھی۔ فرماتے تھے کہ یہ ایک مذاق تھا میں صرف تین استادوں کا قائل ہوں۔ فصاحتِ جنگ جلیل مانکپوری مولانا نظم طباطبائی اور مولانا اطہر ہاپوڑی۔

مولانا کوآپریٹو سوسائٹی میں مختارِ عام تھے وہاں سے علیحدہ ہوکر وقف اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہوگئے تھے۔ جب وقف اسکول ختم ہوا تو پھر کہیں ملازمت نہیں کی زندر تقی۔ صاحب ثروت تھے۔ شادی نہیں کی تھی ایک ہمشیرہ تھیں جو الشیخ محمد فاضل صاحب مرحوم ابن شیخ محمد امیر تعلقہ دار گوپامئو کو منسوب تھیں ان سے دو بیٹے بشیر احمد اور بصیر احمد اور ایک دختر ہیں جو منشی محمد علی سندیلوی کو منسوب ہیں۔

Marfat.com

ان کے احباب میں حکیم مولوی محمد بہاءالدین صاحب صدیقی سہروردی، سید حسن مثنیٰ صاحب گنج گاؤں جون پور، شاہ محمد یوسف صاحب پی۔ ڈبلیو۔ ڈی لائل پور۔ نواب سید اعزاز رسول مرحوم، سید یعقوب علی صاحب رضوی مرحوم جج، ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی مرحوم شاہ انوارالحق عرف مجھن میاں مرحوم، سید محمد احمد صاحب مرحوم کراچی۔ جگن ناتھ پرشاد نگم، چودھری عبدالرشید صاحب مرحوم پرنسپل سید محمد ادریس صاحب نقوی ان کے خاص دوستوں میں تھے۔

مولانا نے بمرض فالج اور استسقاء ۱۸ جنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعہ بوقت صبح انتقال فرمایا اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیے گئے۔ کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے۔ "اصلاحِ سخن" کی ابھی تک مانگ ہے مگر مرحوم کی حیات ہی میں اس کا کوئی نسخہ نہیں رہا تھا۔ آپ کے اساتذہ نے خود آپ کے کلام کی داد دی ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

غزلیں موصول ہوئیں ماشاءاللہ آپ خوب کہتے ہیں۔ مشق جاری رہی تو بہت اچھا کہنے لگیں گے۔ (احسن مارہروی) آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز وہ غزل اس قابل نہ تھی (عنوان تمنا) کہ اس میں تصرف کیا جاتا (آرزو لکھنوی) اب اپنا دل تنگ ہے زندان تمنا۔ یہ غزل خوب کہی ہے۔ بارک اللہ تعالیٰ فی عمرکم۔ (ماہر بلگرامی) آپ کی غزل اچھی ہے۔ زبان کی اصلاح کیا دوں۔ خیالات ماشاءاللہ خوب ہیں۔ (ڈاکٹر محمد اقبال) آپ کا رنگ اچھا ہے۔ اکبر الہ آبادی۔

غزلیں دیکھیں ماشاءاللہ خوب کہتے ہو۔ اچھا رنگ ہے۔ (بزم اکبرآبادی) آپ کی غزل تمنا والی بہت ہی نغز ہے، بہتر ہے آپ کی قابلیت نحوی کا پتہ چلتا ہے۔

Marfat.com

——— بیباک شاہجہانپوری

آپ کی غزل تمناؤں والی بغیر غور سے دیکھے واپس کر دی۔ اصلاح کی صورت نہ دیکھوں تو کیا کروں

——— بیخود دہلوی

مذاق شاعری آپ کا اس نواح کے شعرا سے جداگانہ دیکھ کر حیرت ہے۔

——— سائل دہلوی

ماشاء اللہ بہت اچھی غزل کہی ہے ؎ اب اپنا دل تنگ ہے زندان تمنا اکثر اشعار بے مثل ہیں۔

——— صفی لکھنوی

غزل واپس ارسال خدمت ہے۔ آپ ماشاء اللہ ترقی کر رہے ہیں خوب خوب اشعار کہے ہیں۔

——— فانی بدایونی

آپ کا کلام ماشاء اللہ بہت خوب ہے مجھ جیسے کم سواد کی اصلاح کا محتاج نہیں۔

——— وحشت کلکتوی

آپ ماشاء اللہ بہت اچھا کہتے ہیں میرے خیال میں اصلاح کی ضرورت نہیں۔

——— نوح ناروی

اچھے اچھے شعر آپ نے نظم کئے ہیں آپ کا کلام متانت معنویت اور عاشقانہ جذبات سے آراستہ ہوتا ہے یہ رنگ قابل قدر ہے۔

——— دل شاہجہانپوری

آپ کے پاکیزہ اشعار کی شہرت میرے احباب میں ہو گئی ہے۔

——— شاد عظیم آبادی

Marfat.com

ماشاءاللہ کیا خوب غزلیں ہیں ـــــ شفق عماد پوری

غزل کے سب شعر عمدہ ہیں۔

ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے دم آخر
ٹوٹا تھا یہ قفل درِ زندان تمنا

ـــــ عزیز لکھنوی

نمونۂ کلام

اب اپنا دلِ تنگ ہے زندانِ تمنّا
اللہ رے یہ جوشِ فراوانِ تمنّا

کیا ڈالیں کسی آرزوئے تازہ کی بنیاد
نظروں میں ہے بربادیِ ایوانِ تمنّا

ہچکی کی صدا سب جسے سمجھے دمِ آخر
ٹوٹا تھا یہ قفلِ درِ زندانِ تمنّا

جز خواب نہیں وعدۂ باطل کی حقیقت
جز وہم نہیں موجبِ طوفانِ تمنّا

تیری نگہِ لطف تھی تمہیدِ محبت
میری نگہِ شوق ہے عنوانِ تمنّا

اے قافلۂ یاس گذر دل میں نہ ہو کر
پامال نہ کر گورِ غریبانِ تمنّا

اے شوقؔ ہے اب روح کو پرواز بھی دشوار
پیوست کلیجے میں ہے پیکانِ تمنّا

۱۱۵۔ قاضی غلام محی الدین

غلام محی الدین بن قاضی محمد عابد علی بن عبد السمیع فاروقی فریدی ۲۴ر محرم ۱۳۰۵ھ کو تولد ہوئے تعلیم کی ابتدا حافظ عبد الغفور صاحب کے مکتب سے ہوئی چنانچہ اس مکتب میں کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا اور مکان پر مولوی عبد الباسط صاحب کسمنڈوی سے فارسی کی ابتدائی درسی کتب پڑھ ہی رہے تھے کہ ۱۹۰۰ء میں

Marfat.com

والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ۱۹۰۲ء میں مولوی خلیل الدین صاحب جو حقیقی ماموں تھے قاضی غلام محی الدین اور ان کے چھوٹے بھائی رفیع الدین کو اپنے ساتھ ریاست جھالاواڑ لے گئے وہاں دونوں بھائی عربی اور فارسی پڑھتے رہے دو سال بعد قاضی رفیع الدین کی بیماری کے سبب دونوں بھائی نذیلہ چلے آئے چند روز کے بعد غلام محی الدین کو مقصود علی شاہ عرف بچو میاں جو مولوی خلیل الدین کے ماموں زاد بھائی تھے اپنے ہمراہ نانپارہ لے گئے وہاں سید سالار مسعود غازی کے مدرسہ عربیہ میں تعلیم حاصل کی۔

۱۹۰۵ء میں حافظ سید شاہ تجمل حسین قادری رزاقی شاہجہاں پوری کے مرید ہوئے ۱۹۱۲ء میں شاہ صاحب موصوف نے غلام محی الدین کو خلعت سے نوازا۔ قاضی غلام محی الدین نیک، خلیق، منکسر المزاج اور بڑے عبادت گذار تھے طبیعت میں سادگی تھی ایک مرتبہ کو فریب دے کر جعلی پرونوٹ لکھوا لیا گیا تھا۔ وکیلوں کی رائے ہوئی کہ اس تحریر سے انکار کر دیا جائے لیکن آپ کسی طرح جھوٹ بولنے پر تیار نہ ہوئے انجام کار آپ کا حصہ زمینداری تلف ہوا۔ ایک مرتبہ ایک ڈگری کے سلسلے میں عدالت دیوانی کے چپراسی قرقی کے لیے آئے اس وقت آپ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے چپراسی آ کر بیٹھ گئے وہ چاہتے تھے کہ آپ آگاہ ہو جائیں اور سامان اٹھوا دیں چنانچہ آپ نے تلاوت کو روک کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو چپراسیوں نے اپنی آمد کا مقصد بتلایا آپ نے کہا میں اپنا کام کرتا ہوں تم اپنا کام کرو چپراسیوں نے گھر کے سامان کی قرقی کر لی اور آپ بدستور تلاوت میں مصروف رہے۔

۵ صفر ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء فجر سے قبل آپ نے داعی اجل کو

Marfat.com

لبیک کہا نشتر سندیلوی نے آپ کی تاریخ وفات کہی تھی جو درج ذیل ہے۔

مرد خوش اوقات قاضی محی الدین آہ
پاک طینت، پاک نیت، پاک باطن پاک دل
متقی و پارسا و صاحب حلم و حیا
تادم آخر بیاد ذکر حق شد مشتغل
مرد صالح چوں ملک کردار باید گفتمش
کرد و چشمش جوے اشک آمد گداز شمع دل
پردہ بردو کشیدہ از جہان بے بقا
آمدہ در انتشار باد و آتش آب و گل
چوں ز ہاتف جستجو کردیم تاریخ وفات
سال رحلت یافتہ رضواں بعزم مستقل
نشتر آمد ایں ندا رفتہ سوے دار النعیم
قاضی سندیلہ محبوب القلوب اہل دل

۷۶ ۱۳ھ (ش۔ا۔ص)

۱۱۶۔ حاجی مولانا قاسم علیؒ

حاجی مولانا قاسم علی خلف سوم حضرت مولانا حمد اللہ علیہ الرحمۃ عالم جید، فاضلِ اکمل عابدِ مرتاض اور اہل فضل و کمال میں سے تھے۔ انھوں نے تکمیل علم اپنے والد ماجد اور اپنے پھوپھی زاد بھائی مولانا قاضی احمد علی سندیلوی

Marfat.com

اور ملا بابا اللہ جون پوری سے کی۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۳۷ پر لکھتے ہیں

"مولوی قاسم علی سندیلوی ابن مولوی حمد اللہ شاگرد پدر خود مردے فاضل و فاضل و کامل کثیر الدرس بود و بزیارت بیت الحرام گشتہ"۔

عرصہ دراز تک "جامعہ منصوریہ عالیہ" میں درس دیتے رہے۔ اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ کئی سال مدینہ طیبہ میں درس دیا۔ ایک روز بیت اللہ شریف میں یہ دعا مانگ رہے تھے کہ "اے اللہ کوئی ایسی چیز عنایت فرما کہ جب وطن جاؤں تو بطور تبرک لیتا جاؤں"۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت وہاں صندل کے بنے ہوئے ایک در سے صندل کا ایک دو انچ لمبا ٹکڑا ان کے سامنے گرا انھوں نے اس کو فوراً اٹھا لیا جب وہ مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو یہ ٹکڑا اور موئے مبارک آنحضرت سرور کائنات صلعم اور دیگر تبرکات اپنے ہمراہ وطن لائے۔ یہ سب تبرکات پیرزادہ الحاج خانصاحب مولوی مجتبیٰ عرف محمد زاہد علی مرحوم کے یہاں محفوظ ہیں ہر سال ان کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ مولانا کا سن پیدائش اور سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔ تلامذہ میں چند حضرات کے نام ملتے ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر کاکوروی قدس سرہٗ (۲) مولوی انور علی بن مولانا شاہ اکبر علی (۳) مولوی ذاکر علی بن مولانا شاہ اکبر علی (۴) مولانا شاہ اطہر علی قدس سرہٗ (۵) مولوی اظہر علی بن مولوی اصغر علی سندیلوی۔

مولانا کی شادی دختر مولوی احمد علی سے ہوئی ان سے ایک صاحبزادے مولوی فتح علی ہوئے۔ مولوی فتح علی کی صرف ایک صاحبزادی تھیں جو منشی

Marfat.com

عبدالحیٔ خوش نویس سندیلوی مرحوم کو منسوب تھیں اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی
(م۔ا۔ن)

۱۱۷۔ حکیم مولوی لطف رسول

وفات: ۱۲۴۰ھ

حکیم مولوی لطف رسول ابن مولوی سید غلام اشرف ابن ملا سید عزیز اللہ ابن سید محمد ابن سید عبدالحیٔ ابن حضرت بندگی حسن قدس سرہٗ خانوادہ حضرتِ مخدوم صاحب میں سے تھے۔ مختلف علوم پر دست گاہ حاصل تھی اور فن طب میں تو حذاقت رکھتے تھے آپ کے زمانے میں جو دیہات معافی میں تھے ان کی ضبطی شروع ہو گئی۔ نواب شجاع الدولہ کو جب بکسر کی جنگ میں شکست ہوئی تو اس کی نظر معافیات پر گئی چنانچہ اس نے مواضع ضبط کرنا شروع کر دیے اور وعدہ کیا کہ بعد دفع زیرباری جنگ یہ مواضع پھر معاف کر دوں گا جب نواب سعادت علی خاں کا زمانہ آیا تو انھوں نے باقی مواضع بھی ضبط کرنا شروع کر دیے اس سے مخدوم زادوں کو پریشانی ہوئی۔ اسی زمانے میں حکیم شمس الدین عرف حکیم سید سعدی میاں شاہ آبادی نے حکیم مولوی سید لطف رسول کو مشورہ دیا علم طب میں مہارت بڑھانا چاہیے۔ کسب معاش کے لیے یہ فن بہت عمدہ اور شریف ہے چنانچہ سید صاحب نے حکیم سعدی میاں سے جو حکیم محمد اکبر ارزانی کے شاگرد رشید تھے اس فن شریف کو حاصل کیا پھر ان ہی کے ایمائے عظیم آباد میں مطب شروع کیا۔ حکیم شمس الدین عرف سعدی میاں اور ان کے استاد حکیم محمد اکبر ارزانی کے یہاں کے بڑے بڑے رئیس اور نواب معتقد تھے۔ ان حضرات نے بڑے معرکے کے علاج کیے تھے۔ حکیم شمس الدین سعدی

Marfat.com

میاں کے بڑے بھائی سید شرف الدین عرف شاہ بدن کا بنگال میں بڑا اثر تھا۔ حکیم سید لطف رسول مرحوم نے بھی وہاں بہت شہرت اور دولت حاصل کی یہاں تک کہ عسرت عشرت میں بدل گئی۔

کچھ عرصہ کے بعد حکیم صاحب مرحوم عظیم آباد سے ترک سکونت کر کے لکھنؤ تشریف لے آئے۔ یہاں بڑے بڑے راجہ اور نوابوں کے علاج کرتے۔ چنانچہ راجہ جھاؤ لال راجہ جگل کشور رائے رتن چند اور نواب عبدالرحمٰن خاں قند ھاری جو حکومت اودھ کے خاص رکن تھے ان کا علاج بلا معاوضہ کرتے۔ حکیم صاحب نے ان سے کہہ یا تھا کہ میں آپ حضرات سے کوئی فیس اور نذرانہ وغیرہ نہیں لوں گا آپ لوگ میری تعظیم و تکریم کریں گے چنانچہ وہ لوگ تاحیات اسی طرح پیش آتے رہے۔ دن بھر علاج معالجہ میں جو رقم ملتی اس میں سے خورد و نوش کی رقم نکال کر باقی رقم بعد نماز عشاء خیرات کر دیتے دوسرے روز کے لیے کچھ نہ رکھتے۔ بہت بڑا کامیاب مطب تھا۔ روزانہ شام تک کافی فیس اور نذرانہ ملتا روزانہ شام کو ملازموں کی تنخواہ ادا کر دیتے۔ پانچ اشرفیاں اور دو تھان محمودی کے سرہانے رکھتے۔ بڑے خود دار تھے یہ نہیں چاہتے تھے کہ مرنے کے بعد بیٹے بھتیجے وغیرہ اپنے روپے سے تجہیز و تکفین کریں۔ کبھی اپنے بیٹوں کے ایک پیسے کے شرمندۂ احسان نہ ہوئے نہ کسی بیٹے کو آپ کے مزاج میں دخل تھا۔ صرف اپنے ایک بھتیجے سید رحمٰن خان بہادر کو بہت چاہتے تھے۔ اور ان ہی کو مزاج میں کچھ دخل تھا۔

آپ کا حافظہ بہت قوی تھا ابتداء میں منطق اور فلسفے کی طرف متوجہ ہوئے اور ملا حمد اللہ شارح سلم ہندوی کے خاندان میں کسی صاحبزادے سے پڑھا تھا۔ آخر عمر میں حدیث فقہ اور تفسیر اور دینی علوم کی طرف مائل ہوئے اگر ایک بار سن لیتے

Marfat.com

تو پھر نہیں بھولتے اگر کسی کا پشت نامہ سن لیا تو وہ یاد ہو گیا۔ ۰ سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ ماہِ شوال میں حفظ کرنا شروع کر دیا اور دوسرے ماہ صیام میں تراویح میں پورا کلام پاک سنا دیا۔

حکیم صاحب، خوددار، قناعت پسند، صلح کل شخص تھے۔ زندگی بھر کسی بات کی تکلیف نہیں اٹھائی صرف بیس روپے کہاروں کی تنخواہ مستقل طور پر مقرر تھی کیونکہ رستم نگر سے خاص بازار تک آتے جاتے تھے۔ یہ رقم راجہ صاحب کے ذمے تھی اور کسی قسم کی آمدنی مستقل نہ تھی۔ راجہ دیا کرشن کے مرنے کے بعد راجہ میوہ رام اسی طرح تعظیم و تکریم کرتے تھے جس طرح ان کے اور بزرگ کرتے تھے۔

حکیم صاحب مرحوم نے ۹۰ سالہ عمر میں فالج کے مرض میں ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲ھ میں لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ حکیم محمد بقا خاں آپ کی نعش لکھنؤ سے سندیلہ لائے۔ آپ کی یادگار ایک مسجد سنگی بازار میں ہے۔ جس کی تاریخ یہ ہے ؎

گشت مسجد بنا ز لطف رسول | کہ سجودش فروغ ایمان شد
سالِ تاریخ ختم از ہاتف | فلیصلو خشوعا ایمانشد

حکیم محمد وارث علی مخدوم زادہ سندیلوی آپ کے ہمعصر تھے۔

وزیر علی نبیرہ محمد زماں کاکوروی مرحوم کی دختر آپ سے منسوب تھیں ان سے تین فرزند مولوی عبد الغفور، حکیم مولوی عبد الشکور، سید یٰسین تولد ہوئے۔

حکیم صاحب کے ایک چھوٹے بھائی سید مقبول اولیا عرف سید غلام اولیا تھے جو شاہی فوج میں سوار تھے۔ حکیم صاحب سے ۱۵ برس چھوٹے تھے جوانی میں انتقال ہوا۔

(م۔ الف)

۱۱۸۔ مولوی سید موسیٰ

(وفات بعہد عالمگیر)

مولوی سید موسیٰ مرحوم سید ابوالمعالی کے فرزند رشید، سید عبدالحیٰ کے پوتے اور حضرت بندگی سید حسن قدس اللہ سرہ کے پرپوتے علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ عالمگیر علیہ الرحمۃ نے جب فتاوائے عالمگیری مرتب کرائی تو اس کی تیاری، ترتیب اور تدوین میں آپ بھی شریک تھے۔ بادشاہ نے آپ کو ۱۲ مواضع بطور جاگیر عطا فرمائے تھے۔ اس صاحب علم و کمال ہستی کا صوبہ بہار میں انتقال ہوا۔ بادشاہ نے نعش ندیا بھجوادی آپ کی پہلی شادی شیخ مرتضیٰ کی دختر سے ہوئی جن کے بطن سے سید مخدوم عالم پیدا ہوئے۔ دوسری زوجہ شیخ احمد کی صاحبزادی تھیں جن کے بطن سے سید محبوب عالم اور سید مقبول پیدا ہوئے۔

(ماخذ بیاض سید فضل رسول داسطی) (م۔ ز۔ ا۔ ن)

۱۱۹۔ مولانا مقیم الدین علیہ الرحمۃ

مولانا مقیم الدین ابن سلطان محمد بن احمد بن گل محمد، عالم باعمل، فاضل اجل اور صوفی اکمل پاک باطن نیک نہاد اور زاہد مرتاض بزرگ تھے۔ آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مشہور صوفی و درویش حضرت حافظ وزیر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بیعت و خلافت حاصل تھی آپ ان کے خلفائے اکمل میں سے تھے۔ موضع کوٹ مرتزا علاقہ ٹانک صوبہ سرحد آپ کا وطن تھا۔ مدتوں آپ ندیا میں رہے مدرسہ شوکت الاسلام

Marfat.com

ت ریلیہ میں آپ معلم اول تھے۔ صاحب "تذکرہ علمائے ہند" آپ کے متعلق خامہ طراز ہیں۔

"مولوی مقیم الدین ساکن ٹانک ابن سلطان محمد بال تی صوبہ خیل بن احمد ابن گل محمد ساکن علاقہ ٹانک یعنی موضع کوٹ مرزا ابتدا مولوی دین محمد ساکن ٹانک از میزان الصرف تا هیندی خوانده پس ازاں بخدمت علمائے وقت اعنی مولوی محمد مظہر نانوتوی و مولوی عبدالحق شمس العلما خیر آبادی و مولوی احمد حسن پنجابی و مدرس مدرسہ دار العلوم کانپور تکمیل دیگر درسیہ نموده بالفعل کہ عمر شریفش سی سال رسیده مدرس عربی درجہ اول بمدرسہ شوکت الاسلام ندیلہ مقرر اند سلمہ اللہ تعالیٰ۔

(تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۲۲۳)

"فیضان حضوری" آپ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے اپنا حال بطور تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ میں اس میں سے آپ کا کچھ حال جستہ جستہ نقل کرتا ہوں۔

" میرے والد سحر خیز اور تہجد گزار تھے اس وقت کچھ اشعار درد انگیز پڑھتے تھے اور روتے تھے میں اگرچہ چھوٹا تھا مجھ کو وہ اشعار درد انگیز لذت دیتے تھے۔ گاہے گاہے میں بھی اس وقت اللہ اللہ زور سے کہنے لگتا تھا کہ صحبت کا اثر جلد ہوتا ہے۔ جب کچھ بڑا ہوا تو اپنے چچا صاحب مولوی محمد زماں صاحب غفر اللہ لہ کے پاس کہ عالم تھے اور نقر میں ان کا شہرہ تھا میں پڑھتا تھا انھوں نے حضرت

Marfat.com

خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی کا مرید کرایا حضرت خواجہ نے ہر نماز کے بعد ایک تسبیح "یا کریم" اور ایک تسبیح درود شریف کی پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔ تعلیم علم طریقت کے نہیں قابل تھا اور نہ اس سے زیادہ مجھ کو بتایا۔۔۔۔

ایک جگہ لکھا ہے۔

"میں نے قطبی مولوی عبدالحق صاحب مرحوم سے پڑھی۔۔۔۔

ملا حسن۔ شرح وقایہ مورت میں مولوی محمد حسن صاحب کی خدمت میں تھوڑے روز میں نکال لیں مولوی صاحب نے کچھ روپیہ مجھ کو دے کر ہندستان روانہ کر دیا علم حدیث مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم کی خدمت میں سہارنپور میں پڑھا۔۔۔۔

مولوی محمد مظہر صاحب بہت رقیق القلب تھے۔ جب حدیث کا دورہ ہوتا ہے تو آپ کے آنسو مبارک جاری رہتے تھے۔ اور مجھ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے پنجابی اور ولائتی طالب علموں کی بے وجہ لڑائیوں کے باعث مدرسہ میں داخل ہونے کی بندش تھی۔ میری وجہ سے آمد ان کی کھل گئی اور اللہ کا فضل ایسا تھا کہ جو آیا بڑا مہذب اور نیک طینت نکلا مجھ کو نصیحت فرماتے تھے کہ یہ زمانہ فتنہ و فساد کا ہو گیا۔ علماء میں بوجہ اختلافی مسائل پھوٹ پڑ گئی آپ ہرگز ان اختلافات میں نہ پڑیں۔ یہ بھی دیکھا تھا کہ طالب علم طبع آزمائی کر رہے ہیں میں وہاں سے کنارہ کش ہو جاتا تھا۔ بعد ختم حدیث ملنے کے میں رام پور مولوی عبدالحق صاحب کی خدمت میں معقولات سنتا رہا۔ وہاں بھی ایک اتر سماع کا دیکھا کہ مولوی ناظرین الدین صاحب منطقی میرے صدرا کے استاد تھے ان کو حال بہت آتا تھا۔۔۔۔

Marfat.com

"..... جب منطق اور فلسفہ سے فراغت کر چکا تو کانپور میں مولوی احمد حسن صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ریاضی کے لیے پہنچا اس وقت وہاں طالب علم ایک سو چالیس تھے۔"

جب آپ فارغ التحصیل ہو چکے تو یہاں مدرسہ شوکت الاسلام سندیلہ تشریف لے آئے۔ چند ماہ بعد اپنے وطن واپس چلے گئے اگرچہ آپ کا ارادہ درس و تدریس کا نہ تھا مگر آپ کو تار دے کر پھر بلوا لیا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ

"طلبہ ذہین تھے کتب خانہ بہت بڑا تھا۔ ہر ایک علم کی کتابوں کا درجہ علیحدہ تھا اثنائے حالت تدریس میں بھی کئی بار چھوڑ کر وطن چلا گیا اور پھر طلب کیا گیا۔ قضا و قدر میں کچھ نعمت عظمیٰ مقسوم میں تھی کہ اس نے نہ چھوڑا۔"

بزمانہ قیام سندیلہ ایک روز آپ نے مولوی تاج الدین مرحوم سے جو آپ کے پاس پڑھتے تھے پوچھا کہ آپ کی نظر میں کوئی درویش کامل ہو تو بتائیے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں ایک کامل ہیں میں ان سے دریافت کر لوں تو پھر آپ کو لے چلوں کیوں کہ میں بھی پوشیدہ طور سے رات کو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ چنانچہ ان سے اجازت لے کر وہ آپ کو حضرت حافظ وزیر علی شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت لے گئے اس وقت حافظ صاحب علیہ الرحمۃ مسجد کے صحن میں تشریف رکھتے تھے۔ مسجد کے آگے کچھ صحن تھا اس میں ترکاریاں وغیرہ لگا رکھی تھیں۔ ہاتھ میں پھاوڑا تھا زمین برابر کر رہے تھے ہاتھ پاؤں مٹی سے بھرے تھے۔ بے شمار اشعار تصوف اور دنیا کی بے ثباتی کے سنائے آپ سنتے سنتے تھک گئے اور اجازت لے کر چلے آئے

Marfat.com

اس درمیان میں آپ نے کئی کرامات دیکھیں۔ آخر ان کے مرید ہو گئے۔ رابطہ اور ذکر کی تلقین فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جنگل میں جاکر رویا کرو اور اپنے کو انتہائی نجس اور ناپاک اور بدتر سمجھو ورنہ اس درویشی کے علم کی بو تک نہ پاؤ گے آپ کو ان باتوں سے تعجب ہوا اور دل میں کہا کہ میں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا، پڑھا پڑھایا اور تمام عمر وعظ و پند میں گذری نہ علم کا غرور ہوا۔ بہر حال حسب ارشاد جنگل میں جاکر مصنوعی رونا شروع کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں حقیقت پیدا کر دی بعض اوقات تو روتے روتے گریہ بند نہیں ہوتا تھا غش آجاتا تھا آپ نے لکھا ہے کہ اب علم بیکار نظر آیا اور میں اپنے کو انتہائی نجس ناپاک اور گنہگار سمجھنے لگا ایک روز میں جنگل میں چلا جا رہا تھا اور اپنے خیالات میں محو تھا کہ دفعتہً ایک بجلی چمک کر سینے کے اندر سے نکل گئی اور مجھ کو ایسا لطف آیا کہ گر جاتا

اس واقعہ کے بعد آپ نے مدرسہ میں استعفا داخل کر دیا۔ منتظمین مدرسہ اور طلبہ بہت مغموم اور متاثر ہوئے۔ استعفا داخل کرنے کے بعد آپ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ کا نام لے کر آگیا ہوں۔ انھوں نے ارشاد فرمایا قصبہ چھوڑ کر جنگل میں رہنا چاہیے یہاں لوگوں کا انعکاس خراب کرے گا۔ دنیا کا انعکاس جہنم ہے۔ چنانچہ قصبے کے باہر ایک مسجد میں جو ڈیرہ کے نام سے مشہور تھا قیام کیا۔ اللہ پر توکل تھا اگر کہیں سے کھانا آجاتا تو کھا لیتے ورنہ فاقہ ہوتا۔ مدرسہ کے طلبہ وہیں پڑھنے آجاتے ان میں مولوی تاج الدین اور مولوی رحمت اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد آپ نے ان کے ہمراہ قصبے کے باہر کچھ فاصلے پر ایک ٹیلے پر قیام فرمایا اس ٹیلے کو صاف

Marfat.com

کیا تیپھر ڈالا درخت لگائے اس کو گلزار بنا دیا۔ مدرسہ والوں نے آپ کو مدرسہ میں لانے کے لیے بہت پریشان کیا اور حافظ صاحب پر بھی دباؤ ڈالا حافظ صاحب نے بھی آخر آپ کو حکم دیا کہ مدرسہ میں پھر ملازمت کرلو میری وجہ سے پریشان نہ ہو اس لیے کہ آپ وہاں مسالہ پیستے تھے آٹا گوندھتے تھے اور حافظ صاحب کھانا پکاتے تھے۔ آخر آپ مجبور ہو کر مدرسہ جانے لگے دن مدرسہ میں اور رات شیریں حوض پر گذرتی۔

آپ اپنے فرزند قاسم میاں کے ہمراہ حج بھی کر آئے تھے۔

آپ نے اپنی کتاب "فیضان حضوری" میں سندیلے کا بھی کچھ حال تحریر فرمایا ہے۔ جس کا تذکرہ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

"اب کچھ حالات سندیلہ شریف کے لکھنا مناسب ہیں جہاں مجھے دین اور دنیا کے فوائد پہنچے .... سندیلہ عجب آباد قصبہ ہے۔ باغات بھی کثرت سے ہیں۔ رؤسا اور شرفا بہت ہیں تھوڑا بہت علم عربی کا رکھتے ہیں اس قصبہ میں بڑے عالم متبحر گذرے ہیں مولوی حمد اللہ سندیلوی اور مولوی حیدر علی صاحب کے مدرسہ کی چار دیواری ابھی تک قائم ہے۔ مولوی تراب علی صاحب یہیں رہتے تھے۔ حافظ شوکت علی صاحب رئیس سندیلہ و مالک مدرسہ شوکت الاسلام انھیں کے شاگرد تھے۔ میں پہلے شوکت الاسلام میں مدرس ہوا۔ کتب خانہ بہت بڑا تھا، حتیٰ کہ فقہ حنفی فقہ شافعی فقہ، مذہب امامیہ، حدیث، تفسیر، مناظرہ کلام اخلاقیات

Marfat.com

وغیرہ وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ درجہ تھا۔ جس علم کے مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی اس علم کے درجہ میں جاکر فوراً مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ "صدرا" شروع ہوا تو میں فلسفہ کے درجے میں گیا پندرہ حاشیے "صدرا" کے قلمی موجود تھے میں صرف "عبد العلی" کو اٹھا لایا۔ میں پہلے بہت کتب بینی کرتا تھا مگر اس کتب خانے کو دیکھ کر میرا دل سرد پڑ گیا اس وقت بڑے لائق لوگ مدرسے سے نکلے ایک چودھری حسن جان مرحوم تھے کہ فارغ التحصیل ہو کر تدریس کرتے تھے اور نحو کی وہ ہی لکھتے تھے جمعہ وہی پڑھاتے تھے۔ چودھری محمد عظیم صاحب تعلقہ دار کے فرزند تھے حافظ شوکت علی صاحب کے منشی تھے جو تنخواہ ان کو ملتی تھی وہ غربا میں تقسیم کر دیتے تھے۔ خاکساری ان میں کمال درجے کی تھی۔ حضور کے بہت پیارے تھے۔ تمام سندیلہ ان کی عزت کرتا تھا تائیس سال کی عمر میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ اس روز سندیلہ بڑی جنبش میں تھا۔ دوسرے حکیم ظہور الحسن صاحب تھے جنھوں نے اپنے فیضان طبی سے اہل سندیلہ کو بہت فائدہ پہنچایا اور اپنے اخلاق کاملہ سے اہل سندیلہ کو مسخر کر لیا تھا انھوں نے اپنے دو جانشین چھوڑے ایک حکیم اخلاق حسین صاحب اور ایک حکیم امتیاز حسین صاحب ہیں۔ جو اہل سندیلہ کو فیضان طبی سے نفع پہنچا رہے ہیں۔ تیسرے مولوی عبد الکلیل صاحب ہیں کہ بڑے

Marfat.com

طباع اور ذہین ہیں اور منطق اور فلسفی ہیں"۔ میرزاہد رسالہ میں بعدیہ ذاتی اور بعدیہ زمانی پر ایک رسالہ لکھا ہے اور طب میں بھی کامل ہیں۔ چوتھے مولوی نواب علی صاحب جو مولوی حمداللہ صاحب سندیلوی کے پوتے ہیں بڑے ذکی اور ذہین ہیں منطق اور فلسفہ قدیم وجدید میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ مدرسہ الہیات کانپور میں پروفیسر رہے۔ تاسم میرے فرزند کے ساتھ بڑی محنت اور جانفشانی کی آج کل مطب کرتے ہیں کہ حکیم بھی زبردست ہیں اس خطہ کی ذہانت اور ذکا تعجب خیز ہے پانچویں مولوی رحمت اللہ صاحب کہ وہ بھی بڑے ذہین اور طباع ہیں اور حکیم بھی ہیں اسی طرح اور لوگ بھی تھے یہ سب حضور کے پیارے تھے۔ حافظ شوکت علی صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ جاتا رہا کہ وہ مرحوم بڑے صاحب فیض تھے اور لاولد انتقال کیا ان کی جائداد اور کتب خانہ ان کے چچازاد بھائی چودھری محمد روت صاحب اور چودھری نصرت علی صاحب کے مابین نصف نصف تقسیم ہو گیا ان دونوں نے بہت نادر اور عجیب کتابوں کا تحفہ اپنے حصے سے مجھ کو بھی عنایت کیا رسالہ صداقت الاسلام اور رسالہ فتا الشیخ میں جو حوالے کتابوں کے لکھے ہیں وہ سب اسی کتب خانہ کا فیض ہے بعد انتقال حافظ شوکت علی صاحب کے میری معاش کے لیے چودھری محمد عظیم صاحب بظاہر اسباب متکفل ہوئے۔ یہ

Marfat.com

[بڑ]ے رئیس تھے شان نوابی وہاں نظر آتی تھی بڑے محتاط اور
اوراد و ظائف کے پابند تھے۔ عشا کی نماز کے بعد ننگے سر بہت دیر
تک سجدہ میں پڑے رہتے تھے۔ زکاۃ کل مال کی نکالتے تھے۔ ہر
سال زیور اور جواہرات وغیرہ نکال کر حساب زکاۃ نکالتے تھے
سنا گیا ہے کہ آٹھ ہزار روپیہ مد خیرات مقرر تھا: "حمد اللہ" تک
وہ عربی پڑھے تھے۔ ایک عالم حدیث پڑھنے کے لیے مقرر کیا
علاوہ پچاس روپے ماہوار کے کل اخراجات ان کے گھر کی کفالت
کرتے تھے۔ بعد ان کے انتقال کے ان کے جانشین چودھری
محمد جان صاحب ہوئے یہ رند مزاج اور خراچ تھے چنانچہ تھوڑے
روز میں اپنا علاقہ بوجہ قرضہ کے کورٹ کر بیٹھے۔ اس قدر کام عمدہ
کیا کہ کچھ جائداد خرچ رمضان شریف، بارہ وفات، رجبی شریف
گیارہویں شریف حضرت پیر دستگیر" محرم شریف۔ مدرسے کے لیے
وقف کر گئے جو آج تک جاری ہیں بعد ان کے انتقال کے ان
کے بھائی چودھری محمد نبی جان صاحب جانشین ہوئے جو تادم
تحریر زندہ ہیں۔ نمازی ہیں لغویات جو امرا میں ہوتی ہیں ان سے
بچے رہتے ہیں ہمارے حال پر مہربان ہیں۔ اس قصبہ میں تاریخ
کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بہت اہل اللہ اس میں گزرے ہیں۔ چودھری
نصرت علی صاحب نے کہ اوائل میں بہت دنیاوی ترقی کی آخیر کو
سب کاروبار دنیاوی اپنے فرزند چودھری فتح علی صاحب کے

Marfat.com

سپرد کر دیا اور خود درود وظائف اور تلاوتِ قرآن شریف میں مشغول ہو گئے بروقت فراغت اکثر تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں رہتے ہیں اور میرے بہت عنایت فرما ہیں۔"

آپ برسوں اپنے پیرومرشد کے ساتھ سیاحت میں رہے۔ آپ حقیقتہً سراپا اخلاق مجسم عجز و انکسار، کثیر التدریس، رقیق القلب، فنا فی الشیخ اور برگزیدہ شخص ہیں اور حافظ صاحب علیہ رحمتہ کے خلفاء اور رفقا میں بلند ترین مرتبہ رکھتے ہیں۔

۱۹۲۴ء میں اپنے وطن موضع عمرزئی ڈاک خانہ ٹانک ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں تشریف لے گئے تھے وہاں چند ماہ بعد رحلت فرمائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے قاسم میاں تھے جو عالم باعمل، صوفی اور حاجی تھے حافظ صاحب علیہ الرحمتہ سے بیعت و خلافت تھی عنفوان شباب میں دہلی میں انتقال فرمایا اور شیریں حوض پر ہی دفن ہوئے۔ مولانا موصوف کی ایک صاحبزادی بھی تھیں جو مولوی اللہ بخش مرحوم متوطن موضع محبت صوبہ سرحد کو منسوب تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے تھے یہ دونوں حضرات بھی حافظ صاحب سے بیعت رکھتے تھے۔ فیضان حضوری، فنا الشیخ، حقیقۃ الصلوٰۃ اور کئی رسالے تصوف اور مذہب پر لکھے ہیں۔

(م۔ا۔ن)

۱۲۰۔ سید محمد ذکی

سید محمد ذکی، سید احمد بخش مخدوم زادہ کے بیٹے تھے ۱۴ ذیقعدہ ۱۲۶۶ھ بروز شنبہ کو ولادت ہوئی تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب مخدوم سید علاء الدین واسطی جاجنیری سے ملتا ہے۔ درگاہ مخدوم صاحب کی پشت پر آپ کا مکان تھا۔ سید محمد ذکی میونسپل بورڈ سندیلہ میں ملازم تھے مولوی سید مظہر علی کے یہاں ضلعداری پر بھی مامور رہے سید

Marfat.com

محمد ذکی اپنے زمانہ کے بڑے اچھے خوشنویس تھے تحریر کی طرح مزاج میں بھی بڑی نفاست تھی اردو کی طرح ساتھ فارسی کا بھی اچھا مذاق رکھتے تھے بڑے باوضع اور پابند اوقات تھے۔ مولوی سید مظہر علی صاحب رئیس سندیلہ جنھوں نے ۴۵ سال تک پوری پابندی کے ساتھ روزنامچہ لکھا تھا اور جس کا اقتباس "ایک نادر روزنامچہ" کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے چھپوا بھی دیا ہے اس روزنامچہ کا معتدبہ حصہ سید محمد ذکی کا صاف کیا ہوا ہے۔ سید محمد ذکی اپنے خاندان کے افراد کی ولادت اور وفات بطور یادداشت باقاعدگی کے ساتھ لکھ لیا کرتے یادداشت پر مشتمل یہ رجسٹر اچھا خاصا ضخیم بن گیا تھا جواب بھی ان کے پوتے سید وجاہت حسین ہاشمی پرسنل اسسٹنٹ وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی کے پاس محفوظ ہے۔ سید صاحب کا انتقال ۱۹ دسمبر سنہ [illegible]ء کو ۳۰ سال کی عمر میں ہوا۔

سید محمد ذکی کے چھ لڑکیاں اور ایک صاحبزادہ تھے بڑی لڑکی حکیم مولوی عبدالجلیل کو منسوب تھی ایک لڑکی واجد علی خطیب ساکن اشرف ٹولہ کو بیاہی تھی۔

صاحبزادہ کا نام فراست حسین تھا جو میونسپل بورڈ سندیلہ میں اکاؤنٹنٹ کے عہدہ پر رہے یہ بھی بڑے وضعدار شریف اور مرنجان مرنج تھے گفتار و کردار سے متانت و سنجیدگی ٹپکتی تھی خوش اخلاق و خوش پوشاک تھے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ علم طب کو بھی حاصل کیا تھا۔ دسمبر ۱۹۵۲ء میں انھوں نے بھی انتقال کیا۔

ایس۔ ایچ۔

Marfat.com

۱۲۱۔ شاہ محمد فرخ حسن

محمد فرخ حسن نام داروغہ محمد حسن کے اکلوتے فرزند تھے۔ فقر و درویشی کی طرف بچپن ہی سے رجحان تھا علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد علوم باطنی کی تکمیل خلیفہ محمد بخش (خلیفہ شاہ خیرات علی صفی پوری) اور حاجی محمد بخش (خلیفہ و مرید خلیفہ محمد بخش) سے کی اور عین جوانی میں ہی فقر و درویشی اختیار کر لی آپ کو مذکرہ بالا دونوں بزرگوں سے خلافت حاصل ہوئی۔

شاہ صاحب انتہائی دیندار، عابد شب زندہ دار، خلیق، پاک طینت اور باصفا بزرگ تھے۔ وقت کا بیشتر حصہ طاعت الہٰی میں صرف ہوتا شب کو صرف دو گھنٹے ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک اور دوپہر کو تھوڑی دیر آرام فرماتے تھے شاہ صاحب ہر شخص کے ساتھ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ سید محمد ذکی کی یادداشت میں شاہ صاحب کے وسیع اخلاق کا ان الفاظ میں ذکر ہے:

"شاہ صاحب کا اخلاق ایسا وسیع تھا کہ ہر شخص کو درجہ یقین کا حاصل تھا کہ ہم سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔"

شاہ صاحب کے مرید سیکڑوں کی تعداد میں تھے جو پیر پروالہ و شیدا تھے پیر کے ساتھ مریدین کی اس شیفتگی میں مریدین کی ارادت و عقیدت کے ساتھ ساتھ پیر کی روحانیت اور ان کی خوبیوں کو بہت دخل ہے۔ حکیم عبدالحمید اور شاہ محمد نذیر آپ کے دو خلیفہ تھے۔ شاہ محمد احمد اور سید شاہ شرف الدین

Marfat.com

ساغر نیزان کے برادر خورد سید محمد اکرام الدین اور ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی کے والد بزرگوار محمد عبدالوکیل صدیقی شاہ صاحب کے خاص مریدین میں سے تھے۔ شاہ صاحب وجع المفاصل اور مرض اکوتہ کے سبب سات سال تک صاحب فراش رہے نقل وحرکت سے سخت مجبوری تھی کروٹ تک نہیں لے سکتے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی نماز نہیں ترک نقصان ہوئی اور نہ اوراد وظائف میں کوئی فرق آیا۔ تسلیم ورضا کا یہ حال تھا کہ بیماری سے متعلق کوئی حرف شکایت کبھی زبان پر نہیں آیا انتہائی کرب وتکلیف میں بھی سر آنے والے کا خیر مقدم مسکرا کر کرتے تھے۔ درویشان سلف کی طرح فقر وفاقہ زندگی کا شعار تھا۔

۲ رمئی ۱۹۳۲ء مطابق ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۵۰ھ یوم دوشنبہ ۱۱ بجے دن کو بہ عمر ۵۴ سال راہی ملک عدم ہوئے شاہ صاحب نے ایک صاحبزادہ شاہ محمد نور الحسن عرف اچھو میاں اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ شاہ نور الحسن پہلے ریلوے میں ملازم تھے عرصہ چھبیس سال سے ملازمت سے کنارہ کش ہو کر درویشی اختیار کرلی ہے اور اپنے والد کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔

(ش ۱۰ ص)

۱۲۲۔ محمد اطہر نفیس

محمد اطہر نام نفیس تخلص ۱۹۱۶ء میں بمقام جے پور ولادت ہوئی دو وہاں ملا حمد اللہ کے چشم وچراغ اور ملا صاحب موصوف کی ساتویں پشت میں ہیں آپ

Marfat.com

کے والد مولوی محمد اصغر صوفی محکمۂ پولیس میں بہ مقام مین پوری ملازم تھے حسن
صورت و حسن سیرت سے متصف تھے ان کو دیکھ کر یہ حیرت ہوتی تھی کہ ایسا نیک
متین، خلیق اور رمرنجان و مرنج شخص اس محکمہ میں کیونکر آیا۔ وہ بچوں میں بچے
جوانوں میں جوان اور بوڑھوں میں بوڑھے تھے۔

والدین کی تنہا اولاد ہونے کے باعث نفیس صاحب کی پرورش بڑے
ناز و نعم میں ہوئی زمانۂ طالب علمی سے ہی شعر گوئی کا شوق پیدا ہو گیا تھا یہ شوق
انھیں ورثہ میں ملا تھا ان کے دادا مولوی محمد افضل تجلی مرزا عنایت علی بیگ
ماہ کے ارشد تلامذہ میں تھے، نانا مولانا ولایت احمد مطمئن اور پرنانا مولوی نیاز
پریشاں اکبر آبادی اچھے شاعر تھے پریشاں صاحب مرزا حاتم علی بیگ مہر کے
شاگرد تھے نفیس صاحب کے چچا مولانا منظور احمد کوثر بڑے خوش فکر شاعر
تھے انھیں کے ایما سے نفیس صاحب نے ۱۹۳۴ء میں ناظم الملک مولانا اطہر
ہاپوڑی کی شاگردی اختیار کی اور سات سال تک ان کی خدمت میں رہ کر
نکات شاعری اور فن عروض سے بہرہ مند ہوئے خود استاد نے اس ہونہار
شاگرد کو اپنے ممتاز شاگردوں میں شمار کرتے تھے جیسا کہ انھوں نے اپنی ذیل
کی رباعی میں بھی ذکر کیا ہے ؎

شاگرد مرے یوں تو ہیں اطہر صدہا
سب کہنے کو وہ کہتے ہیں مجھ سے اچھا
ممتاز مگر ان میں یہی پانچوں ہیں
رعنا[۱] نفیس[۲]، مہر[۳]، افضل[۴]، رعنا[۵]

---

[۱] مولوی بادشاہ حسین رعنا سندیلوی [۲] محمد اطہر نفیس سندیلوی [۳] پنڈت چاندنرائن مہر دماتی الگلے صفحہ پر

Marfat.com

مین پوری کے زمانہ قیام میں ہی خوش نویسی کا شوق پیدا ہوا منشی مختار مہدی صاحب امروہوی حضرت جگر مراد آبادی سے اصلاح لی اور ایسی مشق بہم پہنچائی کہ خط بہت پاکیزہ ہو گیا ۱۹۴۰ء میں مولوی محمد مرتضیٰ صاحب سب انسپکٹر پولیس کی صاحبزادی نسیم سحری سے شادی ہوئی جو بڑی نیک نفس، عبادت گزار اور اوصاف حمیدہ سے متصف خاتون ہیں ۱۹۴۲ء میں نفیس صاحب التفات رسول انٹر کالج سندیلہ میں ادبیات اردو و فارسی کے معلم کی حیثیت سے ملازم ہوئے۔ اس وقت سے اب تک بہ حیثیت استاد وہ بڑے کامیاب رہے ہیں صدہا طلبہ آپ سے مستفید ہوئے ہیں آپ کے گھر کا دروازہ طالب علموں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے گھر پر پڑھنے آنے والوں سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔

کوئی اولاد نہیں ہوئی اپنے ہم زلف سید افضال حسین سب انسپکٹر پولیس خلف حکیم سید اخلاق حسین صاحب کے انتقال کے بعد ان کے تین لڑکوں اور ایک خورد سال لڑکی کو مثل اپنی اولاد کے پرورش کیا اور سب کو اعلیٰ تعلیم دلوائی بڑے لڑکے سید محمد اقبال اب سرزمین حجاز میں انجنیئر ہیں چھوٹے محمد توضیح احمد کشمیر میں ایم. بی. بی. ایس کر رہے ہیں منجھلے صاحبزادہ محمد عمران کو نفیس صاحب بہت چاہتے تھے یہ بھی بہت ہونہار لڑکا تھا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے Statistics میں فرسٹ کلاس ایم. اے کیا تھا لیکن ۲۴ سال ہی کی عمر میں پیغام اجل آ پہنچا اس کی وفات کا نفیس صاحب کو شدید صدمہ ہے اور وہ بجھ سے گئے ہیں۔ فکر و شاعری جو پسندیدہ مشاغل تھے ترک

(بقیہ) جے پوری کشمیری ۴ مولوی فضل الحسن فضل ہاپوڑی ۵ سید شوکت حسین رسول پوری۔

Marfat.com

کر دیے۔

تخلص کی مناسبت سے مزاج میں نفاست بہت ہے۔ وجیہ جامہ زیب اور خوش پوشاک ہونے کے ساتھ ساتھ صلح جو، مرنجان و مرنج اور خوش اخلاق ہیں۔ گوشت آپ کی مرغوب ترین غذا ہے۔ اگر کسی وقت دسترخوان پر گوشت نہ ہو تو اسے آپ ناقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

مجموعۂ کلام تو کوئی اب تک چھپ نہ سکا البتہ ہندوپاک کے موقر جرائد مثلاً نیرنگ خیال لاہور، عالمگیر لاہور، سرگذشت بمبئی، مشہور دہلی، الاماں دہلی، وحدت دہلی اور بیسویں صدی دہلی میں کلام کثرت کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ نفیس صاحب محض شاعر ہی نہیں نثار بھی ہیں۔ بلکہ کچھ عرصہ سے شعر گوئی کے بجائے نثر نگاری کی طرف رجحان زیادہ ہے آپ کے بعض اہم ادبی مضامین رسالہ نیرنگ خیال، نگار، آج کل، اور فروغ اردو میں چھپ چکے ہیں کلام کا نمونہ درج ذیل ہے۔

غزل

جب سامنے میرے آتے ہیں، کچھ اور ہی عالم ہوتا ہے
کچھ نظریں بھی جھک جاتی ہیں، کچھ گردن میں خم ہوتا ہے

پہلے تو نہ کی کچھ پرسشِ غم، بیمار سدھارا سوئے عدم
اب بن گئے کیوں تصویرِ الم، اب کس لیے ماتم ہوتا ہے

ہو راز نہاں افشا نہ کہیں، کچھ اس کا خیال بھی ہے کہ نہیں
رسوائے جہاں اک پردہ نشیں، اے دیدۂ پرنم ہوتا ہے

Marfat.com

تم چارہ گرو، دکھلاؤ ہنر، لاکھ اس پہ پھاہے رکھ رکھ کر
یہ زخم جگر ہے زخم جگر، کب قابل مرہم ہوتا ہے
کیوں ہم سے تفتیش کرتے ہو، ہاں تم بھی کسی پہ مرتے ہو
کیوں ٹھنڈی آہیں بھرتے ہو، کیوں گریۂ پیہم ہوتا ہے

آپ کو شجروں کے جمع کرنے کا بھی شوق ہے چنانچہ قصبہ کے بیشتر خاندانوں کے شجرے آپ کے پاس محفوظ ہیں۔ (ش. ا. ص)

۱۲۳۔ حکیم مولانا نواب علی برق

حکیم مولانا نواب علی برق مرحوم دودمانِ حضرت مولانا حکیم حمداللہ قادری شارح سلم سے ہیں جو اپنی فضیلت علم، رشد و ہدایت، تعلیم و تعلم اور صحیح النسبی میں مشہور چلا آتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

مولانا نواب علی بن مولانا باقر علی بن مولوی اصلح اللہ بن مولوی مصاحب علی بن مولانا حیدر علی ابن ملا حمداللہؒ۔ آپ عالم متبحر، طبیب کامل اور شاعر نغز گو تھے۔ آپ نے تحصیل علم مولوی چودھری حسن جان، حکیم مولوی عبدالجلیل اور اپنے والد ماجد سے کی جو اپنے زمانے کے مستند فاضل اور جید عالم تھے۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ جب سندیلہ تشریف لاتے تو ہفتوں مولوی عبدالصمد مرحوم کے دیوان خانے واقع محلہ تہوانہ متصل چھوٹی مسجد میں قیام فرماتے۔ جب کسی لفظ یا مسئلہ کے متعلق شک ہوتا تو وہ آپ کے والد مولانا باقر علی مرحوم کے یہاں سے کتابیں منگوا کر شک رفع کرتے۔

Marfat.com

مولانا برسوں "مدرسہ الٰہیات کان پور میں پرنسپل رہے وہاں سے سبکدوش ہو کر ۳، ۴ سال تک گونڈہ میں مطب فرماتے رہے پھر وہاں سے وطن تشریف لے آئے۔ یہاں وقف اسکول میں عربی کے معلم اول ہو گئے۔ مولانا مقیم الدین صاحب مرحوم نے اپنی تصنیف "فیضانِ حضوری" میں آپ کے متعلق لکھا ہے۔

"مولوی نواب علی صاحب جو مولوی حمد اللہ صاحب سندیلوی کے پوتے ہیں بڑے ذکی ذہن ہیں منطق اور فلسفۂ قدیم و جدید میں طولیٰ رکھتے ہیں۔ مدرسہ الٰہیات کان پور میں پروفیسر رہے قاسم میرے فرزند کے ساتھ بڑی محنت اور جانفشانی کی۔ آج کل مطب کرتے ہیں کہ حکیم بھی زبردست ہیں۔ اس خطہ کی ذہانت اور ذکا تعجب خیز ہے"

(فیضانِ حضوری صفحہ ۱۱۲)

آپ نے آزادی کی جدوجہد میں ایک بہت بڑا کردار ادا کیا۔ آپ خلافت کے سرگرم رکن تھے۔ بڑی پرمغز اور پرجوش تقریریں کرتے تھے۔ انگریزی حکومت کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اس جذبہ آزادی کے تحت ایک پرجوش نظم مسدس کی صورت میں لکھی تھی جو ۱۱ فروری ۱۹۱۲ء کو انتظامی پریس کان پور میں چھپی تھی۔ یہ نظم کمیاب ہے کیونکہ حکومت برطانیہ نے اس کو ضبط کر لیا تھا۔ مگر مولانا کی زبان کو وہ نہ بند کر سکی وہ اپنی تقریروں کے ذریعہ اپنی قوم اور ملک کو انگریزی حکومت کے خلاف ابھارتے رہے۔ آج ان کی اس خدمت کو کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ بڑے خوش طبع، خوش مذاق، ذی مروت، مرنجان مرنج

Marfat.com

صاف گو شخص تھے۔ شرع کے پابند تھے اگر خلاف شرع کوئی بات دیکھتے تھے جوش آجاتا تھا۔ اسلامی ہمدردی کا جذبہ آپ میں بے پایاں تھا۔ طبیب ہونے باعث خدمت خلق کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ دور دور گاؤں میں بلا معاوضہ مریضوں کو دیکھنے چلے جاتے تھے۔ آپ کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں مشہور صوفی درویش حضرت حافظ مولوی وزیر علی شاہ علیہ الرحمۃ سے بیعت تھی۔ موسیقی میں بھی دخل تھا۔ شیرینی بیحد مرغوب تھی اس کو "حلوہ" کہتے تھے۔

طویل قامت چھریرا جسم، سانولا رنگ۔ علی گڑھ تراش پاجامہ شیروانی اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے کبھی کبھی صافہ بھی باندھتے تھے۔ جلد گفتگو کرتے تھے۔ بعض اوقات سمجھنے میں دقت ہوتی تھی سر پہ پٹے اور شرعی داڑھی رکھتے تھے۔

بمرض ہیضہ غالباً ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں انتقال فرمایا۔ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ نماز جمعہ ادا کر کے گھر میں آئے اور اپنی بڑی بھاوج سے کہا کہ مجھے ہیضہ ہو گیا ہے اب نہیں بچوں گا کچھ گھنٹوں کا مہمان ہوں چنانچہ اسی دن چند گھنٹوں کے بعد شام کو داعی اجل کو لبیک کہا اور صحن جامعہ عالیہ منصوریہ میں خاندان ملا حمد اللہ کے اس آخری عالم کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی پہلی شادی بے پور میں دختر منشی شیخ محفوظ علی بن شیخ بشارت علی بن شیخ محمد صلاح بن شیخ محمد ماہ بن شیخ غلام رسول علوی مخدوم زادہ کاکوری سے ہوئی ان بیوی کے بطن سے تین صاحبزادیاں ہوئیں بڑی صاحبزادی کی شادی محمد عربی صفی پوری سے ہوئی اور لاولد فوت ہوئیں۔ دوسری صاحبزادی کی شادی شیخ عبدالرحمن بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ منصب علی ابن شیخ سبحان علی زمیندار

Marfat.com

موضع سرسنڈا تحصیل سندیلہ سے ہوئی ان سے پانچ دختر اور تین پسر محمد سعید، آفاق الرحمن اور اشفاق الرحمن موجود ہیں۔ چھوٹی صاحبزادی کی شادی حکیم مولوی عبدالوکیل بن حکیم مولوی عبدالجلیل ابن حافظ نوازش علی بن شیخ بشارت علی سندیلوی سے ہوئی ان سے ایک فرزند ڈاکٹر محمد شکیل احمد ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی ڈی لٹ لکچرر لکھنؤ یونیورسٹی موجود ہیں پہلی بیوی کے انتقال کے بعد مولانا کی دوسری شادی شیخ عظیم الدین بن شیخ امین الدین متولی خیرآبادی کی نواسی سے ہوئی ان بیوی کے بطن سے ایک دختر ہوئی۔

آپ کو نثر اور نظم دونوں پر دسترس حاصل تھی۔ نظام المشائخ اور اس زمانہ کے دیگر معیاری رسائل میں آپ کے مضامین چھپا کرتے تھے اپنے استاد چودھری مولوی حسن جان کی وفات پر ایک کتابچہ "سفینۂ غم اندوہ" کے نام سے تصنیف کیا تھا جو زیور طباعت سے آراستہ بھی ہوا تھا۔

انتقال سے کچھ عرصہ قبل اپنے کلام کا مجموعہ اپنے مخلص دوست چودھری محب اللہ سندیلوی ڈپٹی کلکٹر کے سپرد کر دیا تھا جو مولانا کی وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد کانپور سے آکر ڈپٹی صاحب سے طبع کرانے کے نام سے لے گئے لیکن نہ اسے چھپوایا اور نہ واپس ہی کیا۔

آپ نے "سندروز بیر" کے نام سے ایک ناول بھی لکھا تھا جس میں سندیلے کے حسن و عشق کے ایک مشہور و حیرت انگیز واقعہ کو قلم بند کیا تھا۔

جس زمانے میں مولانا عسکر علی، مولانا احمد علی، حاجی مولانا قاسم، مولانا عبدالسمیع، مولانا اسد علی، مولانا حیدر علی، مولانا نور علی اور مولانا شاہ اطہر،

Marfat.com

حضرت مولانا حمد اللہ کے اخلاف، خویش، اور نبائر جامعہ عالیہ منصوریہ میں درس دیتے اور جن کی شہرت نے ہندستان کے علاوہ دیگر دیار وامصار کے حضرات کو بھی اپنے حلقہ درس میں کھینچ لیا تھا۔ اسی زمانے میں زبیر نامی ایک صاحبزادے کسی باہر کے ملک یا سرحدی علاقے کے باشندے جامعہ عالیہ منصوریہ میں زیر تعلیم تھے وہ یہاں ایک حسین وجمیل ہندو لڑکی کے دام محبت میں گرفتار ہو کر ہوش وحواس کھو بیٹھے اس محبت نے عشق کی صورت اختیار کرلی۔ لڑکی کے والدین نے لڑکی کے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی اور گھر میں نظر بند کر کے جور وظلم شروع کر دیے آخر کار اس نامراد ونا کام محبت کا اسی قید تنہائی میں خاتمہ ہو گیا جب اس کے عزیز واقارب اس کو شمشان جلانے لے گئے تو یہ صاحبزادے بھی اپنے ایک دوست کے ہمراہ جو ان کو سمجھاتے ہوئے چل رہا تھا، ارتھی کے پیچھے پیچھے چلے اور شمشان سے کچھ فاصلے پر ایک املی کے درخت کے نیچے ایک شاخ کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ چتا پر جب آگ لگائی گئی تو وہ دونوں کھڑے دیکھتے رہے۔ بہت دیر کے بعد وہ لوگ لڑکی کو پھونک تاپ کر گھر واپس چلے گئے تو ان کے دوست نے ان سے کئی بار چلنے کو کہا مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر میں ان کے دوست نے کہا اب کیا دیکھ رہے ہو راکھ کا ایک ڈھیر ہے یہ کہہ کر چلنے کے لیے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تو جلی ہوئی ہڈیاں تھیں جو کھر کھرا کر گر گئیں یہ دیکھ کر ان کے اوسان جاتے رہے گھبرائے ہوئے مدرسے پہنچے وہاں جا کر تمام واقعہ بیان کیا۔ جامعہ منصوریہ کے علماء اور طلبہ اور ہزاروں انسان وہاں پہونچے آخر میں ان کی خاکستر اور ہڈیاں وہیں دفن کر دی گئیں اور قبر بنا دی گئی۔ اس حیرت انگیز اور محیر العقول واقعہ کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ یہ

Marfat.com

یہ غیر مطبوعہ ناول آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی مولوی نذیر حسن فتنہ مرحوم سندیلوی کے کتب خانے میں تھا جو انھوں نے طبع کرانے کے لیے لیا تھا مگر ان کے انتقال کے بعد ضائع ہو گیا۔ پتا نہ چلا کہاں گیا۔ (م۔ا۔ن)

۱۲۴۔ مولوی نذیر حسن فتنہ عباسی

مولوی نذیر حسن فتنہ ابن شیخ حسین عطا ابن شیخ حفیظ اللہ بن شیخ بشارت اللہ بن شیخ محمد شاکر بن شیخ عظیم اللہ بن شیخ عنایت اللہ ۱۳۱۱ھ بمقام محلہ جھتوانہ سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء و اجداد موضع چوبے پور (بلہور) ضلع کانپور میں آباد و شاد تھے کہ وہاں موروثی جائیداد کے جھگڑے شروع ہو گئے اور شیخ بشارت اللہ شہید کر دیے گئے اور ان کے صاحبزادے شیخ حفیظ اللہ کو بھی جن کی عمر ۱۴ سال کی تھی شدید زخمی ہو گئے ان کی والدہ ان کو ایک میانہ میں لے کر پوشیدہ طریقے سے سندیلے آ گئیں اور اپنے کسی عزیز کے یہاں فروکش ہو گئیں۔ شیخ حفیظ اللہ نے یہیں پرورش پائی اور یہیں کے متوطن ہو گئے۔

مولوی نذیر حسن فتنہ مرحوم کا مادری سلسلہ حضرت مولانا حمد اللہ شارح سلم سے ملتا ہے۔ آپ مشہور شاعر حضرت پریشاں اکبر آبادی کے حقیقی نواسے، مولانا ولایت احمد مترجم "قدیم ہندوستان کی تہذیب" کے حقیقی بھانجے اور مشہور عالم و طبیب مولانا حکیم نواب علی برق مرحوم کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ کم سنی ہی سے نہایت تیز ذہن تھے۔ مزاج میں شوخی بے حد تھی اسی وجہ سے فتنہ تخلص اختیار کیا۔ آگے چل کر شوخی کی جگہ متانت نے لی تھی اور بعد میں کمال تخلص

Marfat.com

اختیار کر لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم باقاعدہ نہ ہو سکی لیکن کثرت مطالعہ اور سیاحی نے بہت حد تک اس کمی کو پورا کر دیا تھا۔

ٹیکم گڑھ، راج گڑھ، نرسنگھ گڑھ، جونا گڑھ، ٹونک، جھالاواڑ، اندور، کھجلی پور، بیکانیر، بیجاپور اور بندیل کھنڈ وغیرہ کی ریاستوں میں آپ تشریف لے جاتے وہاں کے درباروں میں بڑی عزت و توقیر ہوتی کھجلی پور، ٹیکم گڑھ اور ریاست بجاور کے آپ درباری شاعر تھے۔ فصیح الدولہ، بلیغ الملک، ملک الشعراء، لیاقت جنگ وغیرہ کے خطابات آپ کو اکثر ریاستوں کی طرف سے عطا ہوئے تھے خلعت و اسناد، اور تلواریں بھی آپ کو ان ریاستوں سے عطا ہوئی تھیں۔

آپ کو فن شعر میں منشی میر منتصب علی منیر لکھنوی ثم سندیلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ انھوں نے آپ کو سند فراغ بھی لکھدی تھی نیز آپ کو سلسلہ جمیلیہ میں مولوی شاہ ظہیر الحسن عرف چھاؤ میاں سندیلوی سے بیعت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ نے کچھ عرصے دفتر خمخانۂ جاوید، دہلی میں بھی کام کیا ہے۔

آپ نے سیاحی کی بدولت ایک بہت بڑا کتب خانہ جس میں بڑی نایاب کتابیں تھیں اور نایاب سکوں کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا جو آپ کی ناگہانی وفات کے بعد ضائع ہو گیا۔ سندیلہ میں آپ نے ایک انجمن "انجمن خدام الشعراء" قائم کی تھی جس کے آپ خود صدر تھے۔ مزاج میں تیزی، شوخی، طبیعت میں غلو تھا۔ آداب مجلسی میں کمال رکھتے تھے۔ ملنسار، بے تکلف، خوش مذاق، خوش لباس، عزم کے پختہ ارادے کے کامل تھے۔ تصنیف و تالیف اور ناموری کا بہت شوق تھا جہاں جاتے کامیابی و کامرانی آپ کے قدم چومتی ہر جگہ ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے۔ جوانی

Marfat.com

میں انتقال ہوگیا۔ عمر نے وفا نہ کی ورنہ یقیناً بہت بڑے آدمی ہوتے غالباً ۱۹۲۷ء یا ۱۹۲۸ء میں ۳۶، ۳۷ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ شیخ عبد الصمد صاحب مرحوم تعلقہ دار گوپامئو کی نواسی آپ سے منسوب تھیں جن سے ایک دختر پاکستان میں موجود ہیں۔ آپ کو تمام اصناف سخن پر قدرت حاصل تھی۔ ان ریاستوں میں آپ کے بہت شاگرد تھے۔

تصانیف: ۱۔ ایک ضخیم دیوان غیر مطبوعہ اوراقِ پریشاں کی صورت میں۔(۲) متعدد قصائد (۳) مثنوی کرشمۂ الفت (۴) دنیا کا پہلا مسلمان۔

نمونۂ کلام

شمع بھی روشن تھی شب کو یار بھی محفل میں تھا
جان دیتا کس پہ پروانہ بڑی مشکل میں تھا

الٰہی برق کو خرمن ہی جلانا تھا — کہ مجھ غریب کی قسمت کا جس میں دانا تھا

وقت ہے حوصلہ افزائی کا — حال نازک ہے شکیبائی کا

حرفِ امید دل سے مٹایا نہ جائے گا — یہ وہ سبق ہے جس کو بھلایا نہ جائے گا

دل سے ترے غبار مٹایا نہ جائے گا — اس خاک کو ہوا سے اڑایا نہ جائے گا

میں وہ کہ جس کی یاد بھی تجھ کو نہ آئے گی
تو وہ کہ جس کو دل سے بھلایا نہ جائے گا

(م۔ا۔ن)

Marfat.com

۱۲۵۔ حافظ وزیر علی شاہ

نقشبندی مجددی بنوری بانوری علیہ الرحمۃ

ولادت ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۴۰ھ (عمر ۱۰۸ سال) وفات ۵ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء

حافظ وزیر علی شاہ ابن عنایت علی شاہ بن احد اللہ شاہ بن بسم اللہ شاہ بن مزمل شاہ بن اکرام شاہ بن مکرم شاہ بن حاجی عبد العزیز اپنے وقت کے زبردست صوفی، درویش کامل اور سیاح تھے آپ کا تمام خاندان درویشوں کا خاندان ہے جس میں بڑے بڑے صوفی صافی، خدارسیدہ درویش گزرے ہیں۔ آپ کے اجداد میں مزمل شاہ علیہ الرحمۃ و بسم اللہ شاہ علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ خاندان قادریہ و چشتیہ کے بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد عنایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نسبت چشتیہ رکھتے تھے۔ بسم اللہ شاہ رح کے بعد سے نسبت تلندریہ بھی آ گئی۔ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سید صوفی گل قدس سرہ آخندری کابلی سے بیعت تھی اور نسبت حاصل تھی۔ حضرت صوفی گل قدس سرہ اپنے وقت کے مشائخ کبار میں سے تھے اور لوگوں کی نگاہوں سے اپنے حالات کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے کاسہ گری کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے اور برتن گدھوں پر بار کر کے بازار بیچنے جاتے تھے جب وہ مع اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہرات تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ہزارہ والوں نے ان کو شہید کر دیا۔

حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کی ولادت با سعادت ۱۸ ذی الحجہ یوم پنجشنبہ

Marfat.com

بوقت ۸ بجے صبح سنہ ۱۲۴۰ھ کو سندیلے میں ہوئی۔ آپ حافظ کلام ربانی تو تھے ہی لیکن فارسی زبان پر بھی دسترس حاصل تھی آپ کے ان خطوط سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے جو آپ نے اپنے خلفاء خاص مریدین اور ارادت منذں کو تحریر فرمائے ہیں ان خطوط میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ الاطہر کے خطوط کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان خطوط کی نقلیں مولوی چودھری حسن جان مرحوم متبنٰی حافظ مولوی شوکت علی مرحوم اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ عربی استعداد ترتیب قریب عالمانہ تھی آیات قرآنی کے معنی و مطالب نہایت خوبی سے علماء کے سامنے بیان فرما دیتے جب امامت فرماتے تو آیات ترغیب و ترہیب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ پر جذب طاری ہو گیا ہے اور مقتدیوں پر بھی ایک کیف طاری ہو جاتا۔ چنانچہ مولانا مقیم الدین صاحب علیہ الرحمۃ نے جو آپ کے خلیفہ تھے ایک کتاب "روح نماز" آپ کے حسب ارشاد لکھی تھی جو کئی کئی بار طبع ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو حضرات حقیقت الصلوٰۃ کی چاشنی سے باخبر تھے وہ دور دور سے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے آتے جب آپ کی نسبت کا سلسلہ اطراف پنجاب میں پھیلا تو وہاں بھی نماز میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

آپ نے مستقل طور سے آبادی سے باہر ایک ٹیلے پر سکونت اختیار کر لی تھی جو شہر میں حوض کے نام سے آج بھی مشہور ہے (وہیں آپ کا مزار ہے) متعلقین سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اور شب و روز مسجد کے کمرے میں بسر فرماتے۔ صبح کو فجر کی اذان خود دیتے۔ آواز میں اتنا پر سوز لحن تھا کہ عام سننے والوں پر بھی ارتعاش

Marfat.com

طاری ہو جاتا تھا۔ تنہائی کے وقت ٹہلتے اور کبھی یہ شعر پڑھتے ؎

کس نیست در جہاں کہ کند ناز ما قبول

یارب قبول کن تو من نا قبول را

رمضان شریف کے روزے باوجود کبرسنی نہیں چھوڑے جب آپ پر سکر کی سی کیفیت طاری رہنے لگی تو روزے سے معذور ہو گئے۔ آپ کی بیداری اور خواب میں امتیاز اکثر مشکل ہوتا۔

آپ اپنے پیر مرشد کے حکم کے مطابق اشاعت نسبت میں سرگرم رہے اس سلسلے میں آپ نے اپنے چند مریدین خاص اور خلفا کے ہمراہ بنگال بہار آسام، پنجاب اور سرحدی علاقوں میں دور دور جا کر اپنے سلسلے کی اشاعت کی چنانچہ موضع چورانواں ضلع چھپرا صوبہ بہار میں عرصے تک آپ کا قیام رہا وہاں بیشتر آبادی علماء اور حفاظ کی ہے ان میں بیشتر حضرات نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اسی طرح ضلع چمپارن کے علماء اور حفاظ آپ کے مرید ہوئے۔ بتیا ضلع چمپارن واطراف بتیا کے سیکڑوں اشخاص آپ کے حلقہ ارادت میں آگئے پنجاب اور صوبہ سرحد کی طرف آپ بارہا تشریف لے گئے۔

آپ ہر سال سرہند شریف پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا ۲۶، ۲۷، ۲۸ صفر کو عرس کراتے جس میں پنجاب اور سرحدی علاقے کے علماء و مشائخ نہایت ذوق و شوق سے شرکت کرتے اپنے ہمراہ خشک میووں کے بورے کے بورے لاتے یہ میوہ مٹی کی پیالیوں میں تقسیم کر دیا جاتا، ان تین شبانہ روز میں قرآن خوانی اور وعظ اور تقریریں ہوتیں۔ آخری روز لنگر

Marfat.com

ہوتا آپ خود بہ نفسِ نفیس سب کو کھانا کھلاتے اور تقسیم بھی کر دیتے

تاریخ شیریں حوض

رہبرِ اہلِ طریقت پیشوائے سالکاں — خانقاہ خوش نما تعمیر شد در شیریں حوض

از رہِ ایثار کر دہ وقف بہرِ طالباں — خانقاہِ طالباں اخفائے وقفِ طالباں

(۱۳۲۹ھ)

دستگیر: نقشبندِ کن فکاں نگراں نگہباں آں مکاں

مولانا مقیم الدین کی تصنیف "فیضانِ حضوری" میں لکھا ہے۔

"حضور کو اشعار مثنوی مولانا روم اور خواجہ حافظ شیرازی اور شمس تبریز اور ضرب الامثال بھی بہت یاد تھیں اگر کوئی علم مجلس والا آجاتا تبیت نہیں سکتا تھا۔ رات بھر گذر جاتی بشرطیکہ طبیعت حاضر ہوتی مناقق اور مخالف کے آنے سے طبیعت حضور کی خراب ہو جاتی تھی۔"

انتقال سے ۱۵ روز پہلے آپ کو نمونیہ کی شکایت ہوئی۔ ڈاکٹری علاج ہو رہا تھا سردی کی وجہ سے پلنگ کے نیچے آگ رکھ دی گئی تھی کسی طرح لحاف کا ایک سرا اتفاقیہ نیچے آگ پر آگیا اور آگ لگ گئی جس کے باعث آپ بھی جل گئے تیمارداروں کو خبر نہ ہوئی چنانچہ اسی حالت میں ۱۰۰ سال کی عمر ۵ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ کو صبح ۴ بجے آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حکیم مولانا محمد عثمان صاحب مرحوم کو آپ کا جانشین قرار دیا گیا۔

آپ کی دو شادیاں ہوئی پہلی شادی دختر شیخ سالم علی خاندان

Marfat.com

بردہان دیلہ میں ہوئی ان کے بطن سے ایک صاحبزادی تھیں جن کی شادی خیرآباد میں ہوئی تھی ان سے" صاحبزادے حکیم سید انظار الحسن عرف اچھن میاں تھے۔

پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ کی دوسری شادی دختر شیخ امان اللہ سے ہوئی۔ جن کے بطن سے دو صاحبزادے حکیم مولوی محمد عثمان صاحب مرحوم اور مولانا محمد صدیق عرف بھیا صاحب مرحوم اور دو دختر ہوئیں ایک صاحبزادی شیخ ظہیر الدین بن شیخ ریاض الدین مرحوم سے منسوب تھیں۔ لاولد فوت ہوئیں۔ دوسری کا حال معلوم نہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی شاہ محمد عثمان صاحب مرحوم آپ کے جانشین، ماہر طبیب اور عالمانہ استعداد کے مالک تھے ایک اچھے واعظ و صوفی باذاق، خوش اوقات، متین، بردبار بزرگ تھے۔ برسوں پنجاب اور سرحدی علاقوں میں سرگرم اشاعت نسبت رہے۔ فارسی کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور اس خاندان میں ہمیشہ سے فارسی کا چرچا رہا ہے۔ آپ نے بمرض سرطان ۱۹۵۸ء میں انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے مزار کے قریب سپرد خاک ہوئے آپکے دو صاحبزادے اور ایک دختر ہیں۔ بڑے فرزند مولوی محمد غفور شاہ ایک اچھے واعظ، خوش الحان خوش خلق انتہائی متواضع اور سادگی پسند شخص ہیں۔ چھوٹے فرزند محمد غفران شاہ کراچی میں ہیں۔

حافظ صاحب علیہ الرحمتہ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا شاہ محمد صدیق عرف بھیا صاحب مرحوم تھے جو انتہائی خلیق، خاموش طبع، مہذب، شائستہ پاکباز خوش رو اور فاضل شخص اور خاص خلفا میں سے تھے، ۲ر اپریل ۱۹۸۱ء

Marfat.com

میں بمقام بنیا ضلع چمپارن (بہار) انتقال فرمایا۔ ان کے تین صاحبزادے تھے جن میں بڑے فرزند مولوی محمد رفیق شاہ کا جوانی میں انتقال ہوگیا منجھلے فرزند الحاج، مولوی محمد شفیق شاہ عرف چھوٹے میاں اپنے والد ماجد کے مجمع جانشین ہیں اور ان ہی جملہ اوصاف سے متصف ہیں جو ان کے والد ماجد میں تھیں ان کو اپنے دادا سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ سفینات میں سے ہیں زیادہ تر صوبہ بہار میں قیام رہتا ہے۔ چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد عتیق شاہ ہیں واعظ وعالم اور خوش اوقات جوان ہیں چند سال ندوہ میں تعلیم پائی ہے۔

حضور حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے خلفاء اور مریدین کی بڑی کثیر تعداد ہے۔ جن میں بڑے بڑے صوفی، عالم فاضل، طبیب، حافظ، مفتی واعظ گذرے ہیں۔ حسب ذیل خلفاء اور مریدین خصوصی طور سے قابل ذکر ہیں۔

۱۔ مولانا مقیم الدین صاحب دامانی، خلیفہ ۲۔ مولوی حاجی مہرداد صاحب جرحی خلیفہ ۳۔ مولانا حکیم نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الہیات کان پور (مرید خاص)
۴۔ مولانا قاضی حبیب اللہ صاحب متوطن چترال (خلیفہ)

(م۔ا۔ن)

حاجی مولوی واجد علی شاہ علیہ الرحمۃ

پیدائش غالباً ۱۲۷۴ھ وفات ۱۹۲۹ء

حضرت مولوی شاہ" واجد علی" علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے بہت مشہور بزرگ اور درویش کامل تھے اور اپنے تصوف اور رشد

Marfat.com

ہدایت کے لیے دور دور مشہور و مقبول تھے۔ غالباً ۱۲۷۴ھ یا ۱۲۷۵ھ میں سندیلے میں پیدا ہوئے اور اپنے ہی خاندان کے علماء سے تحصیل علم کی۔ آپ کے خاندان میں بڑے بڑے ولی صوفی، درویش اور شیخ وقت ہوئے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

"مولوی واجد علی ابن مولوی محمد حسن علی بن مولوی لطف علی بن مولوی عظیم الدین بن مولانا شاہ اظہر علی بن مولوی شاہ اکبر علی بن مولانا حمد اللہ منطقی معقولی"

شاہ صاحب ۱۵ سال کی عمر میں ترک وطن و ترک لباس کر کے ۱۲۹۰ھ میں فیروز آباد (آگرہ) تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر حضرت شاہ ناصر الدین چشتی صابری علیہ الرحمۃ کے سلسلہ میں داخل ہو کر سخت مجاہدے کر کے باطن کی تکمیل کی۔ شاہ صاحب کی نظر کیمیا اثر نے آپ کو کندن بنا دیا۔ آپ کا شمار شاہ صاحبؒ کے خلفاء اکمل میں ہے۔

صاحب بوستان معرفت صفحہ ۱۳۳ پر آپ کے متعلق رقم طراز ہیں۔

"شاہ واجد علی سندیلوی ابتدائے شعور سے حضرت کی خدمت میں رہے نہایت جوان صالح باذوق و شوق، صاحب تحقیق ہیں ہمیشہ حضرت نظر مہربانی ان پر رکھتے"

صفحہ ۱۳۵ پر یہ ارقام فرمایا ہے۔

"حاجی واجد علی شاہ صاحب سندیلوی آغاز بلوغ یعنی پندرہ سال کی عمر ۱۲۹۰ھ میں داخل سلسلہ ہو کر حضرت صاحب کی

Marfat.com

خدمت بابرکت میں بحیات ظاہری پانچ سال حاضر رہے اور اب تلک وہیں مقیم ہیں۔ گاہے گاہے وطن تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ رشد بکثرت جاری ہے۔ خاص کر پنجاب کی طرف انبالہ وغیرہ میں۔ فیروزآباد شریف میں مریدین اور خلیفہ بھی ہیں۔ بیس خلیفہ اس وقت موجود ہیں۔ چند خلفاء کا انتقال ہوگیا۔ اب تک علم تصوف و خلائق کی تحقیق میں رہے اور اس تصوف میں بے حد دخل ہے اکثر دقیق مسئلوں کو بہت آسانی و سلیس عبارت میں عیاں اور تحریر فرماتے ہیں۔ وجد میں آپ کے بڑا اثر ہوتا ہے کہ تمام اہل مجلس متاثر و باکیف ہو جاتے ہیں۔ تمامی سجادگان و پیرزادگان و مشائخ کو آپ سے صحبت ہے اور عظمت کرتے ہیں!!

آپ کے وجد میں ایک عجیب کیف تھا۔ درگاہِ ناصری میں آپ کا مستقل قیام رہتا ہے درگاہ شریف کا تمام انتظام کرتے تھے۔ ایک بار وہاں محفل سماع منعقد تھی کہ آپ کو کیف ہوا اور اسی حالت میں دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

آپ نے چند سال مرض فالج میں بیمار رہ کر شاہجہاں پور میں اپنے صاحبزادے "خاں صاحب" مولوی محمد زاہد علی مرحوم اسسٹنٹ انجینیر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی کے پاس سنہ ۱۹۲۹ء کو رحلت فرمائی۔ صاحبزادے صاحب نے وصیت کے مطابق آپ کو فیروزآباد لے جاکر درگاہِ ناصری میں آپ کے پیر و مرشد کے مزار کے قریب سپردِ خاک کر دیا۔ آپ کے جنازہ اور نماز جنازہ میں ایک انبوہ کثیر تھا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ایک خدارسیدہ بزرگ، متقی پرہیزگار، زاہد، تارک

Marfat.com

فقیر و درویش تھے۔ آپ کا سلسلہ ہندوستان و پاکستان میں دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔

آپ کی شادی خاندان ہی میں حبیب مولوی عزیز الدین اکرم عرف محمد افضل تجلی مرحوم سے ہوئی جن کے بطن سے مولوی مجتبیٰ علی عرف محمد زاہد علی شاہ اور چار دختر تولد ہوئیں۔

بڑی صاحبزادی قنوج میں شیخ صدیق احمد مرحوم بن شیخ صادق علی صدیقی سے منسوب تھیں ایک پسر محمد فاروق احمد اور ایک دختر پیدا ہوئیں جو شیخ محمد یونس صاحب صدیقی ڈپٹی فوڈ کنٹرولر کو منسوب ہیں۔

چودھری وجاہت علی ایڈوکیٹ

آپ چودھری نصرت علی صاحب (جن کا تذکرہ اسی کتاب میں دوسری جگہ درج کیا گیا ہے) کے پوتے اور چودھری عشرت علی صاحب کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ یکم مارچ ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے بی اے اور دو سال بعد ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کی اور اس وقت سے آج تک سوائے آٹھ نو ماہ کے وقفے کے جب رفیع احمد قدوائی صاحب مرحوم کے اصرار پر وکالت چھوڑ کر روزنامہ قومی آواز لکھنؤ کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا تھا، مقامی عدالتوں میں وکالت کر رہے ہیں اور ضلع کے کامیاب وکیلوں میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں طلبا کی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ لکھنؤ یونیورسٹی یونین کے وائس پریسیڈنٹ منتخب ہوئے۔ کل ہند تقریری مقابلوں میں

Marfat.com

لکھنؤ یونی ورسٹی کے نمائندے کی حیثیت سے علی گڑھ، الہ آباد اور دہلی یونیورسٹیوں سے انعامات حاصل کیے۔ انگریزی کے کل ہند تحریری مقابلے میں جو سرکاری طور سے منعقد کیا گیا تھا پہلا انعام حاصل کیا۔

قصبہ سندیلہ میں پہلی دفعہ جب ۱۹۳۶ء میں کانگریس کمیٹی کی تشکیل ہوئی تو اس کے کنوینر مقرر کیے گئے تھے۔ آپ کئی مرتبہ نگر کانگریس کمیٹی کے پریسیڈنٹ اور سکریٹری منتخب ہوئے۔ کئی مرتبہ صوبہ کانگریس کمیٹی اور کل ہند کانگریس کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں جب گاندھی جی نے انفرادی ستیہ گرہ شروع کی تو آپ نے بھی اپنا نام گرفتاری کے لیے پیش کیا تھا۔ لیکن آپ کے علم کے بغیر آپ کے والد نے اپنی علالت کے باعث گاندھی جی کو خط لکھ کر آپ کو ستیہ گرہ کرنے سے منع کروا دیا تھا۔ گاندھی جی نے ستیہ گرہ کرنے کے بجائے آپ کے سپرد ہندو مسلم اتحاد پر مضامین لکھنے کا کام کیا تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت سے مضامین اور کئی چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے تھے جس میں ایک پمفلٹ "غریب مسلمان کدھر جائیں" کو حکومت بنگال نے ضبط کر لیا تھا اور جن اخباروں میں اس کے اقتباسات چھپے تھے ان کی ضمانتیں ضبط کر لی تھیں۔

۱۹۴۸ء میں آپ ڈسٹرکٹ بورڈ ہردوئی کے بلا مقابلہ ممبر اور پھر ایجوکیشن چیرمین منتخب ہوئے لیکن جب آپ کی انتھک کوششوں کے باوجود بورڈ کے اسکولوں سے اردو نکالی جانے لگی تو آپ نے احتجاجاً ۱۹۵۳ء میں ممبری سے استعفا دیدیا۔

۱۹۵۳ء میں آپ بڑی اکثریت سے میونسپل بورڈ سندیلہ کے پریسیڈنٹ منتخب ہوئے۔ یہ پہلا اور آخری انتخاب تھا جب پریسیڈنٹ کو براہ راست چنا گیا تھا

Marfat.com

۱۹۵۸ء تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ ہی کے دوران صدارت قصبے میں واٹر ورکس اور بجلی کا افتتاح ہوا۔ صدر سڑک سیمنٹ کی بنی اور میونسپل قدوائی لائبریری کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس میں اس وقت دس ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں۔ ممبران بورڈ نے آپ کی کارگزاریوں پر اظہار خوشنودی کے طور پر سبزی منڈی اور غلہ منڈی کو ملانے والی سڑک کو "وجاہت مارگ" کے نام سے منسوب کیا اس سڑک کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو تالاب پاٹ کر ممبروں نے اپنے شرمدان سے خود بنایا تھا اور اس کے بنانے پر بورڈ کا کوئی پیسہ صرف نہیں کیا گیا تھا ۱۹۶۲ء میں آپ صدارت کے پھر امیدوار ہوئے تھے مقابلہ نواب اعزاز رسول صاحب مرحوم سے تھا۔ بورڈ کے سولہ ممبران میں سے آٹھ نے آپ کو اور آٹھ نے نواب صاحب کو ووٹ دیا تھا۔ لیکن قرعہ اندازی سے نواب صاحب کامیاب ہو گئے تھے۔

اپنے پیشہ کی مصروفیات کی بنا پر کانگریس ٹکٹ دیے جانے کے باوجود آپ نے اسمبلی کے لیے امیدوار ہونا منظور نہیں کیا۔

ادب سے آپ کو خاص لگاؤ ہے۔ مطالعہ وسیع ہے اور آپ کے مضامین اکثر اردو رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ ایک کامیاب ادیب ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت اچھے مقرر بھی ہیں۔ آپ کی مزاحیہ خاکوں کی تین کتابیں بے ساختہ بے ضابطہ۔ دودھ کے دھلے۔ اور بات کا بتنگڑ۔ سنجیدہ افسانوں کے تین مجموعے۔ طشت ازبام۔ دھوپ کی عینک اور گونگی حویلی اور تنقید پر دو کتابیں باقیات غالب اور نشاط غالب شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکی ہیں۔ آپ کے بہت سے ڈرامے اور فیچر آل انڈیا ریڈیو سے بھی نشر ہوئے۔

Marfat.com

ہیں۔ آپ کو زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل ہے۔ آپ کا اصل میدان طنز و مزاح ہے۔ افسوس کہ وکالت کی مشغولیت کے باعث آپ کو کبھی یکسوئی سے لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ خود کہا ہے کہ ایک ادیب کے سینے پر وکیل سوار ہے۔

آپ اپنی مروت، اخلاق اور دلچسپ باتوں کی وجہ سے خواص اور عوام میں یکساں مقبول ہیں۔ طبیعت میں جدت پسندی اور مزاح کا عنصر غالب ہے ہر ایک سے جھک کر اور خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور اپنے ضرورت مند اعزا کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

آپ کے پانچ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو سب تعلیم یافتہ اور بہت سعادتمند ہیں۔ نہال عظمت ایڈووکیٹ ہردوئی میں وکالت کرتے ہیں۔ جمال نصرت لکھنؤ میں انجینئر ہیں۔ نجمہ بی۔ اے شیخ یونس علی رحیم آبادی کو صبیحہ ایم۔ اے خواجہ انوارالدین مالک نامی پریس لکھنؤ کو۔ اور نگار ایم۔ اے شکیل انور بھوپالی کو منسوب ہے۔ صبیحہ انوار کرامت حسین گرلز ڈگری کالج لکھنؤ میں لکچرر ہیں انکے افسانوں کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔

چودھری امیر حسن بسمل

امیر حسن نام بسمل تخلص ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام چودھری علی حسن تھا۔ تعلیم کا سلسلہ اردو مڈل سے آگے جاری نہ رہ سکا کچھ عرصہ کورٹ آف وارڈس میں ملازمت کر کے استعفیٰ دیدیا پہلی شادی ملک کرم حسین صاحب ساکن دیوہا کی پوتی سے ہوئی ان کے انتقال کے بعد ۱۹۳۰ء میں دوسری شادی کلو چودھری ساکن اشراف محلہ سندیلہ کی پوتی کے ساتھ ہوئی۔ عنفوان شباب ہی سے شاعری کا شوق

Marfat.com

پیدا ہو گیا میر منصب علی منہ کی شاگردی اختیار کی منہ صاحب کے انتقال کے بعد آرزو لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔ سید النقات، رسول ہاشمی - رسال بہت اعلیٰ پیمانہ کا طرحی مشاعرہ اپنے دادا سید فضل رسول واسطی کے عرس کے موقع پر کرایا کرتے تھے جس میں اس زمانہ کے تمام نامور استاد شعراء شریک ہوتے تھے ان مشاعروں کا گلدستہ بہار عرس' کے نام سے چھپتا بھی تھا سنہ ۱۹۱۲ء سے بسمل صاحب نے بھی ان مشاعروں میں اپنا کلام سنانا شروع کر دیا تھا۔

بسمل صاحب آرزو لکھنوی کے ن ریلوی شاگردوں میں آخری یادگار ہیں، انھیں اردو شاعری کے گیسوؤں کو سنوارتے ۶۵ سال ہو گئے' کبرسنی اور علالت کے باوجود بھی کہتے رہتے ہیں۔ سادگی، صفائی اور روانی ان کی نمایاں خصوصیت ہے انھوں نے خود اپنے کلام کے بارے میں کہا ہے۔ ے

جاہل بھی سمجھ لیتا ہے ہر شعر کو میرے
غالب کی زباں اور ہے بسمل کی زباں اور

ان کا ایک مختصر مجموعہ کلام 'فکر و نظر' کے نام سے تنویر پریس لکھنؤ سے چھپ چکا ہے جو صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اور غیر مطبوعہ کافی کلام ہے جو ان کے پاس محفوظ ہے۔

بسمل صاحب کے صرف ایک صاحبزادہ چودھری محمد نصیر ہیں جو قومی آواز لکھنؤ میں رپورٹر ہیں۔ بسمل صاحب ان تمام خوبیوں سے متصف ہیں جو پرانے لوگوں میں ہوا کرتی تھیں سیدھی سادی زندگی، منکسر المزاجی اور خندہ روئی ان کی زندگی کے اہم اصول ہیں۔ بسمل صاحب نے سندیلہ میں چمنستان شاعری کی وہ بہار

Marfat.com

دیکھی ہیں جن میں سائل دہلوی، عزیز لکھنوی، آرزو لکھنوی، ثاقب لکھنوی، بیخود موہانی، دل شاہجہاں پوری، محشر لکھنوی، نوح ناروی، احسن مارہروی، ظریف لکھنوی، ناطق لکھنوی، یاس عظیم آبادی، سیماب اکبر آبادی، فانی بدایونی، جگر مرادآبادی جیسے بلبلان ہند نے نغمہ سنجیاں کی ہیں بسمل صاحب ان بہاروں کے دور سے دیکھنے والے نہیں بلکہ خود نغمہ سنجیوں میں شریک رہے ہیں۔ اس باغ خزاں دیدہ کے اس آخری پھول کو چمن آرائے عالم، گلچیں اجل سے تادیر محفوظ رکھے نمونہ کلام کے طور پر بسمل صاحب کے چند متفرق اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

مشکل کو نہ جو آسان کرے آسان کو جو مشکل کردے
قربان ہیں ایسے قاتل کے جو دردکے قابل دل کردے

وہ تو کہئے خیر گذری اک جھلک ہی تھی کلیم
آپ کا کیا حال ہوتا روئے جاناں دیکھ کر

قریب اتنی ہی بجلی سمجھ لے او بلبل
بنا ہے جتنی بلندی پہ آشیانے کی

غم دل کا چھپاتا ہوں آنسو پئے جاتا ہوں
دامانِ محبت کو دھبوں سے بچانا ہے

(ش۔ا۔ص)

Marfat.com

بابو جگناتھ پرشاد نگم

بابو جگن ناتھ پرشاد صاحب نگم کے اجداد قصبہ موہان ضلع اناؤ کے متوطن تھے آپ کے دادا منشی کشن سہائے صاحب نگم ۱۸۸۵ء میں بعہدہ واصل باقی نویس تحصیل موہان سے تحصیل سندیلہ تبدیل ہو کر تشریف لے آئے اور یہیں ایک مکان تعمیر کرا کے اقامت اختیار فرمالی۔ ان کے صاحب زادے منشی انبکا پرشاد نگم نے یہاں کچھ آراضی خرید کر کے اور بتدریج اس کو ترقی و فروغ دے کر تقریباً دو ہزار روپے سالانہ کے مالگذار سرکار ہو گئے ان کے اکلوتے صاحبزادے بابو جگن ناتھ پرشاد صاحب نگم تھے انھوں نے کیننگ کالج لکھنؤ سے انٹرمیڈیٹ پاس کیا اور ۱۹۱۶ء میں سب انسپکٹری کے لیے منتخب ہو کر پولیس ٹریننگ کالج مرادآباد بھیج دیے گئے اور ایک سال کی ٹریننگ کے بعد لکھنؤ چوک کی کوتوالی میں سب انسپکٹر متعین ہوئے اور تقریباً ۱۵، ۱۶ سال تک لکھنؤ کے مختلف تھانوں میں سب انسپکٹر رہے۔ پھر قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد اسسٹنٹ کورٹ انسپکٹر مقرر ہوئے آپ ہی کے زمانے میں کاکوری کانسپریسی کیس ہوا جس میں مشہور قانون داں پنڈت جگت نرائن ملا صاحب کی مدد کی غرض سے حکومت برطانیہ نے آپ کو تعینات کیا اور اس مقدمے کی پیروی کے صلے میں آپ کورٹ انسپکٹر بنا دیے گئے۔ اور ۱۹۴۷ء میں کورٹ انسپکٹر رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پولیس ٹریننگ کالج مرادآباد کے قانون کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔ ۱۹۵۰ء میں ریٹائر ہو کر وطن تشریف لے آئے۔

آپ ایک بہترین قانون داں، بااخلاق، باوقار، مہذب، بذلہ سنج اور مردم

Marfat.com

شناس طویل قامت، لحیم شحیم اور محنت سے نہ گھبرانے والے بزرگ تھے۔ بالکشور صاحب نگم آپ کے فرزند ارجمند ہیں جو فن موسیقی سے ایک ازلی مناسبت اور دلی رغبت رکھتے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں آپ نے اپنے والد ماجد کے ساتھ لکھنؤ میں رہ کر علم موسیقی میں بیچلر آف میوزک کی ڈگری پریاگ سنگیت سمیتی الہ آباد سے حاصل کی۔ آپ کو اس فن پر حیرت انگیز قدرت حاصل ہے نیز سرساز کے بجانے میں مہارت تامہ اور دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ اس فن کے آپ ممتحن بھی ہیں اور سیکڑوں شاگرد ہیں۔ آپ انتہائی خلیق، متواضع، یار باش، شیریں کلام، سخن فہم شخص ہیں۔ اردو زبان آپ کی مادری زبان ہے۔ آپ نہایت شستہ زبان بولتے ہیں۔ اور ادب سے بھی لگاؤ رکھتے ہیں۔ آپ کے دو پسر اور تین دختر ہیں۔ بڑے برج کشور نگم تحصیل سندیلہ میں ملازم ہیں دوسرے آنند کشور نگم بی۔ کام ریلوے دفتر گورکھپور میں سکشن افسر ہیں ان کی اہلیہ ایم۔ اے ہیں اور ڈی۔ اے۔ وی ڈگری کالج میں لکچرر ہیں دو لڑکیاں ڈبل۔ ایم۔ اے ہیں اور متمول خاندانوں میں ان کی شادی ہو چکی ہے۔ تیسری دختر بھی ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ ہیں۔ (م۔ ا۔ ن)

ڈاکٹر عبد الستار صدیقی

ڈاکٹر عبد الستار صاحب موصوف سندیلہ کی مایہ ناز ہستیوں میں سے تھے آپ کے پردادا شیخ مومن علی صاحب شیخ زادگان لکھنؤ کے خاندان سے تھے۔ ان کے بزرگ نواب شیخ عبد الرحیم خاں صوبہ دار اودھ تھے شیخ مومن علی لکھنؤ سے کاکوری اور پھر سندیلہ آئے۔ ان کی شادی سندیلہ کے مولوی شفاعت علی صاحب کی دختر سے ہو گئی

Marfat.com

اس لیے انھوں نے سکونت سندیلہ کی اختیار کر لی۔ شیخ صاحب کے دو بیٹے ہوئے منشی صادق حسین اور مولوی ضامن حسین دونوں فارسی کے بڑے اچھے انشا پرداز تھے۔ دونوں ریاست حیدرآباد میں ناظم فوجداری ہوئے۔ منشی صادق حسین کے چار بیٹے تھے۔ عبدالغفار، عبدالغفور، عبدالشکور اور عبدالودود۔ مولوی ضامن علی کے ایک صاحبزادے عبدالرحمن تھے (جنھوں نے عین عالم جوانی میں حیدرآباد میں انتقال کیا) اور ایک بیٹی عائشہ جو عبدالغفار صاحب کو بیاہی گئیں۔

آپ کے والد منشی عبدالغفار صاحب۔ ریاست حیدرآباد میں ملازم رہے۔ آخر میں وہ بھی اپنے والد کی طرح ناظر اول (فوجداری) ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف سندیلہ میں ۱۶ ر اکتوبر ۱۸۸۵ء مطابق ماہ ربیع اول ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ فوقانیہ گلبرگہ میں مڈل کا امتحان پاس کیا ۱۸۹۵ء پھر وہیں سٹی ہائی اسکول میں ۱۸۹۸ء تک زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۰۷ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ سے بی۔ اے کرنے کے بعد کامٹی (جو ملک متوسط نزد ناگپور) میں اسکول ٹیچر رہے۔ پھر واپس علی گڑھ جا کر ۱۹۱۲ء میں عربی میں ایم۔ اے کیا۔ اس زمانے میں ایم۔ اے۔ او کالج چونکہ الہ آباد یونیورسٹی سے ملحق تھا اس لیے بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے کی ڈگریاں الہ آباد سے ملیں۔ ۱۹۰۷ء میں علی گڑھ سے ڈیوٹی سوسائٹی کے لیے چندہ جمع کرنے تین لڑکے بھیجے گئے تھے۔ تصدق احمد خاں شروانی، عبدالرحمان صدیقی (سندیلی) اور عبدالستار صدیقی۔ برما میں ان لوگوں نے رنگون، مولمین اور مانڈلے میں خاصا چندہ اکٹھا کیا۔ تصدق احمد خاں تو جلد واپس آ گئے تھے باقی دونوں نے کام پورا کیا۔ ۱۹۱۱ء میں حقیقی چچا عبدالودود صاحب کی بیٹی سے شادی ہوئی ۱۹۱۲ء میں حکومت برطانیہ

Marfat.com

کے وظیفہ پر عربی کی مزید تعلیم کے لیے انگلستان ہوتے ہوئے جرمنی گئے۔ اس عرصہ میں جنگ عظیم چھڑ گئی۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب برطانوی رعایا تھے اس لیے نظر بند کیے گئے اور ۱۹۱۹ء تک جرمنی میں رہنا پڑا۔ یہاں پر گاٹنجن اور اسٹراسبرگ کی یونیورسٹیوں میں پروفیسران نولدیکی، تھمب، شمان اور ابٹ ریاس کے شاگرد رہے۔ ۱۹۱۶ء میں لاطینی زبان کا بھی ایک امتحان پاس کیا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں گاٹنجن یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں ہندستان واپس آئے۔ آٹھ مہینے ایم۔ اے او کالج علی گڑھ کے شعبہ عربی میں ریسرچ پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۳ء تک عثمانیہ یونیورسٹی کالج کے پرنسپل رہے۔ اس وقت عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو ذریعہ تعلیم اختیار کیا جا رہا تھا۔ اس سلسلے میں موصوف نے اس منصوبہ کو بروئے کار لانے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ پھر ڈھاکہ یونیورسٹی چلے گئے اور وہاں ۱۹۲۳ء سے چار سال تک شعبہ عربی اور علوم اسلامیہ کے صدر رہے۔ ۱۹۲۸ء میں الہ آباد یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبہ عربی و فارسی مقرر ہو گئے اور اسی یونیورسٹی سے اپریل ۱۹۴۶ء میں سبکدوش ہوئے۔ پھر یونیورسٹی نے اعزازی طور پر پروفیسر ایمریٹس بنا دیا تھا۔ الہ آباد کے دوران ہی میں وہاں یو۔ پی ہندستانی اکیڈمی کے سرگرم ممبر رہے۔ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس سے بھی وابستہ رہے۔ تین مرتبہ اس کے سالانہ جلسے کی صدارت کی۔ ہندستانی لسانی سوسائٹی کے بنیادی ممبروں میں سے تھے۔ ۱۹۶۱ء میں "صدر کا یوم آزادی اعزاز" ملا۔

ڈاکٹر موصوف نے الہ آباد ہی میں دریائے گنگا کے کنارے میور روڈ پر ایک عالی شان مکان تعمیر کروایا تھا، وہیں اقامت پذیر تھے۔ آخر عمر میں نسیان بہت

Marfat.com

ہو گیا تھا، تقریباً اعزا کو پہچان نہیں پاتے تھے مگر کتب بینی کا مشغلہ آخر دم تک قائم رہا۔ ۲۸ جولائی ۱۹۷۲ء کی شب میں ساڑھے نو بجے بعارضہ بخار انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے علم و فضل کے علاوہ بہت شریفانہ خصائل کے بزرگ تھے، راقم الحروف پر بھی بڑی شفقت فرماتے تھے، جب کبھی الہ آباد جانا ہوتا موصوف ہی کے ہاں قیام ہوتا۔ ان کی پر از معلومات اور شفقت آمیز گفتگو اب بھی اکثر یاد آتی رہتی ہے۔

مرحوم نے دو بیٹے یادگار چھوڑے۔ محمد سلمان صدیقی جو الہ آباد میں رہتے ہیں ایگری کلچرل انسٹی ٹیوٹ میں اچھے عہدے پر فائز ہیں۔ دوسرے محمد زبیر صدیقی جو لاہور چلے گئے تھے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کی معنوی یادگاریں تصنیفات، مضامین، خطبات، تقاریظ و تبصرہ جات وغیرہ۔ کوئی ستر پچھتر سے کم نہیں۔ جو انگریزی اور اردو رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ محمد مسلم صدیقی صاحب جو خود بھی بڑے با اخلاق ہونے کے علاوہ علم دوست بھی ہیں۔ اب ان کو یکجا کر کے کتابوں کی صورت میں شائع کرانے کا انتظام کر رہے ہیں (ہاشمی)

ڈاکٹر سلام سندیلوی

ڈاکٹر سلام سندیلوی کا اصل نام عبدالسلام اور تخلص سلام ہے۔

۔۔۔ وہ ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء کو موضع کورنہ، تحصیل سندیلہ، ضلع ہردوئی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ مگر ان کی رہائش زیادہ تر سندیلہ ہی میں رہی۔ ان کی ابتدائی تعلیم

Marfat.com

بھی سندیلہ ہی میں ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے سنہ ۱۹۳۰ء میں خانقاہ اسکول سندیلہ سے درجہ چہارم پاس کیا۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں ٹاؤن اسکول سندیلہ سے اردو مڈل کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اس کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ٹرنرانیگلو ورناکیولر اسکول سندیلہ (موجودہ التفات انٹر کالج) میں نام لکھایا۔ یہاں سے سنہ ۱۹۳۵ء میں انگریزی کا درجہ ہشتم پاس کیا۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے سنہ ۱۹۳۵ء میں وہ لکھنؤ آئے۔ اور امیر الدولہ اسلامیہ انٹر کالج لکھنؤ سے سنہ ۱۹۳۷ء میں ہائی اسکول کا سرٹیفیکٹ حاصل کیا۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں کرسچین کالج لکھنؤ سے انٹرمیڈیٹ پاس کر لیا۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں گورنمنٹ ٹریننگ کالج لکھنؤ سے ان کو سی۔ ٹی۔ کی سند مل گئی۔ اس کے بعد وہ مستقل طور سے شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہو گئے۔

جولائی سنہ ۱۹۴۲ء میں ان کو فیض عام اسکول کانپور میں ملازمت مل گئی۔ مگر کانپور میں ان کا جی نہ لگا۔ اس لیے سنہ ۱۹۴۳ء میں انڈسٹریل اسکول لکھنؤ میں ملازمت اختیار کی۔ مگر تین ماہ کے بعد اس اسکول سے استعفا دے دیا اور سوہن لال موریہ اسکول لکھنؤ میں ملازمت کر لی۔ اسی ملازمت کے دوران سنہ ۱۹۴۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد وہ سنی ہائر سکنڈری اسکول لکھنؤ میں بہ حیثیت وائس پرنسپل کام کرنے لگے مگر وہ شعبۂ تعلیم سے غیر مطمئن تھے کیونکہ اس میں تنخواہ بہت کم تھی۔ اسی لیے انھوں نے سنہ ۱۹۴۸ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی۔ کا امتحان پاس کیا اور سنہ ۱۹۴۹ء میں اسی یونیورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے کی سند حاصل کی۔

ڈاکٹر سلام سندیلوی کا خیال وکالت کرنے کا تھا۔ مگر اسی دوران میں

Marfat.com

آنریری کورٹ توڑ دیے گئے۔ تقریباً اسی زمانے میں پنچایت راج ایکٹ پاس ہو گیا اور پھر خاتمۂ زمینداری کا قانون پاس کر دیا گیا۔ اسی لیے وکالت میں کامیابی کی امید بہت کم نظر آئی۔ ان حالات میں انھوں نے شعبۂ تعلیم ہی میں رہنا مناسب سمجھا۔ لیکن اردو کا ایم۔ اے زیادہ مفید ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ اس لیے وہ تاریخ میں ایم۔ اے کی تیاری کرنے لگے۔ اسی دوران میں انھوں نے سنہ ۱۹۴۹ء میں ساہتیہ سمیلن پریاگ سے ہندی کا وشارد امتحان پاس کر لیا۔ پھر سنہ ۱۹۵۲ء میں آگرہ یونیورسٹی سے تاریخ میں ایم۔ اے کر لیا۔ انھوں نے سنہ ۱۹۵۳ء میں اتر راشٹریہ ہندی ودیا پیٹھ سے ساہتیہ سدھاکر کا امتحان پاس کیا جو ہندی کے ایم۔ اے کے مساوی ہے۔ مختلف امتحانات پاس کرنے کے باوجود سلام صاحب کی توجہ اردو کی طرف زیادہ تھی۔ اس لیے انھوں نے سنہ ۱۹۵۰ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے "اردو رباعیات" کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر لکھنؤ یونیورسٹی سے سنہ ۱۹۵۹ء میں فارسی میں ایم۔ اے کیا۔ اگست سنہ ۱۹۵۹ء میں ان کو شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی میں لکچرر کی جگہ مل گئی۔ اسی ملازمت کے دوران انھوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے "اردو شاعری میں منظر نگاری" پر ڈی۔ لٹ کی ڈگری حاصل کی۔

سلام صاحب کی ادبی زندگی کا آغاز شعر و شاعری سے ہوا۔ جب وہ حصول تعلیم کے لیے لکھنؤ آئے۔ اس وقت انھوں نے مشاعروں میں جگر مراد آبادی کو دیکھا۔ وہ جگر کی شاعری اور خصوصاً ان کے ترنم سے بہت متاثر ہوئے۔ بچپن میں ان کا بھی ترنم بہت اچھا تھا۔ اس لیے وہ جگر کی خاص دھن میں غزلیں

Marfat.com

پڑھ لیتے تھے۔ انھوں نے شاعری کی ابتدا سنہ ۱۹۴۰ء میں کی۔ سنہ ۱۹۴۲ء تک تو مشق کا زمانہ رہا۔ سنہ ۱۹۴۳ء میں وہ مولانا انقر موہانی وارثی کے شاگرد ہو گئے اور باقاعدہ شاعری کرنے لگے۔ اس کے بعد ان کا کلام مختلف رسالوں میں شایع ہونے لگا۔ انھوں نے تنقید نگاری کا آغاز سنہ ۱۹۵۰ء میں کیا۔ اس کے بعد سے اب تک تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے اس وقت تک ان کی بیس کتابیں شایع ہو چکی ہیں جن میں سے نصف تنقیدی موضوعات پر ہیں، بقیہ ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔ "اردو رباعیات" اور "اردو میں منظر نگاری" ان کے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کے مقالے ہیں۔

ڈاکٹر سلام سندیلوی کی حیات بہت غم زدہ ہے جس کا عکس ان کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں بہت سے مصائب برداشت کیے ہیں دسمبر سنہ ۱۹۴۲ء میں ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ستمبر سنہ ۱۹۴۷ء میں ان کی والدہ ماجدہ رحلت کر گئیں۔ فروری سنہ ۱۹۴۸ء میں ان کی ایک بچی نزہت شہوار داغ مفارقت دے گئی۔ اپریل سنہ ۱۹۴۸ء میں ان کی رفیقۂ حیات نے ہمیشہ کے لیے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس طرح ان کی زندگی ویران ہو گئی۔ ان حالات و سانحات کا ذکر انھوں نے اپنی مشہور نظم "پاگل کوے" میں نہایت دلکش انداز میں کیا ہے۔ انھوں نے سنہ ۱۹۵۶ء میں دوسری شادی کر لی جن کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا مگر وہ تین دن بعد ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد ان کی دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ یہ غم بھی ان کے لیے سوہان روح ہے۔

سلام صاحب اردو کے ایک خوش گو شاعر ہیں۔ شاعری میں ان کا خاص رجحان منظر نگاری کی طرح ہے۔ وہ ایک بہت اچھے نقاد بھی ہیں۔ ان

Marfat.com

کی تنقید میں نفسیاتی میلانات زیادہ ملتے ہیں۔ اس وقت وہ شعبہ اردو گورکھپور یونی ورسٹی میں لکچرر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ (ہاشمی)

سید شاہ شمس الحق

شاہ شمس الحق سید نبی احمد کے بیٹے ہیں محرم ۱۳۱۶ھ میں ولادت ہوئی۔ آپ مشہور بزرگ شاہ وصی علی صاحب کے نواسے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ فرنگی محل میں تعلیم حاصل کی مولوی سلامت اللہ سے ریاضی پڑھی مولوی ہدایت اللہ اور مولوی محمد قائم نے فارسی پڑھائی۔ آپ کا سلسلہ نسب دادا ہال سے مخدوم سید علاء الدین صاحب واسطی سے ملتا ہے انھیں کے آستانہ کی خدمت نے آپ کو عزت و وقار بخشا۔

حضرت شاہ نیاز احمد صاحب نیاز بریلوی کے نبیرہ اور سجادہ نشین حضرت شاہ محی الدین احمد صاحب سے بیعت ہیں کئی سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہے وہاں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیں۔ پانی بھرتے تھے۔ باورچی خانہ کا کام کرتے تھے یہاں تک کہ کتوں تک کو نہلایا ہے نفس کشی کی اس تعلیم کے بعد پیر نے خرقہ خلافت عطا کر کے یہ فرمایا کہ سندیلہ میں جفائیں سہنا ہونگی گالیاں سننا پڑیں گی۔ تقریباً ۴ سال سے پیر و مرشد کے اس حکم پر عامل ہیں مخدوم سید علاء الدین صاحب کے آستانہ کی خدمت اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ آستانہ سے ملحق تاریخی مسجد جو فیروز شاہ تغلق کی تعمیر کردہ اور قصبہ کی سب سے قدیم عمارت ہے اُس کی دیکھ بھال مرمت اور حفاظت کا خاص

Marfat.com

طور پر خیال رکھتے ہیں۔

شاہ صاحب بڑے خوش اخلاق، منکسر المزاج با ادب ذہین اور خوش تقریر ہیں۔ علم مجلس سے بہرہ وافی رکھتے ہیں لباس امیرانہ ہوتا ہے لیکن مزاج فقیرانہ ہے۔ طبیعت کی انکساری کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک بار چودھری سرفراز حسین صاحب ساکن محلہ منڈئی کے یہاں باہر سے آئے ہوئے ایک مہمان مخدوم صاحب کی درگاہ میں فاتحہ پڑھنے آئے وہاں انھوں نے شاہ صاحب کو دیکھا شاہ صاحب اس وقت کچھ اس ہیئت میں تھے کہ یہ ان کو مجاور سمجھے اور کہا کہ آپ میرا جوتا دیکھتے رہیں میں فاتحہ پڑھ لوں۔ آپ نے بہت اچھا کہہ دیا جب وہ فاتحہ پڑھ کر جوتے کے پاس آئے تو شاہ صاحب کو چار آنے نگرانی کی اجرت دینا چاہی آپ نے فرمایا کہ میں بلا اجرت یہ خدمت انجام دیتا ہوں۔

شاہ صاحب کی شادی ان کی خالہ زاد بہن کے ساتھ ہوئی تھی جن کا انتقال ہوئے تقریباً ۳۵ سال ہو گئے۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی اپنی بھانجی کو بیٹی بنایا انھیں کے صاحبزادے کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہے۔ سیتا پور اور بہرائچ کے ضلع میں شاہ صاحب کے مریدین کی خاصی تعداد ہے۔ شاہ صاحب کے ایک با اختصاص مرید مولوی عنایت اللہ جج غالباً ضلع جبلپور کے رہنے والے تھے انھوں نے ریٹائر ہونے کے بعد سندیلہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور پیر کی خدمت کو عین سعادت سمجھتے تھے اور اپنی بقیہ زندگی پیر کی خوشنودی اور ان کی رضا جوئی میں صرف کر دی۔

Marfat.com

شاہ صاحب کی ذات اس قصبہ میں بہت غنیمت ہے وہ تنہا اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں۔ (ش۔ا۔ ص)

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی

یکم ستمبر ۱۹۱۶ء کو اشراف ٹولہ سندیلہ میں پیدا ہوئے والد کا نام عنایت علی تھا۔ ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول محلہ خانقاہ سندیلہ میں مولوی محمد یوسف اور ماسٹر عبدالحمید مرحوم سے حاصل کی۔ ازاں بعد مڈل کا امتحان کا کوری سے پاس کیا۔ مڈل کرنے کے بعد وی ٹی سی کی ٹریننگ کرلی جس میں پورے صوبہ میں اول آئے ٹریننگ کے فوراً بعد ڈسٹرکٹ بورڈ لکھنؤ میں بہ حیثیت معلم ملازم ہو گئے۔ اسی سال ۱۹۳۸ء میں یو۔ پی گورنمنٹ نے بالغان کی لازمی تعلیم کے سلسلہ میں سنٹرل جیل لکھنؤ میں ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے بلا لیا افادۂ علم کے ساتھ استفادۂ علم کا بھی شوق بڑھتا گیا اردو اور فارسی ہندی وغیرہ کے مختلف امتحانات اعزاز و امتیاز کے ساتھ پاس کیے ۱۹۵۱ء میں آگرہ یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے پاس کیا اور پوری یونیورسٹی میں اول آئے ۱۹۶۰ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی یہ تحقیقی کام پروفیسر احتشام حسین صاحب کی نگرانی میں بڑے حسن و خوبی سے انجام دیا۔ مقالہ کا موضوع "حالی بہ حیثیت شاعر" ہے ۱۹۴۵ء میں گورنمنٹ سروس سے مستعفی ہو گئے۔ ممتاز ہائر سکنڈری اسکول قائم کیا۔ ستمبر ۱۹۶۱ء تک وہاں وائس پرنسپل کے فرائض انجام دیتے رہے ممتاز ہائر سکنڈری اسکول سے آپ گاندھی

فیض عام ڈگری کالج شاہجہاں پور لکچرر ہو کر چلے گئے وہاں گئے ہوئے دو مہینے گزرے ہوں گے کہ خاک لکھنؤ نے پھر کھینچ بلایا ۱۶ ار نومبر ۱۹۶۱ء کو لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں لکچرر ہو گئے جب سے اب تک اس فرض کو بڑی دلچسپی اور تندہی سے انجام دے رہے ہیں آپ کا شمار یونیورسٹی کے لائق استادوں میں ہوتا ہے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے آپ نے چودہ ادبی و تحقیقی کتابیں تصنیف کیں تقریباً ایک درجن نصابی کتابیں ابتدائی درجات سے لے کر اعلیٰ درجات کے طلبہ کے لیے لکھیں نصف درجن کتابوں کے ترجمے کیے آپ کی ادبی اور تحقیقی تصانیف میں حالی بہ حیثیت شاعر،' تعارف تاریخ اردو، مثنویات حالی، امیر خسرو اور ان کا ہندی کلام تعارف مرثیہ، ادبی تاثرات، مطالعہ حالی، مطالعہ شبلی، وغیرہ خصوصیت سے قابل قدر ہیں، راکھی، کے عنوان سے اردو میں ایک ڈرامہ بھی لکھا۔ ڈاکٹر سندیلوی اپنی مادری زبان اردو کے سچے شیدائی ہیں اس زبان کے فروغ و بقا کے سلسلہ میں انھوں نے دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر طرح کی خدمت انجام دی ہے اور اب بھی ہمہ وقت اسی دھن میں منہمک نظر آتے ہیں انھوں نے صرف شاہد اردو کے گیسوؤں کو ہی نہیں سنوارا بلکہ ہندی کے سندر مکھڑے پر بھی غازہ افشانی کی ہے۔ غزل کا پریچے، گیتوں کی ڈالی، سمراٹ اور سینانی، اور، سوتنترتا سنگرام کے سینانی، آپ کی ہندی تصانیف ہیں۔ ڈاکٹر شجاعت کی تعلیمی ادبی اور سماجی سرگرمیوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں مختلف النوع کاموں کی انجام دہی کے لیے وقت کیسے نکال لیتے ہیں شاید انھیں مصروفیات کو

Marfat.com

سبب ہے کہ صبح سے شام تک کسی وقت بھی ان کے گھر پر جائیے معلوم ہوگا موجود نہیں ہیں۔ سپیدہ سحری کے نمودار ہوتے ہی گھر سے نکل کھڑے ہوتے ہیں خواجہ حافظ کا یہ شعر ان کے حسب حال ہے ؎

علی الصباح چو مردم بہ کار و بار روند
بلاکشانِ محبت بہ کوے یار روند

بلاکشانِ محبت کا تو ایک ہی محبوب ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر شجاعت نے بیک وقت نہ معلوم کتنے محبوبوں سے دوستی کر رکھی ہے۔ اتر پردیش اور بہار کی متعدد یونیورسٹیوں کی نصابی اور امتحان کمیٹی کے ممبر ہیں انجمن اساتذۂ اردو جامعات ہند جامعہ اردو علی گڑھ، اتر پردیش اردو اکیڈمی اور انجمن ترقی اردو ہند کے مختلف عہدوں پر فائز ہیں حلقۂ تہذیب لائبریری، انجمن اصلاح المسلمین، ممتاز ڈگری کالج، انجمن ترقی ادب، اردو سماج، بزم ادب نوازاں انجمن ادب اطفال اور انجمن فردوس ادب کی مختلف النوع ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر لیے ہوئے ہیں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ماہنامہ فروغ اردو لکھنؤ، الاصلاح لکھنؤ ترجمان انجمن اصلاح المسلمین کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے ہیں۔ مستقل تصانیف کے علاوہ ملک و بیرون ملک کے موقر اردو رسائل و جرائد میں آپ کے ادبی تحقیقی اور تنقیدی مضامین بھی کافی تعداد میں شائع ہوئے ہیں بچوں کے لیے مضامین اور نظمیں بھی لکھی ہیں ڈاکٹر صاحب کی یہ نمایاں خوبی ہے کہ انھوں نے بچوں سے لے کر بڈھوں تک ہر عمر والے کے لیے بہت کچھ لکھا ہے یہ خوبی ہر ادیب کو میسر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نیک نفس، مجسمۂ اخلاق، پیکر اخلاص اور سراپا مروت ہیں سندیلہ تو اب کبھی کبھی آتے ہیں لیکن ان کی اپنے وطن سے بے پناہ محبت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ سندیلوی لکھنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور سندیلوی ان کے نام کا جز بن گیا ہے یونیورسٹی میں وہ ڈاکٹر سندیلوی کے نام سے مشہور ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی پہلی شادی ۱۹۳۹ء میں حاجی محمد عبداللہ ساکن رائے بریلی کی صاحبزادی سے ہوئی جن کا دو ہی سال بعد انتقال ہو گیا کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری شادی مرزا عبدالعزیز بیگ کی صاحبزادی سے ہوئی یہ بیوی چار سال زندہ رہیں۔ ان کے بطن سے دو لڑکے تولد ہوئے بڑے لڑکے کا نام سعادت علی صدیقی، اور چھوٹے کا نام ڈاکٹر ظفر اقبال ہے۔ دونوں صاحبزادے بڑے سعادت مند اور صاحب اقبال ہیں۔ سعادت علی مہاتما گاندھی ڈگری کالج سنبھل (مراد آباد) میں اردو کے لکچرر ہیں اور ڈاکٹر ظفر اقبال نے ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد انڈیانا یونیورسٹی امریکہ کے فزیالوجی ڈپارٹمنٹ میں مزید تحقیق کر رہے ہیں۔

دوسری بیوی کے انتقال کے بعد ڈاکٹر شجاعت صاحب نے تیسری شادی سید سرفراز حسین ساکن لکھنؤ کی صاحبزادی سے کی۔ ان بیوی کے بطن سے دو لڑکے مظہر اسلام، ثروت پرویز اور دو لڑکیاں پروین شجاعت اور شہلا تولد ہوئیں مظہر اسلام نے ایم۔ اے کیا ہے ثروت پرویز ایم۔ ایس۔ سی کر چکے ہیں لڑکیاں بھی دونوں زیر تعلیم ہیں۔

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب موصوف کے برادر خورد شفاعت علی صدیقی بھی بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ میں اردو پروگرام کے انچارج ہیں۔ اپنے بڑے بھائی کی طرح یہ بھی اردو کی خدمت میں مصروف ہیں بس فرق یہ ہے کہ وہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ یہ کام انجام دے رہے ہیں اور یہ نشر و اشاعت کے ذریعہ۔ (رش۔۱ص)

چودھری صفی جان

چودھری صفی جان چودھری محمد عظیم تعلقدار کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں ولادت ہوئی ابتدائی تعلیم کے بعد علم طب کو حکیم مولوی عبدالجلیل اور حکیم محمد عثمان سے پڑھا۔ طب کو فطری ذوق کی وجہ سے سیکھا تھا کوئی باقاعدہ مطب وغیرہ نہیں کیا۔ زندگی رئیسانہ ٹھاٹ سے گزاری خوش اخلاق، منکسر المزاج باوضع پر مذاق اور مرنجاں مرنج تھے بڑے شاہ خرچ واقع تھے جس کی وجہ سے دولت جمع کرنے یا محفوظ رکھنے کی فکر کبھی نہ ہوئی ۵ فروری سنہ ۴۵ء کو حرکت قلب بند ہونے سے لکھنؤ میں انتقال کیا نعش برائے تدفین سندیلہ لائی گئی۔

ایک صاحبزادے چودھری وارث عظیم اور ایک صاحبزادی یادگار چھوڑیں۔ چودھری وارث عظیم کی شادی اخلاق الرحمن قدوائی چیرمین یونین پبلک سروس کمیشن کی بہن سے ہوئی جن سے پانچ صاحبزادے ہیں۔ وارث عظیم صاحب کا قیام سندیلہ میں رہتا ہے آدمی بااخلاق اور صوم و صلاۃ کے پابند ہیں۔

(رش۔۱ص)

Marfat.com

غفران احمد فاروقی

غفران احمد صاحب (ابن مقبول احمد ابن منشی عزیز الدین صاحب)، یکم اگست ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ ننہال خیرآباد میں تھا اس لیے ابتدائی تعلیم خیرآباد اور سندیلہ دونوں جگہ ہوئی۔ اور شروع ہی سے عربی و فارسی میں اچھی دستگاہ حاصل کرلی۔ پھر جب انگریزی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو ہائی اسکول، انٹر دونوں جوبلی کالج لکھنؤ سے اول درجے میں پاس کیے دونوں امتحانوں میں تیسرا نمبر رہا۔ پھر الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرس عربی میں اول درجے میں پاس کیا۔[1] پھر ۱۹۳۱ء میں آئی۔ سی۔ ایس میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ سارے امیدواروں میں تیسرا نمبر رہا۔ دو سال کیمبرج یونیورسٹی آئی۔ سی۔ ایس کی تربیت حاصل کرنے کے بعد یو۔ پی۔ میں مختلف بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ پھر گورنمنٹ آف انڈیا نے اجمیر کا اسسٹنٹ کمشنر اس کے بعد ڈپٹی کمشنر بنایا۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان چلے گئے اور حکومت پاکستان کی طرف سے مشرقی بنگال میں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیے گئے۔ آخر میں حکومت مشرقی پاکستان کے چیف سکریٹری ہو گئے تھے۔ اس کے بعد پاکستان کی طرف سے اقوام متحدہ میں مختلف وفود کی خصوصاً جو اقتصادی اور سماجی مسائل سے تعلق رکھتے تھے سربراہی کرتے رہے۔ ۵۹ء میں پاکستان نے "ستارہ قائد اعظم" کے اعزاز سے سرفراز کیا۔ پھر ۶۲ء میں پاکستان کی سول سروس

۱؎ اپنی تعلیمی زندگی میں متعدد انعامات حاصل کیے عربی اور ریاضی میں کچھ مہارت تامہ حاصل تھی

Marfat.com

سے مستعفی ہو کر اقوام متحدہ (یو۔ این۔ او) میں مختلف عہدوں پر فائز رہے اور اسی عظیم ادارے کی طرف سے سوڈان، سیرالون اور یمن میں سینیر ڈائرکٹر کی حیثیت سے سنہ ۷۹ء تک کام کرنے کے بعد سبکدوش ہو گئے اور لندن میں اقامت اختیار کر لی ہے۔ سندیلہ کے افراد میں جتنی دُنیوی ترقی اور اعزاز آپ نے حاصل کیے اتنے شاید ہی کسی نے کیے ہوں اور پھر اس کے ساتھ دینداری کی جتنی خوبیاں ہو سکتی ہیں اس سے بھی آپ متصف ہیں۔ مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، بنگالی اور سندھی سے بخوبی واقف ہیں۔ اردو تو خیر ہماری زبان ہی ہے۔ آپ ذہانت ذکاوت طبع اور علمی لیاقت کے مالک ہونے کے علاوہ، طبیعت بھی نہایت شریفانہ رکھتے ہیں، خوش مزاج، دردمند دل رکھنے والے اور دوسروں کی ہر طرح مدد کرنے پر تیار، کنبہ پرور غرض کہ بڑے دل و دماغ کے مالک ہیں۔ یہ چند سطور ان کے کمالات اور اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خدا انھیں تادیر سلامت اور خوش و خرم رکھے۔

آپ کی شادی سنہ ۳۹ء میں آپ کی خالہ زاد بہن سے ہوئی تھی جن سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام ہیں۔ ریحان احمد، فرحان احمد، حسان احمد، اور امان احمد سب بیٹوں نے انگلستان میں مختلف شعبوں میں اعلا تعلیم حاصل کی ہے اور وہیں اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ بڑی بیٹی نجمہ کی شادی چودھری نعمت اللہ مرحوم (لکھنوی) کے نواسے ڈاکٹر رکن الدین حیدر سے ہوئی ہے چھوٹی دو بیٹیاں شائستہ اور بشریٰ ابھی زیر تعلیم ہیں دونوں اقتصادیات میں آنرز کر رہی ہیں (ہاشمی)

Marfat.com

سید شاہ محمد احمد کوکبؔ و سید شرف الدین ساغرؔ

۱۸۹۴ء میں ولادت ہوئی کلکتہ میں اپنے چچا مسعود حسین کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی کچھ دنوں ندوہ لکھنؤ میں بھی پڑھا۔ سید محمد احمد حکیم سید نجم الدین انجم کے صاحبزادے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شاعری کا شوق پیدا ہوا ان کے باپ دادا چچا سب بڑے ذی علم اور خوش فکر شاعر تھے ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء کی بات ہے کہ ندلیہ میں منشی سید التفات رسول ہاشمی کی سرپرستی میں ایک انجمن قائم ہوئی تھی جو ہر مہینے ایک مشاعرہ منعقد کراتی تھی اس بزم کے صدر محمد احمد صاحب کے والد حکیم سید نجم الدین انجم تھے ان ماہانہ مشاعروں کے علاوہ سالانہ مشاعرہ تو جناب التفات رسول صاحب کے یہاں بہت ہی اعلیٰ پیمانہ کا ہوا کرتا تھا۔ محمد احمد صاحب کی جوانی کا آغاز، طبیعت میں جوش تھا ان مشاعروں میں شرکت کی تو خود بھی شعر کہنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ کوکب تخلص اختیار کیا۔ آرزو لکھنوی کے شاگرد ہوگئے اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء کے مشاعرہ کے گلدستہ میں جو 'بہار عروس' کے نام سے چھپا کرتا تھا ان کا کلام چھپا ہوا ملتا ہے اسی میں سے چند اشعار منتخب کر کے ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

یوسف بھی اس جمال کا دیوانہ ہو گیا
جو تھا چراغ حسن وہ پروانہ ہو گیا

کس کی جفا کہاں کی وفا کیسی عاشقی
جب خاک میں ملے تو سب افسانہ ہو گیا

کیا نتیجہ اے رفو گر سعی لاحاصل کا ہے
ساتھ دیگا عمر بھر وہ چاک میرے دل کا ہے

مدتوں چھپتا نہیں ہے خون ناحق کا اثر
ذرہ ذرہ سرخ اب تک کوچۂ قاتل کا ہے

Marfat.com

کھا کے گلشن کی ہوا غنچے کھلے بلبل تو کیا
بے دلی میں مسکرانا کام زخمِ دل کا ہے

اپنے کوچے میں بنانے بھی دو کوکب کا مزار
جو کوئی پوچھے یہ کہہ دینا کسی بسمل کا ہے

دینداری کی طرف بچپن ہی سے رجحان تھا حضرت شاہ فرخ صاحب کے مرید ہونے کے بعد اس رجحان میں اضافہ ہو گیا عبادت و ریاضت میں وقت گذارنے لگے شعر گوئی بھی ترک کر دی پیر سے خصوصی تعلق تھا پیر کے وصال کے بعد دنیا سے بالکل ہی بیزاری ہو گئی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت مولانا فرخ حسن شاہ صاحب کے خلیفہ محمد نظیر شاہ صاحب سے خرقۂ خلافت حاصل کی اور عمر کا بقیہ حصہ یادِ الٰہی میں گذار دیا ۲۹ر ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۵ نومبر سنہ ۱۹۴۵ء اس جہان فانی سے رحلت کی۔ محمد احمد شاہ صاحب کی شادی کاکوری میں اپنے ماموں حافظ علی صاحب کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی

شاہ صاحب نے تین بیٹے سید شرف الدین احمد، سید شرافت حسین اور سید علاء الدین احمد اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ بڑے صاحبزادے سید شرف الدین ساغر باپ کے نقشِ قدم پر ہیں، ۲ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء کو ان کی ولادت ہوئی ابتدائی تعلیم کے بعد ٹرانسگو ورناکیولر اسکول سندیلہ میں نام لکھا گیا ازاں بعد ہردوئی اور لکھنؤ میں انگریزی تعلیم کے اکتساب کے لیے بھیجا گیا لیکن انگریزی تعلیم کی طرف دلچسپی نہ دکھائی اس لیے یہ سلسلہ کچھ زیادہ آگے نہ بڑھ سکا ان کے چچا سید محمد اکرام الدین احمد صاحب نے جو اچھے فارسی داں، مہذب اور شائستہ شخص تھے شرف الدین صاحب کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ کی فارسی خود پڑھائی اور فرشتہ خو بزرگ مولوی خلیل الدین صاحب سے بھی پڑھوائی۔ شعر و شاعری

Marfat.com

کا شوق ورثہ میں ملا تھا زمانۂ طالب علمی سے ہی اس طرف راغب ہو گئے ساغر تخلص اختیار کیا اور اب شاعری ترک کر دینے کے باوجود اسی نام سے موسوم ہیں۔ بچپن میں اپنے والد کے ساتھ حضرت مولانا فرخ حسن شاہ صاحب کی خدمت میں بہت حاضری دی ہے شاہ صاحب موصوف بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔ بچپن میں ایک درویش کی خدمت میں حاضری نیز باپ کی زاہدانہ زندگی ساغر صاحب پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکی چنانچہ انھوں نے بھی جوانی میں ہی لباس فقر پہن لیا حکیم عبدالمجید صاحب خلیفہ حضرت مولانا فرخ حسن صاحب سے ۱۹۴۸ء میں خرقہ خلافت حاصل ہوا ۱۹۵۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی دوسرا حج ۱۹۶۱ء میں کیا اس حج کے سفر میں نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد، بیت المقدس وغیرہ مقامات مقدسہ کی بھی زیارت کی اور پیغمبروں و اولیاء اللہ کے مزاروں پر حاضری دی۔

ساغر صاحب کے مریدین گوپامؤ ضلع ہردوئی میں خاصی تعداد میں ہیں وہاں موصوف کئی سال قیام پذیر رہے ہیں اب کچھ عرصہ سے سندیلہ واپس آکر اپنے آبائی مکان میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں ہر سال اپنے والد کا عرس دھوم دھام سے کراتے ہیں سماع کے بڑے شوقین ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز کر گئے ہیں مشہور مشہور قوالوں کو بلاتے رہتے ہیں۔ قوالی کی عام محفلوں کے علاوہ ایک خاص محفل بھی منعقد کراتے ہیں جس میں قصبہ کے روساء کو بلا تفریق مذہب و ملت مدعو کرتے ہیں اکثر گورنر صاحب یو۔پی بھی شریک ہوتے رہے ہیں یہ محفل درویشانہ نہیں رئیسانہ ہوتی ہے جس میں شان فقر کم شان امارت زیادہ نظر آتی ہے۔

Marfat.com

شاہ صاحب مجردانہ زندگی گذار رہے ہیں۔ آدمی بڑے خلیق، ملنسار، خندہ رو اور خوش تقریر ہیں۔ شاہ صاحب کے چند اشعار درج کرنا بے محل نہ ہوگا:

تم اگر پوچھو تو جانو کیا کسی کے دل میں ہے
تم نقاب الٹو تو دیکھو کون کس منزل میں ہے

جب نماز عشق کے سجدوں میں آجاتا ہے ہوش
اپنے ہی قدموں پہ جو اپنی جبیں پاتا ہوں میں

دشوار جو تھی راہ الفت آسان بناتے جاتے ہیں
کانٹوں میں بھی چلتے رہتے ہیں اس کو بھی بناتے جاتے ہیں

کب ہم نے صراحی لی کب جام لیا ہم نے
ساقی کی نگاہوں سے بس کام لیا ہم نے

میری عظمت کو بھی پہچاننا آسان نہیں
یعنی مسجود ملائک ہوں مگر بندہ ہوں

شیشے سے کوئی بجلی جیسے حل ہو کے گری پیمانے میں
رندوں کو پسینے آنے لگے وہ آگ لگی میخانے میں

(ن۔ ایس)

چودھری محمد سلطان

چودھری محمد سلطان ابن چودھری محمد نبی بہان ابن چودھری محمد عظیم ابن چودھری راجہ خصلت حسین ابن چودھری حشمت علی ابن چودھری منصب علی ابن چودھری مسند علی۔ آپ سندیلے کے مشہور و معروف اور معزز خاندان کے چشم و چراغ اور منتسبات میں سے ہیں۔ جب اودھ میں سلطنت قائم ہوئی تو آپ کے خاندان کے بعض حضرات جو عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز ہوئے ان کا ذکر مختصراً یہاں کر دینا ضروری ہے۔ چودھری مسند علی مرحوم کا ننھیال ملیح آباد میں تھا ان کے نانا نے سندیلے میں انھیں کچھ مواضع حکومت سے دلوائے۔ چودھری حشمت علی کو حکومت برطانیہ نے غدر

Marfat.com

کے فرد ہونے کے بعد اودھ کا چکلہ دار مقرر کیا اور اودھ کی سلطنت ختم ہونے بعد انھیں علاقہ نگرالی کے تعلقہ داری کی سند عطا کی۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے منجھلے صاحبزادے چودھری حشمت حسین تعلقہ دار ہوئے ۱۸۸۲ء میں ان کو "راجہ" کا خطاب عطا ہوا۔ وہ "انجمن تعلقہ داران اودھ" کے سکریٹری بھی تھے اور ان کا شمار مدبرین میں تھا۔ ان کے بعد ان کے اکلوتے صاحبزادے چودھری محمد عظیم تعلقہ دار ہوئے۔ وہ بڑے داد و دہش کرنے والے۔ بڑے عبادت گذار شب بیدار اور عالم و فاضل شخص تھے۔ "حمد اللہ" تک پڑھے تھے۔ ایک صاحب حدیث سنانے پر ملازم تھے کل سامان پر زکوٰۃ نکالتے تھے اور ۸ ہزار روپیہ سالانہ خیرات کرتے تھے۔ عزیزوں، غریبوں کے ساتھ برابر سلوک کرتے رہتے تھے ۱۹۰۲ء میں وفات پائی ان کے چھ فرزند اور پانچ دختر تھیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے چودھری محمد جان تھے جو تعلقہ دار ہوئے۔ رنگین مزاج، شاہ خرچ، حاتم صفت شخص تھے۔ چودھری نصرت علی کی صاحبزادی ان کو منسوب تھیں۔ ان کے زمانے میں تمام علاقہ کورٹ آف وارڈس کے زیر انتظام آگیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی چودھری محمد نبی جان مرحوم تعلقہ دار ہوئے اس خاندان کے سب سے پہلے فرد ہیں جن کو انگریزی تعلیم دلائی گئی۔ ایک زمانہ تک تحصیل دار رہے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند عبادت گذار، نیک نفس، پاک دل، فیاض، فراخ دل، بڑے وجیہہ اور لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے والے بزرگ تھے۔ راجہ درگا پرساد مہر نے تاریخ سندیلہ میں ان کے لیے تحریر فرمایا ہے۔

"چودھری محمد عظیم کے تیسرے صاحبزادے چودھری نبی جان ہیں

Marfat.com

جو آج کل لکھنؤ میں تحصیلدار ہیں اس وقت اپنے خاندان میں وہی نمایاں شخص ہیں۔ ملازمت سرکاری سے بہت تجربہ انھوں نے حاصل کیا۔ بہت سیر چشم، فراخ دل ہیں اپنے والد کی تعلیم اخلاقی کا مادہ ان میں بہت زیادہ ہے"۔

چودھری محمد نبی جان صاحب مرحوم کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں بڑے صاحبزادے چودھری محمد سلطان صاحب ۱۶ر جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو سندیلے میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے۔ او کالجیٹ اسکول علی گڑھ سے آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا سنہ ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے سیاسیات میں ایم۔ اے کیا۔ اسی سال بنگال ایجوکیشن سروس میں آپ لکچرر ہو گئے ۱½ سال تک وہاں رہے سنہ ۱۹۲۸ء میں لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ سیاسیات میں لکچرر ہوئے سنہ ۱۹۵۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں ریڈر مقرر ہوئے پھر صدر شعبہ سیاسیات رہ کر سنہ ۱۹۶۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر سندیلے تشریف لے آئے ہیں۔ زیادہ وقت کتب بینی میں صرف ہوتا ہے۔ سیاسیات پر ایک ضخیم کتاب لکھنا شروع کی ہے۔

آپ ایک بہترین کھلاڑی بھی رہے۔ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال وغیرہ میں شروع سے ہر طرف آپ کے کھیلوں کی دھوم تھی۔

زمانہ طالب علمی میں علی گڑھ اور لکھنؤ یونیورسٹی میں، ہاکی، کرکٹ اور ٹینس کے کپتان رہے۔ بہترین کھلاڑی ہونے کے سلسلے میں تین سال مسلسل "سری نمیوریل گولڈ میڈل" حاصل کیا۔ لکھنؤ یونیورسٹی نے سنہ ۱۹۲۶ء سے جکرورتی گولڈ میڈل دینا شروع کیا تھا چنانچہ سب سے پہلا میڈل آپ ہی کو ملا۔ ہندوستان کے تمام کھیلوں

Marfat.com

اور کھیل کے اداروں سے آپ کا بہت قریبی تعلق رہا۔ پنشن کے بعد بھی لکھنؤ یونیورسٹی نے سب اچھے کھلاڑی اور بہترین منتظم ہونے پر ایک سند بھی عنایت کی۔ آپ حسب ذیل جماعتوں اور کمیٹیوں کے معزز ممبر اور ممتاز عہدہ دار رہے۔

انڈین اولمپک ایسوسی ایشن، انڈین ہاکی فیڈریشن۔ لان ٹینس ایسوسی ایشن آف انڈیا۔ سوئمنگ فیڈریشن آف انڈیا۔ سائیکلنگ فیڈریشن آف انڈیا رسلنگ ویٹ لفٹنگ فیڈریشن آف انڈیا۔

اور اس صوبہ کی ان کمیٹیوں کے بھی رکن اعظم رہے۔

یو۔پی۔ کنٹرول بورڈ۔ یو۔پی اولمپک ٹینس ایسوسی ایشن۔ یو۔پی کرکٹ کنٹرول بورڈ۔

ہندوستان کے انٹر یونیورسٹی بورڈ کے کھیل کی کمیٹیوں کے بھی ممبر رہے اور اعلیٰ عہدہ دار بھی۔

لکھنؤ یونیورسٹی کے دوران ملازمت مختلف مواقع پر انٹر یونیورسٹی کرکٹ انٹر یونیورسٹی ہاکی، انٹر یونیورسٹی ٹینس اور اتھیلیٹک کھیلوں کے مہتمم رہے۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۵۲ء تک حبیب اللہ ہاسٹل کے وارڈن اور یونیورسٹی پراکٹر بھی رہے۔

مئی اور جون ۱۹۴۸ء میں انڈین اولمپک ٹیم کے ساتھ انگلستان اور فرانس کا دورہ کیا اور دوران قیام لندن پروفیسر لاسکی (Prof Laski) کے ساتھ سیاسیات پر کام کیا۔ ۱۹۵۰ء میں یونائیٹڈ نیشن غیر سرکاری آرگنائزیشن کی جانب سے جنیوا اور روم ایک سمینار میں شرکت کے لیے آپ کو بھیجا گیا جس کے صدر آچاریہ نریندر دیو تھے۔ اسی سال اس شعبہ کے سکریٹری آپ کی دعوت پر

Marfat.com

ہندوستان آئے آپ ہی کے ہمراہ قیام کیا اور سیمینار میں شرکت فرمائی۔

سنہ ۱۹۵۱ء میں یونسکو نے آپ کو ایران بھیجا کہ وہاں کے اساتذہ کو یونسکو اور U.S. کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کریں۔

سنہ ۱۹۴۳ء میں، مشہور ادیب دانشا، پرداز قاضی عبدالغفار صاحب مرحوم کی بڑی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی۔ اہلیہ کا سنہ ۱۹۶۰ء میں انتقال ہو گیا ان سے دو صاحبزادے خالد سلطان اور طارق سلطان اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں۔ چودھری خالد سلطان صاحب آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن دہلی سے منسلک ہیں اور طارق سلطان صاحب انڈین کونسل آف کلچرل ریلیشن میں ملازم ہیں۔ بڑی صاحبزادی ناکتخدا ہیں اور چھوٹی صاحبزادی مظہر علی ابن میاں جواد علی شاہ صاحب رئیس گورکھپور کو منسوب ہیں۔

آپ اب بھی انڈین کونسل آف ورلڈ افیئرس، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن، انڈین انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل لا اور انجمن تعلقداران اودھ کے معزز ممبر ہیں۔

آپ نہایت خوش رو، خوش وضع، جامہ زیب، ذی وجاہت، ذی علم ماہر سیاسیات متین و سنجیدہ مزاج بزرگ ہیں اور خاندانی وقار و عظمت اور روایات کو قائم رکھے ہوئے ہیں مختصر یہ ہے کہ آپ کی ذات والاصفات اہل سندیلہ کے لیے بسا غنیمت ہے۔

چودھری محمد رفیع صاحب خلف اصغر چودھری محمد نبی جان صاحب مرحوم پاکستان ہجرت فرما گئے لاہور میں قیام فرما ہیں۔ یہاں التفات رسول

Marfat.com

انٹر کالج کے سکریٹری اور میونسپل کمشنر تھے۔ نہایت دیدہ زیب وجیہہ، ذی مروت مجسم اخلاق، سراپا انکسار، خوش مذاق، خوش طبع، ہر دلعزیز، ادب نواز، سخن فہم و سخن سنج اور مہذب شخص ہیں۔ ان کے یہاں کی ادبی صحبتیں، شعر و سخن کی نشستیں، دعوتیں اور چائے کی پارٹیاں ہمیشہ یاد رہیں گی ان کے جاتے ہی تمام محفلیں سونی ہو گئیں بڑی صاحبزادی اور اہلیہ کے سانحہ ارتحال اور واقعہ جانکاہ سے اب آپ افسردہ دل گرفتہ رہتے ہیں اور زیادہ وقت یاد اللہ میں گذرتا ہے۔ غالباً دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے پاکستانی بحریہ میں ملازم ہیں۔ (م۔ا۔ن)

میر منصب علی ہنر

میر منصب علی ہنر تخلص میر شوکت علی کے فرزند تھے۔ سندیلہ کے مشہور و معروف صاحب فن اور مشاق شاعر و استاد تھے اردو میں آفتاب الدولہ قلق کے شاگرد و جانشین اور فارسی میں کاظم علی صاحب سندیلوی کے شاگرد رشید تھے بڑے نادر الکلام اور زود گو شاعر تھے۔ محکمہ سول کورٹ ہردوئی میں سررشتہ دار تھے۔ پنشن کے بعد اپنے وطن سندیلہ میں سکونت اختیار کی راجہ درگا پرشاد مہر سے خصوصی مراسم تھے راجہ صاحب تاریخ سندیلہ میں ان کی بابت تحریر فرماتے ہیں۔

"میر شوکت علی محلہ منڈی کے رہنے والے تھے چونکہ میر فرزند علی ساکن اشراف ٹولہ زمیندار عمر تالی کے یہاں یہ منسوب تھے اس

Marfat.com

لیے اشراف ٹولہ میں جا کر رہے مکانات اور خانہ ہائے رعایا
اور موضع عمر تالی میں ان کے صاحبزادے میر منصب علی نے حصہ
پایا، میر منصب علی بہت ہی قابل شخص تھے فارسی میں منشی کاظم علی
صاحب بن منشی یوسف علی صاحب کے اور اردو میں آفتاب الدولہ
قلق کے شاگرد تھے"۔

ایک بار میر صاحب بیمار ہوئے تو راجہ صاحب نے مندرجہ ذیل دو رباعیاں انھیں عیادت کے طور پر لکھ کر بھیجیں۔

دل از شکایت طبیعت ملول و محزوں است
بگو بگو کہ مزاج شریف تو چوں است
شود بقامت تو راست خلعت صحت
امید زود ز فضل خدائے بے چوں است

منم کہ با تو ارادت نہا یتے دارم
ہوائے دیدن رویت بغایتے دارم
تاسف است کہ معذورم از عیادت تو
چرا کہ خود ز طبیعت شکایتے دارم

سید التفات رسول ہاشمی صاحب تعلقدار سندیلہ سے بھی ہنر صاحب کے بہت اچھے تعلقات تھے ہاشمی صاحب کے یہاں جو سالانہ شاندار مشاعرہ ہوا کرتے تھے اس کے مہتمم ہنر صاحب ہی ہوتے تھے۔

Marfat.com

ہنر صاحب کے انتقال کے بعد ہاشمی صاحب نے آرزو لکھنوی کو بلا کر سندیلہ رکھا تاکہ نومشق شعراء کی تربیت کا سلسلہ جاری رہے ہنر صاحب کے دامن فیض میں تربیت پاکر متعدد شعرا نے شہرت و ناموری حاصل کی ان کے دم سے سندیلہ میں شعر و شاعری کا بڑا چرچا تھا وہ قصبہ سندیلہ کو فخر لکھنؤ بنانا چاہتے تھے ؎

آتش و ناسخ سے رتبہ بڑھ کے ہو گا اے ہنر
قصبۂ سندیلہ فخر لکھنؤ ہو جائے گا

ان کے تلامذہ میں خاص خاص شعرا یہ ہیں۔

حکیم مولوی نواب علی برق سندیلوی، مولوی محمد عوض کامل، چودھری دلدار حسن نشتر، چودھری امیر حسن بسمل، مولوی نذیر حسن فتنہ، منشی منی لال جوان، مولوی محمود احمد حشر، شیخ حبیب علی مجروح، منشی برکت علی خاں برکت خیرآبادی اور منشی میکو لال عشرت لکھنوی وغیرہم۔

ہنر صاحب میانہ قد اور فربہ اندام تھے داڑھی رکھتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ چہرہ بارعب تھا خوش خصلت اور نیک فطرت تھے ان کے شاگرد بسمل سندیلوی کا کہنا ہے کہ شاگردوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔

ہنر صاحب کا ضخیم دیوان غیر مطبوعہ سید علی مہدی صاحب ایڈوکیٹ کے پاس جو ان کے بھتیجے سید واجد علی عرف ابو صاحب کے بھانجے ہیں، محفوظ ہے دیوان کے علاوہ اس زمانہ کے بعض مشاہیر شعراء کے چند خطوط بھی ہیں

Marfat.com

جو انھوں نے ہنر صاحب کو لکھے تھے۔ حکیم بندہ رضا صاحب آرزو بلگرامی نے جو ہنر صاحب کے بڑے دوست تھے ہنر صاحب کے دیوان پر مقدمہ لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دیوان کو چھپوانے کا ارادہ تھا لیکن قضا نے مہلت نہ دی ۶ ستمبر ۱۹۰۹ء کو تقریباً بعمر ۶۵ سال انتقال فرمایا۔ ہنر صاحب کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ہنر صاحب کا سلسلۂ شاعری دبستان لکھنؤ سے متعلق ہے اس لیے ان کے کلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو اس دبستان کی خصوصیت ہیں لیکن خارجیت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں داخلیت کی بھی جلوہ گری ہے جس نے کلام میں تاثیر پیدا کر دی ہے۔ مشکل ردیف و قوافی میں طویل غزلیں کہنا ان کی قادر الکلامی کی دلیل ہے اور اساتذہ کی زمینوں میں بھی غزلیں کہی ہیں ایک غزل اور چند متفرق اشعار بطور نمونہ کلام پیش ہیں۔

غزل

مری باتوں کا سمجھے مدعا کیا ۔۔۔ سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا

ملاؤ آنکھ کیوں نیچی نظر ہے ۔۔۔ ادھر دیکھو ذرا صاحب ہوا کیا

گلے غیروں سے مل کر ہم سے بولے ۔۔۔ خوشی اپنی اجارہ آپ کا کیا

حجاب ان کا جو وصلت میں نہ ٹوٹا ۔۔۔ پھر ایسی بھی بھلا شرم و حیا کیا

نمک پاش جراحت غیر جب ہو ۔۔۔ بھلا پھر شور الفت کا مزا کیا

مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ پوچھا ۔۔۔ بتاؤ تو دل مضطر ہوا کیا

ہوئے ہیں عکس رخ سے دست و پا سرخ ۔۔۔ نہیں درکار ہے رنگ حنا کیا

Marfat.com

مرا دل لے کے مٹھی میں وہ بولے
ہنر ہے ہاتھ میں میرے بتا کیا

حسن و جمال میں ترا ثانی کہیں نہیں — جنت میں حور بھی کوئی ایسی حسین نہیں
کیا بار بار کہتے ہو مجھ سا حسیں نہیں — ہاں ہاں کہا تو آپ سے صاحب نہیں نہیں

دنداں کا تیرے عکس ہے جام شراب میں — تارے جڑے ہیں یا قدح آفتاب میں

دیتے ہیں آنکھوں کو تیری چشم آہو سے مثال — شاعروں کو امتیاز انسان و حیواں میں نہیں

حسینانِ جہاں میں منتخب کرتا ہوں جو صورت — غضب ہے کہ وہ سب کو بھلی معلوم ہوتی ہے

چھوڑنا دنیا کا کیا مشکل ہنر — دل سے بس ترک تمنا چاہیے

نظم کے ساتھ ساتھ نثر بھی ہنر صاحب بڑی ہنر مندی سے لکھتے تھے کوئی باقاعدہ نثری تصنیف تو نہیں چھوڑی البتہ چند اوراق نثر سید علی مہدی ایڈوکیٹ کے پاس محفوظ ہیں۔ ہنر صاحب فارسی میں بھی ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔

(دستخط۔ اص)

Marfat.com

چودھری وزیر حسن نشتر سندیلوی

چودھری وزیر حسن نام نشتر تخلص، والد کا نام چودھری محمد حسن تھا سنہ ۱۸۹۷ء میں ولادت ہوئی۔ اردو اور فارسی کی تعلیم کا آغاز مکتب سے ہوا ازاں بعد مولوی سید کاظم حسین عرف میرن صاحب اور اپنی والدہ کے نانا مولوی سید توکل حسین صاحب سے فارسی کتب پڑھیں۔ خط نستعلیق مولوی سید کاظم حسین سے اور خط نسخ راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی سے سیکھا۔ انگریزی تعلیم میٹرک تک ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں سندیلہ میں شعر و سخن کا بڑا چرچا تھا اور یہاں ہر سال منشی سید فضل رسول واسطی کی یاد میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ نشتر صاحب کو بھی اوائل عمری سے شعر گوئی کا چسکا پڑ گیا میر منصب علی ہنر سے جو سندیلہ میں ایک باکمال استاد تھے کلام پر اصلاح لینا شروع کی۔ نشتر صاحب کی والدہ کا ننہال سترکھ میں تھا جہاں وہ اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ جا کر اکثر طویل قیام کرتے آپ کی والدہ کے نانا مولوی سید توکل حسین مینائی فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے ان کی صحبت نے نشتر صاحب کے سمند شاعری کے لیے مہمیز کا کام کیا۔

شروع میں کمال تخلص کرتے تھے لیکن سنہ ۱۹۱۲ء سے نشتر تخلص اختیار کیا میر منصب علی ہنر کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۵ سال کی عمر میں نشتر صاحب نے شاعر باکمال سید انور حسین آرزو لکھنوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آرزو صاحب منشی سید التفات رسول ہاشمی متعلقہ از نبیرہ منشی سید فضل رسول واسطی کے استاد تھے منشی سید التفات رسول ہاشمی نے از راہ قدردانی آرزو لکھنوی کو بلا کر

Marfat.com

سندیلہ میں رکھا اور اپنے یہاں کے سالانہ مشاعرہ کو بہت فروغ دیا ملک بھر کے چوٹی کے شعراء مشاعرہ میں آتے تھے آرزو صاحب اس مشاعرہ کے منتظم خصوصی ہوتے تھے ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک آرزو صاحب کا مستقل قیام سندیلہ میں رہا آرزو صاحب کی صحبت و شاگردی نے نشتر صاحب کے جوہر شاعری کو اور بھی چمکا دیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیا شاعری کے ہو رہے۔ کچھ عرصے کورٹ آف وارڈس اور کمشنر آفس جھانسی میں ملازمت کی پروا، مہتوا اور بھاون اسٹیٹ میں سربراہ کار بھی رہے لیکن موصوف کچھ ایسے اسیر زلف شاعری تھے کہ ملازمت کی قیود کو برداشت نہ کر سکے اور جائداد موروثی پر ہی گذر اوقات کا مدار رہا۔ نشتر صاحب کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ فنا فی الشعر تھے تو غلط نہ ہوگا۔ ان پر خود رفتگی کا عالم طاری رہتا گھر بار اور اہل و عیال کی ذمہ داریاں ہوتے ہوئے بھی انھوں نے اپنے کو تمام ذمہ داریوں سے مبرا کر رکھا تھا، گھر کا انتظام، جائیداد کی دیکھ بھال یہاں تک کہ نشتر صاحب کے لڑکوں کی تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری ان کے برادر خورد چودھری صدیق حسن صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی نشتر صاحب کو اتنا تک پتہ نہ رہتا کہ ان کے پاس کتنے کپڑے ہیں۔ طبیعت کی بے نیازی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ انھیں اپنے کلام کو محفوظ رکھنے یا جمع کرنے کی بھی فکر کبھی نہ ہوئی۔ ان کا ایک مجموعۂ کلام 'لمعات نشتر' کے نام سے سید یحییٰ احمد ہاشمی استاد شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد کے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۶۸ء میں میں پاکستان سے چھپا ہے یہ کلام زیادہ تر مولانا عبدالعلی شوق صاحب اصلاح سخن کا جمع کردہ ہے شوق صاحب کے علم میں جب بھی یہ بات آئی کہ نشتر صاحب

Marfat.com

نے کوئی تازہ غزل کہی ہے موصوف ان سے لے کر اخبارات اور رسائل میں اشاعت کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔

بیسویں صدی کے نصف اول میں بام شہرت پر چمکنے والے تمام نامور شعراء سے نشتر صاحب کے مراسم اور دوستانہ تعلقات تھے جن میں نوح ناروی، جگر بریلوی، بیخود موہانی، سیماب اکبر آبادی، یاس عظیم آبادی، ریاض خیر آبادی، عزیز لکھنوی، مجذوب اور وصل بلگرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں مشاہیر شعراء سے مراسم کا ایک سبب سندیلہ کے مشاعرے بھی تھے۔ جس میں اس زمانہ کے تمام نامور شعراء برابر آتے رہتے تھے۔ آرزو صاحب کے شاگرد ہونے کی وجہ سے لکھنؤ کے تمام اساتذہ کی خدمت میں باریاب تھے آرزو صاحب نے اکثر صفی لکھنوی کو نشتر صاحب سے ان کا کلام سنوایا ہے۔ بیخود موہانی اور جگر مرادآبادی جب بھی سندیلہ آتے نشتر صاحب ہی کے یہاں قیام کرتے۔ تقریباً ۱۹۱۵ء میں بشیر احمد صاحب سب رجسٹرار جو علی گڑھ میں فانی کے ہم جماعت رہ چکے تھے تبدیل ہو کر سندیلہ آئے فانی صاحب سندیلہ ان کے یہاں آتے اور ہفتوں قیام کرتے، نشتر صاحب کی بھی ان سے صحبتیں رہتیں بلکہ سب رجسٹرار صاحب نشتر صاحب سے فانی کی زمین میں غزلیں کہنے کی فرمائش کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ نشتر صاحب کی اکثر غزلیں فانی کی زمین میں ملتی ہیں نشتر صاحب نے ان زمینوں میں بھی بڑی اچھی غزلیں کہی ہیں جن میں جگر کی غزلیں بڑی شہرت رکھتی ہیں جگر کی ایک مشہور غزل کا مطلع ہے۔

مجھے دے رہے ہیں تسلیاں وہ ہر ایک تازہ پیام سے
کبھی آ کے منظر عام پر کبھی ہٹ کے منظر عام سے

Marfat.com

نشتر صاحب کی غزل کا مطلع ہے ؎

ہے وہی قفس مرا گھر صیاد ہی کام پڑنا ہے دام سے
مجھے کیا چمن کے سلام سے مجھے کیا گلوں کے پیام سے

غالباً ۱۹۳۳ء کے سندیلہ کے مشاعرہ میں جگر صاحب نے وہ مشہور غزل پڑھی جو ان کی بہترین غزلوں میں شمار ہوتی ہے اور زمانہ و فسانہ وغیرہ جس کے قافیے ہیں اس غزل کا ایک مطلع اور ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے — ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے
یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجے — اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

نشتر صاحب کی اسی زمین میں کہی ہوئی غزل کا حسن مطلع اپنا جواب نہیں رکھتا مشاعرہ میں اس پر خوب خوب داد ملی تھی ؎

بے سود محبت میں سمجھانا بجھانا ہے
دل ایک ہی کافر ہے مانے گا نہ مانا ہے

زبان و بیان کے اعتبار سے نشتر صاحب نے اپنے استاد حضرت آرزو کی بڑی کامیاب تقلید کی ہے۔ آرزو صاحب اپنے اس شاگرد کی صلاحیتوں کے خود معترف تھے انھوں نے ایک مسدس نظم جس میں اپنے عزیز شاگردوں کا ذکر کیا ہے نشتر صاحب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

ہے سب آلات سے آلہ یہ گراں تر تیرا
چاک کرتا ہے رگ سنگ کو نشتر تیرا

افسوس کہ رگ سنگ کو چاک کرنے والے اس آلہ کا جگر ۲۱ ستمبر ۱۹۶۰ء کو اجل نے چاک کر دیا۔ چار اولادوں میں سے ایک لڑکی اور ایک لڑکے سلمان کا انتقال نشتر صاحب

Marfat.com

کی زندگی میں ہو گیا تھا یہ دونوں عنفوان شباب میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے اس وقت دو لڑکے محمد اسلم اور محمد مسلم ان کی یادگار ہیں۔ بڑے صاحبزادے محمد اسلم ہردوئی کلکٹریٹ میں ملازم تھے دو تین سال ہوئے پنشن لے لی تھی۔ شاعری ورثہ میں ملی ہے خوش فکر شاعر ہیں کچھ عرصہ سے نعت [illegible] کہتے ہیں۔ محمد مسلم صفی پور (اناؤ) میں چک بندی آفیسر ہیں انھیں [illegible] گوئی کا شوق ہے۔

چودھری صدیق حسن

نشتر صاحب کے برادر خورد چودھری [illegible] صدیق حسن صاحب مرحوم ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے تھے بہت عمدہ فارسی داں تھے اس آخری دور میں ان سے بہتر فارسی جاننے والا اس قصبہ میں کوئی نہیں تھا۔ بڑے سخن سنج اور سخن شناس تھے علامہ نجود [illegible] ان کے عزیز شاگردوں میں تھے۔ نجود صاحب ہر سال گرمی کی چھٹیوں میں سندیلہ آکر مہینوں ان کے یہاں قیام کرتے تھے۔ صدیق صاحب [illegible] نجود صاحب کی زندگی میں عرصہ تک فارسی پڑھنے سندیلے سے لکھنؤ برابر پابندی کے ساتھ جاتے رہتے تھے انھوں نے فارسی زبان کے رموز و نکات ڈاکٹر سر اقبال اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی سے بھی ذریعہ خط و کتابت سیکھے تھے۔ شعر گوئی کا بھی شوق تھا لیکن بہت کم کہتے تھے نہاد تخلص تھا۔ شہرت سے ہمیشہ پرہیز کیا اپنی صلاحیتوں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ کسی اخبار یا رسالے میں کبھی اپنا کلام نہیں چھپوایا نہ کسی مشاعرہ میں پڑھا۔ چند اشعار ان کی بیاض سے انتخاب کر کے ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

ترے کرم کی ہمیں التجا نہیں کرتے
وہ کون ہیں جو ترا آسرا نہیں کرتے
نہاد گل کی شگفتی پہ لرز رہا ہے یہ دل
کہ دن خوشی کے کسی سے وفا نہیں کرتے

تمنا، شوق، حسرت، آرزو، امید، ناکامی
کتاب عشق کہتی ہے یہی ہیں سرخیاں میری
ذرے ذرے میں ہے اس حسن کا پرتو غافل
ناشناسی کی کوئی حد ہے شناسا ہو کر
وقت آخر ہے مبارک ہو سنورتے رہنا
ہم تو جاتے ہیں رہیں آپ خود آرا ہو کر

کر دیا ہے عشق نے اب ہر طرف سے بے نیاز
دل میں تیری یاد آنکھوں میں تری تصویر ہے
میں یہ کہتا ہوں یہ میری جان ہے اس کو نہ کھینچ
اور وہ قاتل یہ کہتا ہے کہ میرا تیر ہے

یہ کہہ کے اس نے جام کو منھ سے لگا لیا
پرہیزگار آپ اب ایسے کہاں کے ہیں

صدیق صاحب صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند تھے انھوں نے مذہبی شاعری بھی کی ہے پیغمبر اسلام کی ہجرت اور چند دیگر واقعات کو نظم کا لباس پہنایا ہے ایک

Marfat.com

مناجات بھی لکھی ہے۔

صدیق صاحب فارسی میں شعر کہنے پر بھی قدرت رکھتے تھے تاریخیں کہنے کا بھی شوق تھا۔ متعدد لوگوں کی تاریخ وفات کہی حکیم مولوی عبدالجلیل کی وفات پر قطعہ کہا تھا۔ جس کا مادہ تاریخ یہ ہے۔

از مہر ہجری نبی رفتہ سوئے دار القرار
عالم و فاضل، طبیب و مولوی عبدالجلیل

نہایت منتظم خوش سلیقہ، منکسر المزاج اور پابند وضع تھے آموں کے باغ لگانے کا بڑا ذوق تھا، انتہائی محنت اور جانفشانی سے قلمی آموں کے دو باغ لگوائے تھے جس میں بہت عمدہ عمدہ قسم کے آم ہوتے ہیں۔ صدیق صاحب کا حلقۂ احباب زیادہ وسیع نہ تھا لیکن جس سے دوستی کی زندگی بھر کے لیے کی ان کے ایک گہرے دوست اور بچپن کے ساتھی منشی محمد کفیل صاحب پسر حکیم مولوی عبدالجلیل صاحب تھے دونوں ایک دوسرے کے ہمدرد و غمگسار تھے صدیق صاحب کو ان سے زیادہ کسی اور سے شاید انس نہ تھا پچاس سال سے زیادہ دونوں کا ساتھ رہا ۱۹۶۹ء میں جب کفیل صاحب پاکستان چلے گئے تو صدیق صاحب اپنے کو بے یار و مددگار محسوس کرنے لگے اور بالکل بکھر سے گئے۔ اگلے ہی سال ۸ رجون سنہ ۱۹۷۰ء کو بعمر ۶۳ سال انتقال فرمایا۔ منشی محمد کفیل صاحب بھی پاکستان جاکر وہاں صدیق صاحب کی یاد میں بے چین رہتے تھے ڈیڑھ دو سال بعد ان کا بھی کراچی میں انتقال ہو گیا۔ صدیق صاحب نے ۴ لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔

Marfat.com

نشتر صاحب کی ایک بہن بھی تھیں جو عبدالحفیظ صاحب فریدی کو منسوب تھیں عبدالحفیظ صاحب منشی عبدالحئی خوشنویس کے نواسے اور ان کے چھوٹے بھائی عبداللطیف صاحب کے پوتے تھے عبدالحفیظ صاحب مرحوم بھی بڑے اچھے خوش نویس تھے خط نستعلیق اور شکست دونوں بہت اچھا لکھتے تھے انھوں نے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے عبدالمقتدر یادگار چھوڑے۔ عبدالمقتدر صاحب ایگریکلچر انسپکٹر ہیں آدمی معقول، شریف النفس ہیں۔ شعر و شاعری سے بڑا ذوق رکھتے ہیں کبھی کبھی خود بھی فکر سخن کرتے ہیں۔ (ش۔ا۔ص)

منّی لال جوآن

منّی لال جوآن ولد بابو گلاب رام محلہ سوداگران کے ایک متوسط گھرانے میں ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے پیشہ آبائی دوکانداری تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی پھر اردو اسکول نندلیہ سے مڈل پاس کرنے کے بعد اپنی شیرہ کی دوکان پر بیٹھنے لگے۔ شادی کم سنی ہی میں شاہجہاں پور کے ایک ذی عزت گھرانے میں کردی گئی تھی۔ پچیس برس کے سن میں والد کے انتقال کے بعد گھر کی تمام ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آن پڑی۔ رفیقہ حیات باشعور اور سلیقہ مند تھیں اس سے گھر کی حالت بگڑنے نہ پائی۔

شعر و شاعری کا شوق عنفوان شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا پہلے میر منصب علی شہر سندیلوی کے شاگرد ہوے۔ ان کے انتقال کے بعد پہلے خط

Marfat.com

کتابت کے ذریعہ آرزو لکھنوی سے اصلاح لی اور پھر جب آرزو صاحب منشی سید التفات رسول کے وہاں شاعرے میں تشریف لائے تو یہ ان کے باقاعدہ شاگرد ہو گئے۔ آرزو صاحب کا قیام سندیلہ میں کئی برس رہا۔ لہٰذا آپ کو قریب سے مستفیض ہونے کا موقع مل گیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں التفات رسول صاحب کے انتقال کے بعد آرزو صاحب لکھنو واپس گئے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد کلکتہ چلے گئے اسی زمانے میں جوآن صاحب کے مکان میں زبردست چوری کی واردات ہو گئی مال اسباب کے ساتھ عزدری کاغذات بھی چوری گئے۔ جوآن صاحب کے دل پر اس کا بڑا اثر پڑا اور دطن سے طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ جلد ہی بیوی اور بچوں کو شاہجہانپور روانہ کر کے خود استاد کے پاس کلکتہ پہنچ گئے۔ آرزو صاحب مرحوم بھی ان کے خلوص اور ریاضت سے بہت متاثر تھے اور بمبئی چلے جانے سے پیشتر ہی آرزو صاحب نے ان کے کلام پر اصلاح دینا بند کر دی تھی اور دوسروں کے کلام پر اصلاح دینے کا مجاز کر دیا تھا۔ جوآن صاحب تقریباً تیس برس تک کلکتہ میں رہے لیکن بڑی تنگی ترشی سے بسر ہوتی تھی۔ آخر عاجز آ کر سنہ ۱۹۶۱ء میں لکھنو چلے آئے اور محلہ ڈالی گنج میں سکونت اختیار کی۔ سرکار یوپی نے ادبی خدمات کے صلے میں کچھ پنشن مقرر کر دی تھی۔ جب تک زندہ رہے۔ شعر و شاعری کی خدمت ہی میں لگے رہے۔ ایک طویل علالت کے بعد ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۷۲ء کو لکھنو ہی میں انتقال کیا۔ شریک حیات کا انتقال سنہ ۱۹۷۰ء میں ہو چکا تھا۔ آپ کی ظاہری یادگار آپ کے بیٹے آنند بہاری لال گپت۔ یوپی سکریٹریٹ میں کسی اچھے عہدے پر فائز ہیں معنوی یادگاروں میں تقریباً سولہ چھوٹی بڑی تصانیف

Marfat.com

شائع ہو چکی ہیں۔ آئینہ مجود' فریاد د جواب فریاد' مرثیہ امام حسین وغیرہ۔ ردیف وار دیوان نامکمل رہ گیا اس لیے شائع نہ ہو سکا۔ آدمی بہت ملنسار، خوش اخلاق اور منکسر المزاج تھے' ڈیل ڈول کے بہت چوڑے چکلے لیکن طبیعت کے بہت نرم

نمونۂ کلام

دیوانۂ الفت کی جواں خاں یہی ہے | ہاتھوں میں ہے پتھر تو لہو بہتا ہے سر سے

مرنا قبول بات سے پھرنا نہیں قبول | آگے بڑھیں گے ہم رسن و دار دیکھ کر

نزہت ناکام پردہ بے نقاب آیا تو کیا | اب مزاج یار میں یہ انقلاب آیا تو کیا

اُدھر یہ فکر کہ محو جمال ہو کوئی | اِدھر یہ فکر نگاہوں کا اعتبار رہے

رباعی

بھولے سے نہ اخبار میں کچھ بھی چھپوائے | مضمون عجب کیا ہے جو قیمہ ہو جائے
یہ کچھ کا بہر حال لکھیں گے کچھ اور | کاتب کی عنایت سے خدا سب کو بچائے

(چودھری محمد نعیم سندیلوی)

قاضی نہال الدین نہال

آپ کا آبائی وطن تو قصبہ اسیون ضلع اناؤ تھا جہاں آپ کے مورث اعلیٰ عرب سے ہجرت کر کے وارد ہندستان ہو کر متوطن ہو گئے تھے۔ آپ کے دادا

Marfat.com

قاضی جلال الدین کی شادی اشراف ٹولہ سندیلہ کے ایک رئیس زمیندار خاندان چودھری پراگ کے یہاں ہوئی تھی اس لیے یہیں آ کر بطور خانہ داماد کے اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ والد کا نام قاضی کمال الدین تھا وہ بھی شاعر تھے ان کا غیر مطبوعہ دیوان راقم کے پاس موجود ہے۔ ایک شعر بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

کیا کیا نہیں کرتے ہو ستم ہم پہ مسیحا　　　　نادم تو ذرا ہو جیسے اب اپنی خطا ئے

قاضی نہال الدین صاحب سندیلہ میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم عربی و فارسی کی اپنے والد سے حاصل کی پھر جب ہم نشینوں کی صحبت کے اثر سے شاعری کا شوق پیدا ہوا تو پہلے راجہ درگا پرشاد مہر کے شاگرد ہوئے۔ اور پھر جب آرزو لکھنوی کا قیام منشی التفات رسول صاحب کے یہاں رہنے لگا اور قاضی صاحب موصوف بھی منشی صاحب موصوف کے یہاں بطور میر منشی ملازم تھے (اس سے پیشتر کچھ عرصہ محکمہ پولیس میں ملازمت کی تھی) آرزو صاحب سے ہر وقت ملاقات رہتی تھی ان کے کمال فن سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان کے شاگرد ہو گئے۔

قاضی نہال الدین صاحب کو فن تاریخ گوئی سے بڑی دلچسپی تھی اور اس میں بڑی مہارت حاصل کر لی تھی۔ سندیلہ کے بہت سے واقعات کی اور تقریبات پر ان کی تاریخیں موجود ہیں اور آج بھی لوگوں کو یاد ہیں مثلاً راجہ درگا پرشاد اور رانی جگرانی کنور کے درمیان جائداد کے سلسلے میں ایک معرکہ آرا مقدمہ بازی ہوئی تھی جس کی تفصیل چودھری وجاہت علی صاحب سندیلوی نے اپنی تالیف "متنازعہ وصیت نامہ" (مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء) میں درج کی ہے۔ رانی صاحبہ پریوی کونسل سے بالآخر کامیاب ہوئیں۔ قاضی نہال الدین صاحب نے قطعہ

Marfat.com

تاریخ لکھا جس کا مادہ تاریخ یہ تھا:-

لندن سے تار آیا رانی کو راج دیدو

(۱۳۲۲ھ)

چودھری محمد نعیم صاحب مجسٹریٹ ہوئے۔ قاضی صاحب نے تاریخ لکھی جس کے خاص اشعار یہ ہیں۔

نیک دل نیک طبع نیک صفات
شوم اب حضرت نعیم کی ہے
لکھ سر دل سے مصرع تاریخ
شکر ایزد مجسٹریٹ ہوئے (۱۳۲۲ھ)

غزل گوئی میں اپنے استاد آرزو لکھنوی کی روایات کو نبھایا ہے، نمونے کے طور پر تین اشعار درج ذیل ہیں:-

یاد میں ان مست آنکھوں کی مرے ہم اے نہال
اب اگر وہ ساقی بادہ بہ جام آیا تو کیا
دل جل کے خاک ہو مگر ان کو خبر نہ ہو
یارب کسی کی آہ رسا بے اثر نہ ہو
برا ہو عشق کا یارب جدھر ہو کر گزرتے ہیں
بگرمکر خویش و بیگانہ ہمارا نام دھرتے ہیں

قاضی صاحب کی پہلی شادی اپنی خالہ زاد بہن کے ساتھ ہوئی تھی لیکن وہ چند سال بعد فوت ہو گئیں دوسری شادی لکھیم پور کے ایک سادات خاندان میں

Marfat.com

ہوئی تھی جن سے ایک بیٹا سمیع الدین اور ایک بیٹی جبیبہ فاطمہ پیدا ہوئیں بیٹے کا انتقال اوائل عمر ہی میں ہو گیا۔ بیٹی کی شادی محلہ چودھرانہ سندیلہ کے چودھری منظور الحسن صاحب سے ہوئی جو ماشاءاللہ بقید حیات ہیں۔

قاضی صاحب کثیر الاحباب آدمی تھے۔ اشراف محلہ میں چودھری سرفراز علی صاحب چودھری عبدالباسط صاحب اور محلہ ہتوانہ کے چودھری عبدالودود صاحب اور چودھری عبدالقیوم صاحب سے بڑے مراسم تھے۔ نشتر سندیلوی مرحوم سے بھی بہت یارانہ تھا۔ ۱۹۴۷ء میں وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان بمقام بروئی مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(چودھری محمد فہیم)

۱۴۔ ڈپٹی کنور شیوراج بہادر

شیوراج بہادر صاحب سندیلہ کے اس ایک کائستھ قدیمی رئیس گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی ادب نوازی اور بے پایاں خدمات کے سلسلہ میں اب تک مشہور ہے۔ آپ کے دادا کا نام راجہ بھنپت رائے تھا جن کے تین بیٹے تھے۔ راجہ درگا پرشاد، کامتا پرشاد نجم رائے بہادر، کنور جوالا پرشاد۔ دو بھائی درگا پرشاد اور کامتا پرشاد بڑے ہی علم دوست اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ درگا پرشاد کا مہر اور کامتا پرشاد کا نجم تخلص تھا۔ تعلقداران سندیلہ میں آپ کا اچھا خاصا مقام تھا۔ کنور جوالا پرشاد صاحب گم کے ادبی ماحول سے متاثر تھے لیکن شاعر نہ تھے۔ آپ لوگوں کا آبائی وطن سندیلہ ہی تھا کنور

Marfat.com

جوالا پرشاد صاحب کے بیٹے کنور شیوراج بہادر کی پیدائش سندیلہ محلہ بھنوٹہ میں ۲۳ دسمبر ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی پر فارسی سے ہوئی۔ چچا راجہ درگا پرشاد نے مولوی صاحب کو نوکر رکھ دیا جو عناب اور فارسی کا درس دیتے تھے۔ مزید تعلیم کے لیے شفیق چچا نے لکھنؤ کیننگ کالج میں داخل کر دیا اپنے دیگر بھائیوں اور ملازموں کے ہمراہ کوٹھی نمبر ۱۲ قیصر باغ میں رہنے لگے۔ والد شاہ جہاںپور کے پاس تحصیلدار تھے لہٰذا وہ اس ذمہ داری سے بری تھے دوسرے اُس وقت مشترکہ خاندان کا رواج تھا تیسرے چچا بہت ہی شفیق اور مہربان تھے لہٰذا خاندان کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے جن کی تعریف آج بھی شیوراج صاحب بڑی حسرت سے کرتے ہیں۔ انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جلد ہی نائب تحصیلداری کے عہدے پر فائز ہو گئے گورکھپور کے ایک معزز خاندان میں منشی ٹہل سہائے کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہو گئی جن کے بطن سے سات لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ چھ لڑکیوں کی شادی ہو گئی صرف ایک لڑکی ابھی غیر شادی شدہ ہے جو ڈبل ایم۔ اے کر رہی ہے۔ بڑے بیٹے کنور نرلش بہادر لندن ہو آئے ہیں اور اس وقت دہرہ دون میں فارسٹ ریسرچ آفیسر کے عہدے پر فائز ہیں چھوٹے بیٹے کنور اٹیش بہادر لکھنؤ یونیورسٹی میں ایل۔ ایل۔ بی سکنڈ ایر کے طالب علم ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں۔

شیوراج بہادر صاحب متعدد جگہ فائز رہ کر ضلع ایٹہ میں عہدہ ڈپٹی کلکٹری سے ۱۶ نومبر ۱۹۵۰ء کو سبکدوش ہو گئے اور اپنے آبائی وطن سندیلہ

Marfat.com

واپس آ گئے جہاں اب تک قیام ہے۔ پرانے دوست تقریباً ختم ہو گئے۔ ہمہ وقت گھر ہی پر کتب بینی میں بسر ہوتا ہے کہیں آنا جانا قطعی نہیں ہے صحت عمر کے ساتھ کافی گر گئی ہے۔ بینائی کسی حد تک اب بھی برقرار ہے وہی قدیم لباس زیب تن کرتے ہیں یعنی پائجامہ کرتا شیروانی ٹوپی۔ پرانی تہذیب کے دلدادہ ہیں سچ پوچھیے تو وہ خود مکمل قدیم تہذیب کی یادگار ہیں نفاست صفائی انداز گفتگو سب چیز پرانی یادوں کو تازہ کرتی ہے۔ بڑے ہی خوش اخلاق اور خوش طبع انسان ہیں۔ غذا اب بالکل سادہ استعمال کرتے ہیں گوشت قطعی کھانا ترک کر دیا ہے گھر میں لہسن پیاز کا بھی اب استعمال نہیں ہوتا جبکہ پہلے بغیر گوشت کے نوالہ نہیں اٹھتا تھا شراب کو کبھی منہ نہیں لگایا۔ دوست احباب کا دائرہ بہت تنگ ہے بقول ان کے "ریٹائر آدمی کو کون پوچھتا ہے" کسی کام میں عار نہیں اگر مالی نہ ہو تو خود کھرپی لے کر باغبانی بھی کرنے لگتے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد تقریباً دس برس آنریری مجسٹریٹ کے عہدے پر بھی رہنے کا موقع ملا۔

سچ پوچھئے تو کنور شیوراج بہادر صاحب اپنے چچا راجہ درگا پرشاد مہر کی ہو بہو کاپی ہیں۔ علم کے دلدادہ، غریبوں کے مددگار، مفلسوں کے حامی علم کے کیڑے ہیں۔ قدیم یادوں کو سینے سے لگائے آبائی محل میں زندگی کے بقیہ دن باعزت گذار رہے ہیں۔ حیات میں اصول کو زبردست دخل ہے۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے اور وقت پر کرتے ہیں۔ چچیرے بھائی بخت بہادر بخت اور برج بہادر بھی شاعر تھے۔ لیکن آپ شاعر نہیں ہیں البتہ قدر دان شعرا میں

Marfat.com

سے ہیں۔ بڑی ہی بھولی اور معصوم شخصیت کے مالک ہیں۔ اور راجہ درگا پرشاد مہر کے سچے نام لیوا ہیں۔ خدا عمر دراز کرے۔ (چودھری محمد فہیم)

۱۴۲۔ خان بہادر چودھری نبی احمد

کتاب ہذا "مشاہیرِ سندیلہ" کے مولف چودھری نبی احمد ابن حکیم محمد رضا نبیرہ ملا وہاج الدین ابن ملا قطب الدین ادہمی گوپاموی کا خاندان مولویان اور قضاۃ کے نام سے مشہور تھا۔ اس خاندان میں قاضی مبارک اولیا، قاضی مبارک شارح سلم قاضی شہاب الدین ادہمی سے اکابر علمائے اسلام پیدا ہوئے۔ ملا قطب الدین مشاہیر علماء سے تھے جن کا تذکرہ 'مآثر الکرام' اور 'تراجم فضلاء' میں موجود ہے۔ حکیم صاحب چودھریان سندیلہ میں منسوب تھے جس کی وجہ سے گوپامو سے آکر سندیلہ میں آباد ہو گئے تھے۔ یہیں چودھری نبی احمد صاحب پیدا ہوئے۔ ابتدائی درسی کتب والد سے پڑھ کر عربی فارسی علمائے عصر سے پڑھیں۔ ہائی اسکول میں داخل ہوئے۔ انٹرنس پاس کر کے بھوپال میں پولیس میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ سب انسپکٹر رہے۔ نوکری ترک کر کے وطن آئے، کورٹ انسپکٹر ہو گئے پھر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور کوتوال رہے۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ بنارس۔ لکھنؤ۔ علی گڑھ میں زیادہ قیام رہا اعلیٰ کردگی پر گورنمنٹ نے خاں بہادر کا خطاب دیا۔ موصوف کاکوری کے شاہ حبیب حیدر قلندر صاحب سے عقیدت رکھتے تھے۔

شدھی سنگھٹن کے زمانے میں آگرہ میں تھے مبلغین اسلام کی بڑی امداد

Marfat.com

کی اور حسب تدبیر ہو سکا، مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ خلافت کی تحریک میں اپنے دوست ڈپٹی کلکٹر عین الدین کے ساتھ خفیہ حصہ لیا۔ آگرہ کے مسلمانوں کو گرفتاریوں سے بچایا۔ مولوی انعام اللہ خاں سکریٹری اور مولوی ضیاء الاسلام صدر ضلع خلافت کمیٹی وغیرہ آپ کی وجہ سے گرفتاری سے محفوظ رہے۔ مولوی سعید احمد مارہروی سے خصوصی تعلقات تھے۔ آگرہ میں حضرت میر نعمان بدخشی کے منہدم مزار کے گنبد کو درست کرایا۔ پنشن لے کر لکھنؤ میں قیام کیا اور سلطان المطابع قائم کیا۔ آخر عمر میں اپنے صاحبزادے چودھری تنہا الدین احمد صاحب کمانڈر بحریہ کے پاس کراچی چلے گئے تھے۔

دوران ملازمت فرائض منصبی کے ساتھ تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ چند فسانے لکھے تھے۔ بیرم خاں - وقائع عالمگیری - محمد بن تغلق۔ سلطان محمود غازی، تاریخ سندھ۔ تذکرہ مورخین مرقع بنارس آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ کراچی میں بھی تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رہا۔ مختصر تاریخ اودھ و تاریخ ریاست جھنجھوہ لکھ چکے تھے اور ۱۹۵۴ء میں محمد غوری پر ایک کتاب لکھ رہے تھے اور یہاں تک لکھا تھا کہ "محمد غوری کے انتقال کے بعد غزنی بے چراغ ہو گیا" کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور وہیں کراچی میں مدفون ہوئے۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ زوجہ اول سے کپتان چودھری تنہا احمد اور چودھری وصی احمد اور زوجہ ثانی سے چودھری رفیق احمد (عرف خاقان)، مسماۃ نکہت فاطمہ اور چودھری شفیق احمد (عرف سلمان) موجود ہیں۔

Marfat.com

کپتان شہاب احمد صاحب اپنے نانہال کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تعلیم پانے کے بعد بمبئی میں "ڈفرن" نامی جہاز پر جنوری ۱۹۳۱ء سے جہازرانی کی تربیت حاصل کرنا شروع کی۔ اس کے بعد مغل لائن کمپنی میں ۱۹۳۹ء میں ایک افسر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ دوسری جنگ عظیم میں 'رائل انڈین نیوی ریزرو' میں بحیثیت سب لفٹننٹ رہے۔ جنگ کے بعد کلکتہ بندرگاہ میں اسسٹنٹ ہاربر ماسٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان چلے گئے۔ جہاں وہ رفتہ رفتہ ترقی کرکے کپتان بحریہ ہو گئے تھے۔ مختلف جنگی مشقوں میں حصہ لیا اور اس سلسلے میں مختلف ممالک کا دورہ کیا۔ اور حج بھی۔ پاکستانی بحریہ سے سبکدوشی کے بعد مشرقی پاکستان کی دریائی مواصلات کے چیف ایگزیکیٹو کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حکومت پاکستان نے انھیں "ستارہ خدمت" کا بھی اعزاز عطا کیا تھا۔ فروری ۱۹۶۲ء میں وہ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے کہ حکومت پاکستان نے انھیں ریاض میں سعودی عرب بھیج دیا جہاں کچھ عرصہ وہ بحیثیت مشیر مواصلات حکومت سعودی عرب کام کرتے رہے۔ ۲۵ اکتوبر کو چھ ہفتہ کی رخصت پر کراچی آئے تھے کہ وہیں دو چار ہفتہ بعد بعارضہ کینسر انتقال ہوگیا۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے دین دار، مخیر، نیک اور کنبہ پرور تھے۔ خدا مغفرت فرمائے۔

دوسرے بیٹے چودھری وصی احمد کراچی کے مشہور رسالہ "ماہ نو" کے نائب مدیر ہیں۔

(رہاشمی)

Marfat.com

سندیلہ

آج کل

اشراف محلہ

آپ صمد چوراہے سے اعزاز رسول روڈ پر چلیں تو گویا اشراف محلہ میں داخل ہو جائیں گے۔ قدیم زمانے سے اس سڑک کے داہنی طرف چوراہے کے نزدیک رنگریزوں کی آبادی ہے ان میں سے بہت سے افراد لکھنؤ میں کاروبار کرتے ہیں۔ آگے بڑھیے تو پرانے شہ نشین سید حسن صاحب مرحوم (ولد سید فضل رسول صاحب مرحوم) کا مکان بائیں طرف ملے گا۔ اب اس مکان میں سید حسن صاحب کے بیٹے خورشید حسین صاحب مع اپنے قبائل کے رہتے ہیں۔ خورشید میاں پہلے میونسپل بورڈ میں ملازم تھے اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ اسی مکان کے دوسرے حصے میں خورشید میاں کے بڑے بھائی سید شہنشاہ حسین کے اہل و عیال رہتے ہیں۔ شہنشاہ صاحب کا اچانک چند سال ہوئے انتقال ہو گیا تھا ان دونوں بھائیوں کی بہنیں قمر بیگم صاحبہ کوثر بیگم صاحبہ بر لا نے میں رہتی ہیں ان دونوں کے شوہروں (نواب امجد علی خاں عرف منے آغا صاحب و جمشید مرزا صاحب) کا چند سال ہوئے انتقال ہو چکا ہے۔ منے آغا صاحب کے صاحبزادے نعیم آغا وکالت کرتے ہیں۔ جمشید مرزا صاحب کے پانچ صاحبزا

Marfat.com

ہیں۔

خورشید میاں صاحب کے متصل مغرب کی طرف جو اعزاز رسول صاحب کا اصطبل تھا اب وہاں جونیر میونسپل اسکول قائم ہو گیا ہے۔ اس کے داہنی طرف اسی سڑک پر غریب خانہ ہے جسے میرے دادا مولوی منظر علی صاحب مرحوم نے بنایا تھا۔ شروع بیسویں صدی میں ہمارے اس مکان میں تقریباً ساٹھ آدمی رہتے تھے اب اس مکان میں صرف میرے منجھلے چچا (سید ارتضا علی صاحب مرحوم) کے دو صاحبزادے سید التجا حسین عرف ننھے میاں اور سید اقتدا حسین عرف بنّے میاں رہتے ہیں۔ بنّے میاں نے تو شادی نہیں کی۔ ننھے میاں ملیح آباد کے ہائی اسکول میں ٹیچر ہیں۔ ان کی بیوی اور دو بچے ہیں۔ گھر کے دوسرے حصّے میں بھائی اعجاز احمد فاروقی صاحب مع اپنی ہمشیرہ رابعہ آپا صاحبہ کے مقیم ہیں۔

اسی سڑک پر ذرا آگے بڑھیے تو برادرم ڈاکٹر جمیل الدین (ولد مولوی خلیل الدین صاحب مرحوم) رہتے ہیں ڈاکٹری علاج کرتے ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہیں جلیل الدین و جلال الدین اور دو بیٹیاں معراج فاطمہ و منہاج فاطمہ ہیں۔ جلیل سلمہٗ تو پی ڈبلو ڈی آفس لکھنؤ میں ملازم ہیں۔ جلال سلمہٗ عرصے سے کراچی میں اقامت گزیں ہیں اور غالباً حبیب بینک میں ملازم ہیں۔ معراج سلمہا بھی کراچی میں ہیں اور منہاج سلمہا امروہہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں جو وہاں کے کالج میں ٹیچر ہیں۔

اسی سڑک پر اور آگے بڑھیے تو داہنی طرف قمر الدین قمر صاحب، نجم الدین صاحب، رضی احمد صاحب ڈپٹی کرامت حسین صاحب، احسن رضا صاحب مرحومین کے مکانات یا تو ویران پڑے ہیں یا فروخت ہو چکے ہیں صرف شرف الدین عرف ساغر میاں ولد

Marfat.com

محمد احمد صاحب مرحوم نے اب گوپامئو سے آکر (جہاں وہ عرصہ تک مقیم رہے تھے) اپنے مکان کی مرمت وغیرہ کرالی ہے اور اپنے والد صاحب کا عرس ہر سال بڑی دھوم سے کرتے ہیں۔ شادی نہیں کی۔ ان کی والدہ صاحبہ دو بہنیں اور دو بھائی کراچی (پاکستان) عرصہ ہوا چلے گئے۔

اسی سڑک پر ساغر صاحب کے مکان کے دکھن طرف میر منصب علی صاحب ہنر کا مکان ہے جو ویران ہے لاولد تھے ان کے اقربا لکھنؤ میں اقامت پذیر ہیں۔

اسی سڑک پر اور آگے بڑھیے تو بائیں طرف بروٹی کا چھوٹا سا محلہ ہے جس میں کسی زمانے میں افغانوں کے کئی مقتدر خاندان آباد تھے ان میں صرف شرافت حسین خاں صاحب باقیات الصالحات میں رہ گئے ہیں۔ میرے پرانے دوست ہیں خدا انھیں سلامت رکھے۔

اسی سڑک پر ذرا آگے چل کر داہنی طرف محمود علی خاں روڈ بن گئی ہے۔ محمود علی خاں صاحب بڑے محنتی اور بڑے جفاکش آدمی تھے انھوں نے اپنی محنت سے بڑی جائداد بنائی۔ ابھی پچھلے سال ان کا انتقال ہوا ہے اب ان کے بیٹے مسعود حسین خاں عرف بابو میاں اس جائداد کی دیکھ بھال بڑی ہوشیاری سے کر رہے ہیں۔

یہ سڑک (اعزاز رسول روڈ) آگے چل کر عیدگاہ اور دیبن تالاب تک چلی جاتی ہے۔ پہلے اسی سڑک پر محمد عربی صاحب بیرسٹر کی بڑی شاندار کوٹھی تھی لیکن اب اس کا نشان بھی نہیں ہے۔ ان کے بیٹے انس عربی اور احمد عربی صاحب ایڈوکیٹ کا سیتاپور میں چند سال ہوئے انتقال ہوگیا۔ احمد عربی مرحوم میرے ہم سن اور دوست تھے سیتاپور کے مشہور اور کامیاب وکیلوں میں تھے۔

Marfat.com

اب اس سڑک کے داہنی طرف وسط محلہ اشراف ٹولہ میں آئیے ۔ پرانے شرفا کے گھر کے گھر ویران پڑے ہیں بعض مکانات کا تو نشان بھی نہیں رہا۔ کس کس کو یاد کر کے روئیے ـــــ بہت سے خاندان پاکستان چلے گئے۔ بقیہ خاتمہ زمینداری (۱۹۵۲ء) کے بعد تلاش معاش میں سندیلہ سے باہر چلے گئے۔ جو حضرات یا جو خاندان باہر چلے گئے ان کے حالات لکھے جائیں تو ایک دوسری کتاب تیار ہو جائے اس لیے جو خاندان رہ گئے ہیں انھیں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

چودھری محمد نعیم صاحب پسر چودھری سرفراز علی صاحب مرحوم اپنے آبائی مکان میں رہتے ہیں، بڑے بیٹے محمد وسیم جو زوجہ اولی سے تھے پاکستان میں مع اہل و عیال مقیم ہو گئے ہیں۔ زوجہ ثانیہ سے دو بیٹے چودھری محمد فہیم ایم۔ اے (اردو) اور محمد شمیم سلمۂ متعلم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہیں۔ چودھری صاحب اپنے باغات اور آراضی کاشت کی دیکھ بھال خوب کر رہے ہیں۔ مینوسپلٹی کے ممبر ہیں اور بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔

چودھری عالم رضا صاحب (برادر خورد چودھری نبی احمد صاحب مرحوم مولف کتاب ہذا) کا انتقال ۱۹۷۳ء میں ہو گیا۔ بڑے پر جوش اور چھوٹوں سے محبت کرنے والے بزرگ تھے۔ انھوں نے پانچ اولادیں چھوڑیں۔ بڑے صاحبزادے ضیاء الدین اور بڑی صاحبزادی شوکت سلمہا (زوجہ سمیع الدین) کا قیام کان پور میں سلسلۂ ملازمت ہے۔ چودھری صاحب مرحوم کی بیوہ اور چھوٹے صاحبزادے لئیق احمد اور چھوٹی ناکتخدا بیٹی عذرا سلمہا اپنے مکان مسکونہ میں رہتی ہیں۔ دوسری بیٹی طلعت سلمہا کی شادی علی گڑھ میں ہوئی تھی آج کل وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ یہیں قیام پذیر ہے۔

جناب سید علی صاحب ولد امجد علی صاحب وکیل اپنے ننہال مبارک النساء بی بی مرحومہ

Marfat.com

کے قدیم مکان میں مع اہل و عیال رہتے ہیں۔ سید علی صاحب پہلے التفات رسول انٹر کالج سندیلہ میں ٹیچر تھے اب سبکدوش ہو گئے ہیں۔ بیٹا محمد طلحہ عرف عرفی سلمہٗ تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں زیر تعلیم ہے۔ بیٹیاں شہلا خاتون سلمہا و یاسمین سلمہا زیر تعلیم ہیں۔

بس اس قدر رہ گئی ہے اشراف محلہ کے پرانے شرفا کی آبادی۔ اسی محلہ کا ایک جزو ملتن ٹولہ کہلاتا ہے۔ وہاں منشی شتاق علی دچودھری وجاہت علی صاحب وکیل کے منشی) امیر احمد گھڑی ساز، حکیم عبدالحمید صاحب مرحوم کے صاحبزادے عبدالحبیب قابل ذکر ہیں۔ مولوی سخاوت علی صاحب کے پوتے (ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی مرحوم ریڈر شعبہ اردو لکھنؤ یونیورسٹی) و شفاعت علی اردو پروڈیوسر آل انڈیا ریڈیو اب لکھنؤ میں رہتے ہیں۔

جو گھر ویران ہو گئے ان میں سے اعزاز رسول صاحب مرحوم کے پرانے گھر میں اب کوئی نہیں۔ پہلے ان کے چچازاد بھائی افضال رسول صاحب رہتے تھے اب وہ پاکستان مع اہل و عیال کئی سال ہوئے چلے گئے۔ بیگم اعزاز رسول صاحبہ لکھنؤ میں رہتی ہیں جب سندیلہ آتی ہیں تو امرہٹہ والی کوٹھی میں جو اسٹیشن سندیلہ کے قریب ہے قیام کرتی ہیں۔

سید نقی احمد صاحب مرحوم کا مکان ویران ہو گیا۔ ان کے بڑے صاحبزادے سید وصی احمد ہاشمی صاحب عرصہ ہوا مع اہل و عیال کراچی چلے گئے۔ اپنے وطن سندیلہ کے عاشق زار ہیں۔ وہاں ایک ہفتہ وار رسالہ "عکاصفہ" کے نام سے نکالتے ہیں جس میں ان خاندانوں کے افراد کے متعلق خبریں درج ہوتی ہیں جو سندیلہ، کاکوری، ردولی خیرآباد وغیرہ قصبات اودھ کے وہاں مقیم ہو گئے ہیں (لفظ "عکاصفہ" کی حروف وار رعایت علوی، کرمانی، صدیقی، فاروقی، ہاشمی وغیرہ سے ہے) آج کل وہ کے مرض شد

Marfat.com

میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں شفا عطا فرمائے۔ مجھے اپنے کئی طویل خطوں سے اس کتاب کے سلسلے میں مشورہ کے طور پر نوازا ہے۔ دوسرے بیٹے ولی احمد ہاشمی صاحب محلہ جہانگر لکھنؤ میں بعد سبکدوشی ملازمت اقامت پذیر ہو گئے ہیں۔ نعیم احمد ہاشمی آج کل کاکوری میں رہتے ہیں۔ یقین احمد ہاشمی انسپکٹر محکمۂ تعلیمات بارہ بنکی میں ہیں، یمین احمد ہاشمی لکھنؤ ہی میں ہیں اور سب سے چھوٹے بیٹے فاروق احمد ہاشمی غالباً لاہور میں ہیں۔

عاشق علی عباسی صاحب کے مکان اب پتہ نہیں، ان کی صاحبزادی تحویلی صاحبہ کا دو سال ہوئے لکھنؤ میں انتقال ہو گیا، ان کی صاحبزادی عذرا اسلم ہا محلہ نشاط گنج لکھنؤ میں رہتی ہیں شادی شدہ ہیں، عاشق علی صاحب کے صاحبزادے عمر عباسی صاحب سُنا ہے پاکستان میں ہیں۔

محمد صہیب تقوی صاحب عرف معشوق میاں صاحب عرصہ ہوا کراچی چلے گئے تھے وہیں انتقال فرمایا۔ بڑی محبت اور شفقت کرنے والے بزرگ تھے۔ ان کی بھاوج یعنی بادشاہی چچی صاحبہ (زوجہ زبیر احمد تقوی) کا رانچی یا پٹنہ میں انتقال ہو گیا جہاں ان کے بیٹے رشید احمد تقوی محکمۂ پولیس میں ملازم تھے۔ رشید احمد تقوی صاحب کا بھی دو تین سال ہوئے انتقال ہو گیا اب ان کی بیوہ اور بیٹے رانچی میں مقیم ہیں۔

چودھری عبدالباسط صاحب و چودھری محب اللہ صاحب و چودھری صغیر احمد صاحب کا مکان اب سنسان پڑا ہے۔ عبدالباسط کے بیٹے چودھری ذکاء اللہ صاحب پاکستان چلے گئے تھے وہیں وفات پائی ان کے بال بچے وہیں ہیں۔ چودھری محب اللہ صاحب کے بڑے بیٹے چودھری ثروت اللہ کرمانی صاحب حیدر آباد سندھ میں وکالت کرتے ہیں، دوسرے فرحت اللہ کرمانی صاحب لکھنؤ میں ہیں، ضلع انجینئر تھے اب سبکدوش

Marfat.com

ہو چکے ہیں ۔ چھوٹے شفقت اللہ کرمانی صاحب ہردوئی میں اقامت گزیں ہیں بیٹیوں میں عفت کرمانیہ صاحبہ کراچی میں ہیں اور نزہت سلمہا لکھنؤ میں ہیں ۔

منشی قبول احمد صاحب کے بڑے بیٹے اظہار احمد فاروقی صاحب کا انتقال لکھنؤ میں ۱۹۵۹ء میں ہو گیا تھا ۔ دوسرے اعجاز احمد فاروقی اور بہن رابعہ آپا راقم الحروف کے مکان میں رہتی ہیں ۔ چھوٹے جنرئیل احمد فاروقی صاحب وکیل لاہور چلے گئے وہیں انتقال ہوا اب ان کے بال بچے کراچی میں ہیں ۔ منشی مقبول احمد صاحب کے صاحبزادے عرفان احمد فاروقی، غفران احمد فاروقی اور عمران احمد فاروقی میں سے اول الذکر نے تو پاکستان میں وفات پائی ۔ غفران احمد صاحب کے حالات درج کئے جا چکے ہیں ۔ عمران احمد صاحب بھی پاکستان میں ہیں ۔ سید رضی احمد صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے جری احمد سید صاحب پاکستان ڈپٹی کنٹرولر ملیٹری اکاؤنٹس تھے اب سبکدوش ہو کر راولپنڈی میں سکونت کرلی ہے ۔ دوسرے صاحبزادے ذکی احمد سید بھی پاکستان میں ملازم ہیں اور سب سے چھوٹے تقی احمد سید لندن بی بی سی کے اردو پروگرام میں کام کرتے ہیں ۔

میرے چچیرے بھائی سید انور علی مرحوم (ولد سید اصغر علی ولد سید اظہر علی) کی بیوی اور بچے کراچی میں ہیں ان کا بڑا بیٹا یوسف علی ہاشمی بحریہ پاکستان میں انجینیر ہے ۔

سہروردی خاندان کے افراد مثلاً کبیر الدین، صغیر الدین، امیر الدین اور ضمیر الدین جن کا آبائی مکان حافظ کرم صاحب کا مکان تھا سب کراچی میں ہیں ۔

اب یہاں پر اشراف محلہ کا حال ختم کیا جاتا ہے ۔

(ہاشمی)

Marfat.com

محلہ منڈئی

یہ قصبہ ایک گنجان آباد محلہ ہے خاص کر منڈئی امام چوک کا علاقہ اپنی غیر معمولی چہل پہل اور رونق کے لیے ہمیشہ مشہور رہا ہے، اس محلہ کی آبادی قصبہ کے مغرب کی جانب "وودو منزل" سے شروع ہوتی ہے منشی عبدالودود صاحب مرحوم جن کے نام سے کوٹھی موسوم ہے ایک ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ موصوف کافی عرصہ تک ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ سندیلہ کے ممبر اور بنچ مجسٹریٹ رہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے منشی عبدالفتاح صاحب صدیقی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ممبر میونسپل بورڈ سندیلہ اور سکریٹری شاہ آباد (ضلع ہردوئی) رہے۔ کچھ عرصہ تک سندیلہ میں بھی وکیل کی حیثیت سے کام کیا پھر ۱۹۶۴ء میں پاکستان چلے گئے اور وہاں ایک کامیاب وکیل ہیں۔ دوسرے صاحبزادے منشی عبدالسمیع صاحب صدیقی۔ بی۔ ایس۔ سی ایگریکلچر کوآپریٹو محکمہ میں ملازم رہ کر ڈپٹی رجسٹرار کے عہدہ سے سبکدوش ہو کر اب سندیلہ ہی میں قیام پذیر ہیں، ان کے تیسرے صاحبزادے منشی عبدالحسیب صاحب صدیقی کا انتقال عہدِ شباب میں ہو گیا۔ اسی وودو منزل میں خان بہادر مولوی مجتبیٰ علی صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے اجتبیٰ علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ریٹائرڈ سب رجسٹرار مقیم ہیں۔ خان بہادر صاحب مرحوم کے دوسرے صاحبزادہ مولوی اقتدا علی صاحب یو۔ پی سکریٹریٹ لکھنؤ میں ملازم ہیں۔ وودو منزل کے متصل چودھری عبدالصمد صاحب مرحوم کے صاحبزادے چودھری عبدالحق صاحب اپنے ذاتی مکان میں رہتے ہیں یہ کافی عرصہ سے میونسپل کمشنر ہیں۔ ان کے صاحبزادے چودھری ضیاالحق صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، تھوڑے فاصلے پر مسرت علی صاحب ولد منشی فیاض علی صاحب میونسپل کمشنر رہتے ہیں ان کے بڑے بھائی شوکت علی صاحب آئی۔ آر انٹر کالج میں کلرک ہیں، ان کے مکان کے متصل سید وجاہت علی صاحب ریٹائرڈ قرق امین ساکن

Marfat.com

"قصبہ سانڈی (ہردوئی) اپنے ذاتی مکان میں قیام پذیر ہیں۔ ان کے بڑے صاحبزادے
سید تصدق حسین صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس مجسٹریٹ ضلع سیتاپور کے ہسپتال میں ڈاکٹر
ہیں کچھ فاصلہ پر حکیم حامد حسین صاحب بلگرامی اپنے ذاتی مکان میں معہ متعلقین اب مستقل طور پر
مقیم ہیں۔ مغرب کی جانب قدیم شیعہ مسجد کے متصل سید ابوالحسن صاحب مرحوم کے صاحبزادہ
سید نظام عسکری صاحب رضوی ملازم بورڈ آف ریونیو لکھنؤ کا قیام ہے۔ ابوالحسن صاحب
کے برادر خورد سید ذوار حسین صاحب رضوی ریٹائرڈ اسسٹنٹ چیف کورٹ لکھنؤ معہ اپنے صاحبزادوں
کے لکھنؤ میں قیام پذیر ہیں۔ اس مکان کے متصل شیخ علی عباس صاحب معہ اپنے متعلقین
کے رہتے ہیں۔ اس مکان کے قریب ہی ان کے چھوٹے بھائی علی عباس صاحب معہ اپنے
متعلقین کے قیام کرتے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد اصغر صاحب کمپاؤنڈر اسی مکان میں
رہتے ہیں ان کے صاحبزادہ شیعہ ڈگری کالج میں بی۔ اے۔ اور وکالت کے درجوں میں تعلیم
حاصل کر رہے ہیں۔ شمال کی جانب قریب ہی مولوی ضامن علی صاحب مرحوم کا مکان
ہے جو عربی اور فارسی کی کافی قابلیت رکھتے ہیں اور اپنی علمیت اور خلق کی وجہ سے قابل احترام
سمجھے جاتے تھے ان کے صاحبزادہ شیخ کاظم علی صاحب مرحوم نمبردار کے صاحبزادے دلاور حسین
صاحب اور قاسم علی صاحب سرکاری ملازم ہیں۔ ان کے مکان سے کچھ دوری پر مشرق کی
جانب محمد عیوض صاحب مرحوم تحصیلدار کا مکان اور قدیم امام باڑہ ہے۔ تحصیلدار صاحب
کے خاندان کے تمام افراد پاکستان میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ اب اس مکان میں
ماسٹر سید صولت حسین صاحب ملازم آئی۔ آر۔ انٹر کالج معہ متعلقین کے مستقل طور پر رہتے
ہیں۔ چند قدم کے فاصلے پر اپنے موروثی قدیم مکان میں سید حافظ حسین اسیر بی۔ اے۔
ایل۔ ایل۔ بی۔ ایل۔ ٹی ریٹائرڈ گورنمنٹ ٹیچر رہتے ہیں۔ ان کے بڑے صاحبزادہ سید اقبال

Marfat.com

امام رضوی انجینئر ہیں اور دوسرے صاحبزادہ سید اجلال امام رضوی بی۔ ایس۔ سی آنرز علیگ، لکھنؤ یونیورسٹی میں ڈی۔ پی۔ اے کے درجہ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اسی مکان میں سید مشتاق حسین صاحب مع اپنے صاحبزادہ سید قمر اشتیاق رضوی کے رہتے ہیں۔ سید عباس حسین صاحب رضوی ایم۔ اے۔ ایم ایڈ علیگ لکچرار علم نفسیات مسلم یونیورسٹی مع صاحبزادگان بہ سلسلۂ ملازمت علی گڑھ میں مقیم ہیں۔ سید اصغر حسین صاحب زمینداری کا کام دیکھتے ہیں بالکل سامنے سید اسرار حسین صاحب کے صاحبزادے سید انتظار حسین صاحب رضوی بی۔ ایس۔ سی انجینئرنگ علیگ انجینئر رہتے ہیں، سید امتشار حسین رضوی ملٹری ڈاکٹر ہیں سید عمار حسین صاحب رضوی ایم۔ ایس۔ سی علیگ، سید وقار حسین صاحب رضوی علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اسی مکان میں چودھری علی مظفر صاحب بی۔ اے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ ڈپٹی انسپکٹر مقیم ہیں

جنوب کی جانب متصل گیونڈی تالاب سید محمد علی صاحب۔ قانون گو چکبندی اور محمد عباس صاحب ملازم میونسپل بورڈ رہتے ہیں، اسی مکان میں سید محمد وصی صاحب ریٹائرڈ مع اپنے صاحبزادگان کے رہتے ہیں جو سکریٹریٹ میں ملازم ہیں۔

مشرق کی جانب شیخ اختر علی صاحب صدیقی ہیڈ کلرک میونسپل بورڈ رہتے ہیں ان کے چھوٹے بھائی مشرف علی صاحب ایم۔ کام۔ آئی۔ آر انٹر کالج میں لکچرر ہیں۔ قریب ہی شیخ مقبول علی صاحب کا قیام ہے ان کے صاحبزادہ شیخ ضمیر علی صاحب اسسٹنٹ آڈیٹر ہیں مقبول صاحب کے مکان کے سامنے ہی منشی سبحان علی صاحب کا مکان ہے جو پولیس میں ملازم تھے آدمی بڑے صاف گو دیندار اور معقول ہیں ان کے پانچ صاحبزادے ہیں جو سب تعلیم یافتہ ہیں۔ منجھلے صاحبزادے حشمت علی صاحب بدایوں اسلامیہ کالج میں پرنسپل رہ چکے ہیں تھوڑے فاصلہ پر سید علی ضامن صاحب کاظمی ایم کام آڈیٹر رہتے ہیں۔ ان کے بھائی

Marfat.com

سید علی حیدر اور علی شبتر صاحب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ملازم ہیں، امام باڑہ محمد عوض صاحب تحصیل دار کے سامنے ڈاکٹر محمد وصی صاحب ایم۔ اے لائبریرین میونسپل بورڈ رہتے ہیں۔ ڈاکٹر سید اظہار حسین صاحب ساکن نیوتنی اپنے نئے تعمیر شدہ مکان میں رہتے ہیں۔

مشرق کی جانب چودھری فتح علی صاحب مرحوم قصبہ کے معززین میں سے تھے، ان کے صاحبزادے موروثی قدیم کوٹھی میں قیام پذیر ہیں، صاحبزادوں میں چودھری شفقت علی صاحب۔ نزہت علی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر اور صفوت علی صاحب کا مستقل قیام ہے۔ سطوت علی صاحب اور راشد علی صاحب پاکستان چلے گئے، حکیم فرحت صاحب اور ثروت صاحب کا انتقال ہوگیا۔ پاس ہی چودھری وجاہت علی صاحب ایڈووکیٹ رہتے ہیں ان کے بڑے صاحبزادہ نہال عظمت صاحب ہردوئی میں وکالت کرتے ہیں اور دوسرے صاحبزادہ جمال عظمت صاحب انجنیئر ہیں۔ (سید حافظ علی اسیر سندیلوی)

محلہ مہتوانہ

مہتوانہ اس قصبہ کے قدیم محلوں میں سے ہے اس محلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے بڑے بڑے علماء، فضلاء، صوفیہ اور رؤسا کو منصۂ شہود پر جلوہ گر کیا ملا حمد اللہ، مولوی حمید علی، راجہ خصلت حسین، راجہ درگا پرشاد وغیرہم سب اسی محلے کے باشندے تھے تعلقداروں اور چودھریوں کے تو زیادہ تر مکانات اسی محلہ میں تھے کچھ عجب نہیں کہ بڑے لوگوں کے بجائے قیام کے باعث اس محلہ کا نام مہتوانہ پڑا ہو اب بھی اس محلہ کے در و دیوار میں صنادید عجم کے کچھ کچھ نشانات باقی ہیں، دور حاضرہ میں یوپی اسمبلی کے ایم۔ ایل۔ اے کاشی ناتھ مہروترا پروفیسر چودھری محمد سلطان، کانگریس کے ایک پرانے سرگرم کارکن لالہ لکھن ناتھ مہروترا کے مکانات اسی محلہ میں ہیں، راجہ درگا پرشاد مہر کے خاندان کے لوگوں میں کنور شیو راج

Marfat.com

بہادر ڈپٹی کلکٹر اسی محلہ میں رونق افروز ہیں۔ ملا حمد اللہ کی اولاد میں جو لوگ اس قصبہ میں باقی بچے ان میں محمد اطہر نفیس، عبدالحلیم و خلیل الرحمن پسران حافظ مہدی، محمد نعیم ابن حافظ محمد، ڈاکٹر شکیل صدیقی، مولوی شفیق احمد عارف علی ابن مولوی حامد علی کے مکانات اسی محلہ میں ہے شعرائے نامور نشتر سندیلوی اور مقبل سندیلوی اور محکمۂ پولیس کے ایک لائق آفیسر چودھری انعام علی سپرنٹنڈنٹ کی جائے سکونت کا فخر اسی محلہ کو حاصل ہے۔

سندیلہ ریلوے اسٹیشن سے اتفاقات رسول انٹر کالج ہوتی ہوئی جو سڑک آبادی کی طرف آتی ہے کھنتارہ نام کا ایک تالاب آبادی شروع ہونے سے پہلے وہاں پڑتا ہے اس تالاب کے شمال جانب وہ تاریخی مدرسہ تھا جسے ملا حمد اللہ کے بڑے صاحبزادے مولانا عسکر علی المخاطب بہ فضل اللہ خاں نے قائم کیا تھا اس کا تاریخی نام خیر المدارس تھا اب قبرستان میں بدل چکا ہے لیکن مشہور مدرسۂ قدیم یا پرانے مدرسہ کے نام سے ابھی تک ہے اس کے شمال جانب سے محلہ جھتوانہ کی آبادی شروع ہوتی ہے مدرسہ کے بالمقابل ایک چکی ہے جو شری کرشن گپتا نے لگائی تھی ان کا انتقال ہوئے کافی عرصہ ہوا سری کرشن گپتا صاحب کے تین لڑکے رام بھجن، گوپی ناتھ اور رام نرائن ہوئے جن میں سے لالہ رام بھجن کا انتقال ہو گیا ان کے چار صاحبزادوں میں لالہ نبی دھر، لالہ نند کشور اور لالہ جگدیش پرشاد موجود ہیں سب سے بڑے صاحبزادے لالہ شیو داس تھے جن کا انتقال ہوئے تین چار سال ہو گئے ان کی انگریزی دواؤں کی دوکان بازار میں ہے جسے اب ان کے لڑکوں نے سنبھالا ہے۔ سری کرشن گپتا کے دوسرے صاحبزادے لالہ گوپی ناتھ کے چھ لڑکے لالہ جے نرائن لالہ دیبی دیال، ڈاکٹر شمبھو دیال، لالہ رام سرن ایگزیکیوٹیو انجینیر، لالہ گنگا سرن اور لالہ رام سیوک ہیں سب کے سب لائق اور خلیق ہیں۔ گپتا صاحب مرحوم کے تیسرے صاحبزادے

Marfat.com

لالہ رام نرائن کے دو لڑکے لالہ گنیش پرشاد اور لالہ رمیش چندر ہیں۔ تھوڑے فاصلے پر کاشی ناتھ مہروترا صاحب کا مکان ہے کاشی ناتھ صاحب اس قصبہ کے نامور لوگوں میں ہیں عرصہ تک میونسپل کمشنر رہے اب کئی سال سے ایم ایل اے ہیں آدمی خلیق اور لوگوں کے کام آنے والے ہیں ان کے چار لڑکے ہیں جو سب کاروبار میں لگے ہوئے ہیں کاشی ناتھ مہروترا کے مکان سے ملحق راجہ ناگیشور سہائے صاحب کی کوٹھی ہے جو اب ویران پڑی ہے اور شکستہ حالت میں ہے۔ راجہ ناگیشور سہائے شمبھو سہائے صاحب کے صاحبزادے اور رانی جگ رانی کنور صاحبہ کے حقیقی بھتیجے اور متبنٰی ہیں ان کا قیام لکھنؤ میں رہتا ہے بڑے منکسر المزاج، ذی علم اور با اخلاق شخص ہیں اردو اور فارسی ادب کا ذوق رکھتے ہیں۔ راجہ ناگیشور سہائے صاحب کی کوٹھی سے تھوڑے فاصلہ پر کنور راج بہادر صاحب مرحوم کا وسیع و عریض مکان ہے کنور راج بہادر کے چھ صاحبزادے تھے جن میں کنور شیام بہادر، کنور کرشن بہادر، کنور سرتاج بہادر، کنور رلتے بہادر اور کنور ہری ناتھ بہادر بقید حیات ہیں۔ کنور کرشن بہادر ہردوئی میں وکالت کرتے ہیں۔ کنور شیام بہادر اب گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ ان کے بڑے صاحبزادے کنور مہیش پرشاد ایم اے جو التفات رسول انٹر کالج میں وائس پرنسپل تھے تقریباً چودہ سال ہوئے بورڈ کے امتحانات کی ڈیوٹی کے دوران قتل کردیئے گئے اس صدمہ سے کنور شیام بہادر کی زندگی میں افسردگی پیدا ہوجانا فطری بات ہے ان کے چھوٹے صاحبزادے سریش بہادر ہردوئی میں لکچرر ہیں کنور سرتاج بہادر ایم اے ایل ایل۔ بی۔ ایل ٹی التفات رسول انٹر کالج سندیلہ میں انگریزی کے لکچرر تھے اور بڑے لائق استادوں میں تھے دو سال ہوئے ملازمت سے سبکدوش ہوگئے اب وکالت کرتے ہیں بڑے ذی علم، با اخلاق اور اپنے شاگردوں سے شفقت کرنے والے

بزرگ ہیں کنور ہرناتھ بہادر نے چکنی لگا رکھی ہے جس سے وہ اپنی روزی پیدا کرتے ہیں کنور مہاراج بہادر کا انتقال ہو گیا۔ کنور راج بہادر مرحوم کے مکان کے بعد ہی راجہ درگا پرشاد مہر سندیلوی کی محلسراؤں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے راجہ درگا پرشاد کی ہستی اس قصبہ کے لیے ہی نہیں بلکہ اس صوبہ کے لیے باعث فخر تھی۔ فارسی کے بے مثل شاعر، نثرنگار، مورخ اور ایک بلند پایہ ادیب تھے راجہ صاحب مرحوم کی یہ محلسرائیں اگر ایک طرف اپنے بنانے والے کی عظمت وشان کا پتہ دیتی ہیں تو دوسری طرف دنیا کی بے ثباتی پر نوحہ خواں ہیں ان میں سے بیشتر سنسان پڑے ہیں۔

راجہ صاحب کے ایک صاحبزادے راجہ جنگ بہادر مرحوم تھے جو طویل عرصہ تک سندیلہ میونسپل بورڈ کے چیرمین رہے تھے ان کی اولاد میں اب کوئی بھی سندیلہ میں قیام پذیر نہیں ہے البتہ راجہ درگا پرشاد صاحب کے بھتیجے یعنی کنور جوالا پرشاد صاحب کے صاحبزادے کنور شیوراج بہادر ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر نے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنے آبائی وطن کو اپنے قیام سے شرف بخشا ہے ڈپٹی صاحب کی عمر اس وقت لگ بھگ اسی سال کی ہوگی علم دوستی سیر چشمی اور مروت واخلاق سے جو ان کا خاندانی ورثہ ہے بڑی حد تک بہرہ مند ہیں۔ ڈپٹی صاحب کی کوٹھی کے بالمقابل ماسٹر چھنو لال صاحب کیوڑ مرحوم کا مکان ہے ماسٹر صاحب ڈی اے وی اسکول (جو اب التفات رسول انٹر کالج ہے) میں اسسٹنٹ ماسٹر تھے پرانی وضع کے اُن ماسٹروں میں تھے جو اپنے شاگردوں کو علم کے خزانے سے مالا مال کر دیا کرتے تھے ان کے ایک صاحبزادے شیام نرائن کا انتقال ہو گیا دوسرے لڑکے رام ناتھ لکھنؤ میں ملازم ہیں سندیلہ والے مکان میں ان کے پوتے رمیش ناتھ رہتے ہیں جو محکمہ ٹرانسپورٹ میں ملازم ہیں اور آج کل گورکھپور میں تعینات ہیں

Marfat.com

ماسٹر چھوٹو لال صاحب کے مکان سے ملحق سید ظفر احمد صاحب مرحوم پسر سید فدا علی صاحب مرحوم کا مکان ہے۔ ظفر احمد صاحب مرحوم کے تین صاحبزادے شفیق احمد، دلدار احمد اور رضی احمد ہیں شفیق احمد کراچی (پاکستان) میں ہیں دلدار احمد اور رضی احمد نے سیتاپور میں سکونت اختیار کر لی ہے ظفر احمد صاحب کی ایک صاحبزادی لکھنؤ میں ڈاکٹر شفیق احمد عثمانی کو منسوب ہیں، ظفر احمد صاحب کے مکان سے ملحق حاجی ثامن علی صاحب کا مکان تھا جو اپنے صاحبزادوں کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے تھے وہیں ان کا انتقال ہو گیا اس مکان کو جو ثامن علی صاحب کے پاکستان جانے کے بعد کھنڈر ہو گیا تھا برج کشور نگم پسر بابو بالکشور نگم نے خرید کر کے از سر نو باقاعدہ تعمیر کرایا ہے اور اسی میں رہتے ہیں۔ برج کشور سندیلہ تحصیل میں قانون گو ہیں ان کے مکان کے بالمقابل مولوی حامد علی ابن مولوی حافظ علی کا مکان ہے جو اب کھنڈر ہو چکا ہے اور اس کی چہار دیواری بھی گرتی جا رہی ہے۔ مولوی حامد علی مولانا شاہ حید علی ابن ملا حمد اللہ کی اولاد میں ہیں۔ ہر دوئی کلکٹری میں ممتاز عہدوں پر فائز رہے اور تقریباً دس سال ہوئے پنشن پا کر لکھنؤ میں اپنے بڑے لڑکے عابد علی سپلائی انسپکٹر کے ساتھ رہتے ہیں ان کے منجھلے صاحبزادے عارف علی انتفات رسول انٹر کالج میں ریاضی کے ٹیچر ہیں۔ حامد علی صاحب کے دو اور صاحبزادے آصف علی اور عاصم علی لکھنؤ میں زیر تعلیم ہیں۔ حامد علی صاحب کے مکان سے تھوڑا آگے بڑھتے پر مولوی محمد عبد الحفیظ ابن مولوی عبد العزیز صاحب کا مکان ہے یہ دیوان خانہ کہلاتا تھا اور اس کے اندر مختصر سی مسجد بھی ہے مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی جب سندیلہ تشریف لاتے تھے تو اسی دیوان خانہ میں مہینوں قیام فرماتے تھے۔ مولوی عبد الحفیظ

Marfat.com

خانوادۂ ملا دائم سے ہیں۔ اینمل ہسبنڈری کے محکمہ میں ہیڈ اسسٹنٹ تھے پنشن کے بعد بڑی دین داری کی زندگی گزاری۔ دینی کتب کے مطالعہ سے بڑا شغف تھا بڑے خوش وضع خوش رو اور متدین تھے۔ ۲ مارچ ۷۶ء کو بعمر ۶۷ سال انتقال کیا ان کے تین صاحبزادے محمد عبدالحلیم، محمد عبدالعتیق اور محمد عبدالمبین اور پانچ لڑکیاں یادگار ہیں۔ لڑکے سب سلسلۂ ملازمت باہر ہی ہیں۔ عبدالحفیظ صاحب کے برادر کوچک مولوی عبدالوحید صاحب حلیم بردبار اور خاموش طبع شخص ہیں، مدرسۂ تعلیم القرآن سندیلہ میں معلم ہیں۔ عبدالحفیظ صاحب کے مکان کے بعد ہم اس سڑک پر آجاتے ہیں جو جنوب میں مدرسۂ قدیم کو اور شمال میں موسیٰ پور کو جاتی ہے اسی مقام پر ایک بہت بڑا پتھر کا کنواں ہے یہیں مولانا حمداللہ صاحب شارح سلم کے اخلاف کے مکانات ہیں یہی محلہ مولویانہ کہلاتا تھا۔ کنویں کے بالکل سامنے شرق رویہ خاں صاحب حاجی محمد زاہد علی شاہ صاحب مرحوم ابن الحاج شاہ واجد علی صاحب نبیرۂ ملا حمد اللہ کا مکان ہے جس میں زاہد علی شاہ صاحب کی بیوہ اور ماسٹر محمد اطہر نصیت سندیلوی نبیرۂ مولانا حمد اللہ مع اپنے اہلیہ کے رہتے ہیں اس مکان کے سامنے مولانا شاہ جمیل الدین عرف کلو میاں اور ملا حمد اللہ کے پوتے مولانا شاہ اطہر علی کا مزار ہے ایک احاطہ کے اندر یہ مزارات ہیں جس میں اور بھی بہت سی قبریں ہیں اسی احاطہ سے ملحق نصیب علی کا مکان ہے جو حاجی منگو کے پوتے ہیں۔ خاں صاحب الحاج زاہد علی شاہ کے مکان کے بعد جانب مشرق مولوی محمود احمد حشر تلمیذ آرزو لکھنوی اور مولوی محمد احمد صاحب کا مکان ہے۔ مولوی محمود احمد کے صاحبزادے منیر احمد پاکستان میں ہیں یہ فوج میں کرنیل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے مولوی محمد احمد کے ۶ صاحبزادے بشیر احمد،

Marfat.com

فصیر احمد، مشیر احمد، صغیر احمد، ظہیر احمد اور شفیق احمد تھے اب صرف شفیق احمد بقید حیات ہیں جو بہرائچ میں ملازم ہیں آدمی معقول خلیق اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ مولوی ضمیر احمد صاحب کا گزشتہ سال انتقال ہوگیا۔ اب اس مکان میں اُن کی بیوہ اور لڑکیاں رہتی ہیں اس مکان کے سامنے جانب شمال حکیم مولوی عبد الوکیل صاحب ابن حکیم مولوی محمد عبد الجلیل صاحب مرحوم کا مکان ہے عبد الوکیل صاحب کا انتقال اپریل ۸۰ء میں ہوگیا ان کے صرف ایک لڑکے ڈاکٹر محمد شکیل احمد لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں استاد ہیں مکان میں عبد الوکیل صاحب کی بیوہ رہتی ہیں۔ ڈاکٹر شکیل لکھنؤ سے ہفتہ میں دو تین بار اپنی والدہ کی خدمت میں آتے رہتے ہیں۔ عبد الوکیل کے مکان سے متصل حاجی محمد نظیر ابن محمد جمیل صاحب کا مکان ہے جمیل صاحب لوکا حکیم عبد الجلیل کے بڑے بھائی تھے۔ محمد نظیر صاحب کے ۴ لڑکے اور ۵ لڑکیاں ہیں نظیر صاحب کے مکان کے بعد حافظ احمد علی عرف منّو کا مکان ہے ان کے دو صاحبزادے حیات علی اور فیاض علی ہیں۔ حیات علی الہ آباد میں ملازم ہیں۔ فیاض علی مع اہل و عیال اپنے اس آبائی مکان میں سکونت پذیر ہیں ان کے ۶ لڑکے ہیں سب سے بڑے لڑکے ارشاد علی گورنر صاحب کے دفتر میں ملازم ہیں۔ حافظ منّو صاحب کے مکان کے بالکل پشت پر جانب شمال مولوی محمد فرخ حسن شاہ صاحب کا مزار ہے جو اس قصبہ کے بلند پایہ درویشوں میں تھے۔ مولوی شاہ محمد فرخ حسن کے صاحبزادے شاہ نور الحسن عرف اچھو میاں اپنے آبائی مکان میں مع اپنی دو شادی شدہ ہمشیرگان کے رہتے ہیں ایک بہن حکیم عبد العظیم اور دوسری عبد الحکیم پسران حکیم شاہ عبد الحمید خلیفہ مولوی شاہ فرخ حسن کو منسوب ہیں۔ یہ سب اسی مکان میں رہتے ہیں، دونوں بھائی

Marfat.com

حسن اخلاق میں بے مثل ہیں۔ شاہ نورالحسن صاحب کے ایک بھانجے رفعت حسین ہاشمی ابن حکیم سید فراست حسین جن کا مکان محلہ درگاہ شریف میں تھا اب اسی مکان میں رہتے ہیں۔ فرخ حسن شاہ صاحب کے مکان سے ملا ہوا ان کے پیرومرشد حاجی الحرمین حاجی محمد بخش صاحب کا مکان ہے حاجی صاحب مرحوم بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے ان کے دو صاحبزادوں میں سے بڑے صاحبزادے محمد عمر صاحب نے ۱۹۶۹ء میں بہ عمر تقریباً ساٹھ سال انتقال کیا بڑے صاف دل غیور اور راست گو انسان تھے شادی نہیں کی تھی چھوٹے صاحبزادے محمد عثمان میونسپل بورڈ میں ملازم ہیں بڑے سیدھے اور نیک ہیں ان کے اکلوتے لڑکے محمد عرفان بی اے میں زیر تعلیم ہیں۔ شاہ فرخ حسن صاحب کے مکان کے شمال جانب حکیم محمد عظیم صاحب کا مکان ہے حکیم صاحب سندیلہ کے مشہور اور ہر دلعزیز طبیبوں میں تھے انتقال ہوئے کافی عرصہ ہوا اُن کے چار صاحبزادے تھے منجھلے صاحبزادے محمد قسیم کا انتقال ہو گیا بقیہ تین صاحبزادے عبدالرحمٰن، محمد اختر اور محمد نسیم پاکستان میں ہیں۔ حکیم صاحب کی تین لڑکیاں بھی ہیں وہ بھی پاکستان میں ہیں حکیم صاحب کے مکان میں شاہ محسن رضا صاحب ابن سید رضا شاہ صاحب رہتے ہیں جن کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے دو لڑکیاں ہیں، دونوں کی شادی ہو چکی ہے شاہ محسن رضا صاحب کو شاہ نظام الحق صفی پوری سے بیعت ہے اور محمد رضا شاہ صاحب رامپوری سے خلافت حاصل ہے آدمی خلیق منکسر المزاج اور عبادت گزار ہیں حکیم صاحب کے مکان کے شمال جانب چودھری وزیر حسن نشتر صاحب کا مکان ہے۔ نشتر صاحب اور ان کے صاحبزادوں کا تفصیلی ذکر تصنیف ہذا میں آچکا ہے۔ نشتر صاحب کے مکان میں ان کے بھانجے عبدالمقتدر

Marfat.com

صاحب فریدی بھی رہتے ہیں۔ یہ ایگریکلچر انسپکٹری سے حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں آدمی بڑے معقول اور خلیق ہیں، شعر و سخن سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں ——— اور شعر فہمی کی خاصی صلاحیت ہے۔ نشتر صاحب کے مکان سے مغرب جانب شاہ سید رضا صاحب مرحوم کا مکان ہے۔ شاہ صاحب مرحوم بڑے فرشتہ صفت انسان اور مجسمۂ حلم تھے ان کے تین صاحبزادے تھے بڑے صاحبزادے چودھری حافظ نبی رضا کا انتقال ہوگیا پولیس کی ملازمت سے پنشن ہوئی تھی اچھے حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ منجھلے صاحبزادے چودھری وصی رضا اور چھوٹے صاحبزادے چودھری محسن رضا شاہ صاحب بقید حیات ہیں اپنے اس آبائی مکان میں چودھری وصی رضا صاحب رہتے ہیں موصوف کا سن ولادت ۱۹۰۳ء ہے نہر کے محکمہ میں ضلعداری سے پنشن لی۔ مولانا مقیم الدین صاحب کے مرید و تربیت یافتہ ہیں آدمی دیندار اور عبادت گزار ہیں اور اپنا سارا وقت عبادت ریاضت میں صرف کرتے ہیں ان کے چار صاحبزادے ہیں۔

چودھری وصی رضا صاحب کے مکان سے ملحق چودھری امیر حسن نبیل اور چودھری محمد اسلم اسلم خلف الرشید چودھری وزیر حسن نشتر کے مکانات ہیں ان دونوں حضرات کا ذکر کتاب ہذا میں آچکا ہے قریب ہی چودھری ابن علی کا مکان ہے جس میں اب ان کی بیوہ تنہا رہتی ہیں چودھری ابن علی صاحب کے مکان سے ملحق چودھری وجاہت علی ابن چودھری عبدالرؤف صاحب کا مکان تھا جس میں اب اشرف علی ابن منشی علی جان صاحب رہتے ہیں جو میونسپل بورڈ سندیلہ میں ملازم ہیں چودھری عبدالرؤف صاحب کے دوسرے صاحبزادے چودھری احتشام علی صاحب تھے یہ بڑے جری اور

Marfat.com

پابند صوم وصلواۃ تھے تقریباً ۴ سال ہوئے ان کا انتقال ہو گیا مشہور صحافی چودھری عشرت علی صدیقی اڈیٹر قومی آواز اور چودھری انعام علی سپرنٹنڈنٹ پولیس انھیں کے صاحبزادے ہیں۔ احتشام علی صاحب کا مکان چودھری وجاہت علی صاحب کے مکان کے مغرب جانب ہے اور مشرق جانب چودھری پروفیسر محمد سلطان صاحب کی کوٹھی ہے، چودھری صاحب موصوف کے والد چودھری نبی جان صاحب کے زمانہ میں یہ بڑی آباد و گلزار تھی۔ پروفیسر چودھری محمد سلطان ملازمت سے سبکدوش ہو جانے کے بعد جب سے یہاں آکر رہے ہیں اس کی رونق کچھ بڑھ گئی ہے ورنہ برسوں سنسان پڑی رہی اور اکثر حصے منہدم ہو گئے۔ پروفیسر صاحب موصوف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں صدر شعبۂ سیاسیات سے ریٹائر ہوئے ان کے برادر خورد چودھری محمد رفیع صاحب نے اپنی کوٹھی علیحدہ بنوالی تھی لیکن جب رفیع صاحب پاکستان چلے گئے تو اسے ڈاکٹر محمد سعید صاحب ابن حکیم ظفر احمد صاحب نے خرید لیا ڈاکٹر سعید صاحب اپنے آبائی مکان واقع محلہ ملکانہ سے منتقل ہو کر اسی کوٹھی میں آگئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس قصبہ کے ہوشیار اور لائق معالجوں میں ہیں۔ ان کے اخلاق و مروت کے باعث اُن کی شخصیت اور بھی پرکشش بن گئی ہے ان کی کوٹھی کے بالمقابل ایک شہید مرد کا مزار ہے جو لاڈو شہید کے نام مشہور ہیں چودھری محمد سلطان کی کوٹھی سے متصل جو راستہ مشرق جانب گیا ہے آگے بڑھ کے وہ علاقہ حویلی کہلاتا ہے یہاں اہل شیعہ حضرات کے کافی مکانات تھے جن میں کچھ اب بھی نیم شکستہ حالت میں باقی ہیں لیکن ان کے مکینوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے اب اس علاقہ میں دولت و ثروت اور علم و حلم کے لحاظ سے قابل ذکر شخصیت چودھری سبط حسن اور

Marfat.com

التفات حسن صاحب کی ہے یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ چودھری سبط حسن محلہ جھتوانہ
کے سب سے معمر لوگوں میں ہیں علاقہ حویلی کے اختتام پر چودھری صابر علی صاحب صابر
مرحوم کا مکان ہے۔ صابر صاحب بڑے معقول شخص تھے شاعری سے بے حد شغف
تھا انتقال ہوئے کافی عرصہ گزرا ان کے صاحبزادے چودھری عبدالوحید عرف
چھنکے میاں تھے بڑے خلیق و ملنسار تھے وہ بھی چند سال ہوئے رحلت کر گئے ان کے
دو صاحبزادے چودھری عبدالحلیم اور ڈاکٹر چودھری عبدالحنیف ہیں عبدالحلیم پاکستان
میں ہیں۔ عبدالحنیف صاحب اپنے آبائی مکان میں رہتے ہیں شریف الطبع ہیں چودھری
محمد رفیع صاحب کی کوٹھی سے ملحق شمال جانب چودھری عبدالقیوم صاحب کی کوٹھی ہے
چودھری عبدالقیوم صاحب قصبہ کے مقتدر رئیسوں میں تھے اور بڑی خوبیوں کے
انسان تھے انتقال ہوئے کافی مدت ہوئی ان کے تین صاحبزادوں میں بڑے صاحبزادے
چودھری عبدالقدیر صاحب کین ڈویلپمنٹ افسر تھے آدمی انتہائی خلیق اور ملنسار تھے
انتقال ہوئے ۱۰، ۱۲ سال ہو گئے دوسرے صاحبزادے چودھری عبدالبصیر ڈپٹی
کمرشیل سپرنٹنڈنٹ این۔ ای ریلوے میں ہیں۔ شرافت اور نیک نفسی کا پیکر ہیں۔
سب سے چھوٹے صاحبزادے چودھری عبدالقوی پاکستان میں چیف انجینئر ہیں کوٹھی
عرصہ تک خالی پڑی رہی اب التفات رسول انٹر کالج کے دو استاد اعجاز احمد صاحب
کاردار اور انیس احمد صاحب اس میں رہتے ہیں عبدالقیوم صاحب کی کوٹھی اس
سڑک پر واقع ہے جو مدرسہ قدیم سے آتی ہے اور موسی پور منڈلی کو چلی گئی ہے یہیں
پر محلہ جھتوانہ کی حد ختم ہوتی ہے البتہ اسی سڑک پر جانب جنوب چلنے پر چند اور قابل
ذکر شخصیتوں کے مکانات ہیں چودھری محمد رفیع صاحب کی کوٹھی کے بعد غلام محمد ابن

Marfat.com

غلام حیدر صاحب کا مکان ہے غلام محمد صاحب آدمی نیک وخلیق تھے چند سال ہوئے
انتقال ہوگیا ان کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے صرف ایک لڑکی ہے جو اخلاق حسین
رضوی کو منسوب ہے۔ رضوی صاحب شاعر بھی ہیں کیف تخلص ہے ڈی اے وی کالج
لکھنؤ کے ڈگری سکشن میں ایشین کلچر کے لکچرر ہیں کیف صاحب کا وطن لکھنؤ ہے لیکن
اب سندیلہ میں رہنے لگے ہیں آدمی بڑے خلیق اور زندہ دل ہیں اس کے بعد چودھری
احتشام علی صاحب کا مکان ہے جن کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے اسی سے ملحق دو نو
تعمیر مکانات ہیں ایک ماسٹر عبدالمقیت صاحب نے بنوایا ہے دوسرا ماسٹر علی محمد
صاحب نے۔ دونوں حضرات التفات رسول انٹر کالج میں ٹیچر ہیں اور تقریباً ۲۲،۲۲
سال سے سندیلہ میں قیام ہے۔ علی محمد صاحب کے مکان کے بالکل سامنے جامع مسجد ہے
جو اس قصبہ کی سب سے خوبصورت مسجدوں میں ہے اسی سڑک پر تقریباً نصف
فرلانگ کے فاصلے پر مولوی منصور علی ابن حاجی منگلو مرحوم کا مکان ہے مولوی منور علی
علم ریاضی میں بڑے ماہر تھے۔ عربی صرف ونحو اور فارسی زبان سے واقفیت رکھتے
تھے حکیم مولوی عبدالجلیل مرحوم کے صحبت اور تربیت یافتہ تھے عرصہ ہوا انتقال ہوگیا
ان کے دو لڑکے عبدالحق اور نور محمد ہیں جو پھلوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ مولوی منصور علی
کے بھتیجے محمد علی عرف ننھا بھی اسی مکان میں رہتے ہیں آدمی سنجیدہ اور معقول ہیں
کتب بینی کا بہت ذوق ہے۔ منور علی صاحب مرحوم کے مکان کے مشرق جانب ایک
گلی مڑتی ہے اس میں تھوڑا آگے بڑھ کر مولوی احمد رضا صاحب کا مکان ہے۔ مولوی
احمد رضا بڑے متشرع تھے ۲۵ء یا ۲۶ء میں انتقال کیا ان کے دو دین دار
صاحبزادے حافظ محمد اور حافظ مہدی تھے یہ دونوں حضرات اپنے زمانہ کے نہایت

Marfat.com

اچھے اور مشہور حافظ قرآن تھے دونوں یکے بعد دیگرے جامع مسجد کے پیش امام رہے۔ حافظ محمد صاحب نے ۱۹۴۱ء میں وفات پائی ان کے اب ایک صاحبزادے محمد نعیم حیات ہیں بڑے شریف النفس اور نیک طینت ہیں لکھنؤ میں ملازم ہیں حافظ مہدی صاحب کا بھی ۵، ۶ سال ہوئے انتقال ہوگیا ان کے دو صاحبزادے موجود ہیں بڑے صاحبزادے عبدالحلیم کلکٹری ہردوئی میں ملازم ہیں اسم بامسمیٰ ہیں دوسرے صاحبزادے خلیل الرحمن تہران میں انگریزی کے استاد ہیں، ذہین، خوش خو، خوش وضع اور باذاق ہیں مولوی احمد رضا صاحب کے مکان کے پشت پر شمال جانب زیر منزل ہے۔ چودھری عبدالعزیز صاحب قصبہ کے مقتدر لوگوں میں تھے انتقال ہوئے کافی عرصہ ہوا ان کے چھ صاحبزادے چودھری عبدالرشید، چودھری عبدالمجید، چودھری عبدالحفیظ، چودھری عبداللطیف، چودھری رضی الرحمن اور چودھری ریاض الرحمن ہوئے۔ چودھری عبدالرشید طویل مدت تک میونسپل بورڈ سندیلہ کے ایگزیکیٹو افسر رہے۔ بڑے تجربکار، جہاندیدہ اور آن بان کے شخص تھے دو سال ہوئے تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا دوسرے صاحبزادے حکیم مولانا عبدالمجید بڑے اچھے مقرر، یار باش، ادب نواز اور انتہائی بے باک شخص تھے، شاعری سے بھی دلچسپی تھی شفق تخلص کرتے تھے خلافت کمیٹی اور مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے تھے بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے ۱۹۶۱ء میں انتقال کیا، عبدالحفیظ صاحب زمینداری کا کام دیکھتے ہیں ان کا قیام اپنے موضع پر ہی رہتا ہے چودھری عبداللطیف صاحب نواب سید ابو الرسول صاحب مرحوم کے پیشکار تھے چند سال ہوئے ان کا بھی انتقال ہوگیا، رضی الرحمن شبلیٹ اسلامیہ کالج بارہ بنکی میں لکچرر ہیں آدمی با اخلاق ہیں، ریاض الرحمن

Marfat.com

اینمل ہسبنڈری کے محکمہ میں انسپکٹر ہیں خوش خلق ہیں۔ عزیز منزل کے اختتام پر مشرق جانب ایک راستہ جاتا ہے جو آگے بڑھ کر راجہ کا احاطہ کے نام سے مشہور ہے اس احاطہ میں سب سے نمایاں شخصیت کنٹ بہاری لال کی ہے ان کی صدر بازار میں سونے چاندی کی دوکان ہے آدمی بڑے با اخلاق خوش مزاج اور صاف گو ہیں میونسپل کمشنر بھی رہ چکے ہیں۔ عزیز منزل سے جو سیدھی سڑک شمال جانب گئی ہے اس سڑک پر آگے بڑھ کر ڈاکٹر ست پرکاش کا مکان ہے یہ ہومیو پیتھک کے اچھے ڈاکٹر ہیں آدمی نیک اور معقول ہیں میونسپل کمشنر ہیں۔ لیجئے اب ہم پھر اُس مدرسۂ قدیم پر آگئے جہاں سے یہ محلہ شروع ہوا تھا۔

جامع مسجد کی پشت پر جانب مغرب محلہ کھترانہ آباد ہے جو اسی محلہ کا ایک حصہ ہے پشت مسجد سب سے پہلا مکان رام شنکر لال مصرا کا ہے۔ یہ پرائمری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں آدمی لائق ہیں ان کے مکان کے تھوڑا آگے منشی واجد علی صاحب مرحوم کا مکان ہے۔ واجد علی صاحب بڑے بزرگ صورت اور فرشتہ سیرت انسان تھے ان کے دو صاحبزادے اصغر علی اور محمد علی ہیں سے اصغر علی نے سول کورٹ لکھنؤ کی ملازمت سے پنشن لینے کے بعد اپنے آبائی مکان سندیلہ میں سکونت اختیار کر لی تھی تقریباً ایک مہینہ ہوا بہ عمر تقریباً ۶۸ سال انتقال کیا چھوٹے صاحبزادے منشی محمد علی میونسپل بورڈ سندیلہ میں ملازم ہیں آدمی بڑے خلیق، زندہ دل اور ہمدرد ہیں۔ واجد علی صاحب مرحوم کے مکان کے مغرب جانب ایک گلی ڈپٹی کنور شیو راج بہادر کے مکان سے ملحق گئی ہے جہاں پر یہ گلی ختم ہوتی ہے وہاں پر گن ناتھ صاحب مہروترا کا مکان ہے۔ گن ناتھ صاحب لالہ متھرا پرشاد کے صاحبزادے اور لالہ کنہا مل کے پوتے ہیں لالہ سمتھ

Marfat.com

پرشاد کے علاوہ لالہ کُنّامل کے تین اور صاحبزادے لالہ شیو دیال، لالہ رام دیال اور لالہ بھولا ناتھ تھے۔ یہ سب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ لالہ شیو دیال لاولد فوت ہوئے۔ لالہ رام دیال کے تین لڑکیاں ہیں لالہ بھولا ناتھ کے دو صاحبزادے لالہ شمبھو ناتھ اور لالہ کیلاش ناتھ تھے دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ لالہ گگن ناتھ کے ایک اور بھائی لالہ جگن ناتھ ہیں ان کے لڑکے ڈاکٹر ہردے ناتھ ہیں، ہردے ناتھ ابتدا ہی سے بڑے ذہین واقع ہوئے ہیں، لکھنؤ میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کے امتحانات پاس کر کے سرکاری ملازمت میں ہیں۔ لالہ گگن ناتھ کے دو لڑکے لالہ پریم ناتھ اور لالہ پریم ناتھ ہیں۔ لالہ گگن ناتھ کی کپڑے کی دوکان ہے۔ بڑے پرانے کانگرسی ہیں میونسپل بورڈ کے کمشنر بھی کافی عرصہ رہے آدمی پڑھے لکھے ہیں قصبہ کی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہیں، متین سنجیدہ، متحمل مزاج اور وجیہہ ہیں قصبہ کی ذی اثر ہستیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، گگن ناتھ صاحب ہردو ترا کے مکان کے قریب ہی جانب جنوب لالہ رادھے شیام نبیرہ لچھمن پرشاد کا مکان ہے۔ لالہ لچھمن پرشاد بڑے معقول انسان تھے چند سال ہوئے انتقال ہو گیا بیٹے میں بھی باپ کی خوبیاں موجود ہیں مکان لالہ لچھمن پرشاد کے بالکل سامنے پچھم جانب جو گلی گئی ہے اس میں سکھوں کا گوردوارہ ہے گوردوارہ کے قریب شیاما چرن کا مکان ہے، شیاما چرن برسہا برس میونسپل بورڈ سندیلہ کے کمشنر اور وائس چیرمین رہے ان کی کپڑے کی دوکان ہے لالہ گگن ناتھ کے مکان کے شمال جانب راجہ درگا پرشاد صاحب کی تحلسرا کا عقبی حصہ ہے اس میں چھوٹی چھوٹی دوکانوں کا ایک سلسلہ چلا گیا ہے یہ دوکانیں کبھی آباد تھیں اور یہاں پر باقاعدہ ایک بازار تھا لیکن اب یہ دوکانیں سنسان پڑی ہیں اور ابابیلوں د

Marfat.com

شیرہ جیتوں کا مسکن ہے دوکانوں کے اختتام پر ماسٹر سرجو پرشاد صاحب کا مکان ہے پیر پرانی وضع کے بڑے لائق ماسٹر مڈل اسکول سندیلہ میں تھے عرصہ ہوا انتقال ہو گیا ان کے بڑے صاحبزادے سریندر ناتھ کہیں باہر نائب تحصیلدار ہیں ان کے مکان کے متصل پنڈت راج نرائن شکلا کا مکان ہے پنڈت جی التفات رسول انٹر کالج سندیلہ میں سنسکرت کے ٹیچر تھے بڑی ذمہ داری اور دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے ملازمت سے سبکدوش ہوئے کئی سال ہو گئے۔ پنڈت جی کے مکان کے متصل ڈاکٹر لاجپت رائے کی کوٹھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے فن میں ہوشیار ہیں بڑی شہرت اور دولت کمائی۔ ڈاکٹر لاجپت رائے کی کوٹھی کے سامنے مختار احمد نظر کا مکان ہے شاعری سے کافی ذوق رکھتے ہیں مبتلا صاحب کے شاگرد ہیں۔ نظر صاحب کے مکان کے مغرب جانب عزیز الدین صاحب کی کوٹھی اور دوکان ہے یہ کپڑے کی تجارت کرتے ہیں آدمی دین دار ہیں، قصبہ کے متمول لوگوں میں شمار ہے ان کے صاحبزادے معز الدین سندیلہ میونسپل بورڈ کے کچھ عرصہ چیرمین بھی رہے اور اپنی چیرمینی کے دوران عوام کی بہبودی کا خیال رکھا۔ اب ہم اس سڑک پر آگئے جو قصبہ کے قلب سے گزری ہے یہ قصبہ کی سب سے بڑی سڑک ہے اور قصبہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔

راجہ درگا پرشاد صاحب کی مجلسرا کے پشت پر جہاں چھوٹی چھوٹی دیران دوکانوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے وہیں سے ایک گلی سیدھی سبزی منڈی کی طرف چلی گئی ہے اسی گلی میں آگے بڑھ کر داہنے ہاتھ کی طرف لالہ ہرے شیام پسر لالہ جھبو لال کا مکان ہے لالہ جھبو لال بڑے مہاجن تھے کپڑے کا بھی روزگار کرتے تھے لالہ ہرے شیام بھی

Marfat.com

تجارت کرتے تھے زمینداری بھی تھی عرصہ ہوا انتقال ہوگیا ان کے چار صاحبزادے لالہ گنگادھر، لالہ خوشحال چند، لالہ ملوک چند اور لالہ کنھیالال ہیں، لالہ گنگادھر فوج میں ملازم تھے اب اپنی کاشت وغیرہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں آدمی بڑے یار باش اور خوش تقریر ہیں۔ لالہ خوشحال چند میونسپل بورڈ میں کمشنر ہیں آدمی بڑے جفاکش، تیز طبیعت اور دوست نواز ہیں۔ لالہ ملوک چند ہندوستان کمرشیل بینک میں اکاؤنٹنٹ ہیں۔ لالہ کنھیالال تجارت کرتے ہیں۔ لالہ ہرے شیام کے مکان کے آگے تھوڑے فاصلہ پر ڈاکٹر دیونرائن مصرا کا مکان ہے ان کے والد کا نام پنڈت لچھمی نرائن مصرا تھا جو کانپور کے رہنے والے تھے بینک میں ملازم تھے ڈاکٹر مصرا صاحب ۱۹۳۲ء میں سندیلے آئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے ایک لڑکے پریم نرائن مصرا ایم اے الہ آباد میں ملازم ہیں۔ ڈاکٹر مصرا صاحب پرانے کانگریسی ہیں مختلف کمیٹیوں کے ممبر و صدر رہ چکے ہیں تقریباً ۱۵ سال تک میونسپل کمشنر رہے ہومیوپیتھک کے ہوشیار ڈاکٹر ہیں، آدمی بڑے خلیق اور باوضع ہیں۔

یہ ہے مختصر سی فہرست محلہ احتیوانہ میں رہنے والوں کی جو کسی طرح بھی مکمل نہیں ہے یہ محلہ اتنا وسیع ہے کہ کسی مختصر مضمون میں پورے محلہ کے سب افراد کا ذکر ناممکن ہے جتنے اشخاص کے اس میں نام آئے ہیں ان سے کہیں زیادہ حضرات ایسے ہوں گے جن کے ناموں کی نشاندہی بھی نہ ہو سکی امید ہے کہ اس وسیع کام کو کوئی صاحب قلم باقاعدہ انجام دینے کی زحمت کرے گا۔ (ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی)

محلہ ملکانہ

اس محلہ کے موجودہ باشندوں کے بارے میں راقم الحروف کو کچھ زیادہ واقفیت

Marfat.com

نہیں ہے لیکن لاعلمی کا عذر قابل پذیرائی نہ ہوا۔ اس لیے مجبوراً سطور ذیل لکھنا پڑیں۔ میں حکیم سید معراج حسین صاحب کا ممنون ہوں جنھوں نے معلومات فراہم کرنے میں میری مدد کی۔

اس محلہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں راجہ درگا پرشاد صاحب مہر سندیلوی نے 'تاریخ سندیلہ' میں لکھا ہے کہ یہاں ملک زادگان کے خاندان کے لوگ زیادہ آباد تھے اور زمینداری بھی اس محلہ میں زیادہ تھی اس لیے اس محلہ کا نام ملکانہ ہوگیا۔ حکیم سید معراج حسین نے بتایا کہ انھوں نے بعض حضرات کی زبانی یہ سنا ہے کہ یہاں ملنگ خاندان شروع شروع میں آباد ہوا اس خاندان کے لوگ تکیہ دار فقیر تھے ملنگ کی مناسبت سے محلہ کا نام ملنگانہ ہوا جو بعد میں ملکانہ میں بدل گیا۔ اس محلہ کے شرفا میں قدیم خاندان سوداگروں اور نجاروں کا بتایا جاتا ہے۔ سوداگروں کا خاندان سید محمود شنوزانی مکی کی اولاد میں ہے۔ محمود شنوزانی کی سندیلہ آمد کا زمانہ ساتویں اور آٹھویں صدی کا درمیانی حصہ بتایا جاتا ہے انھوں نے قاضی سراج الدین صاحب قاضی سندیلہ و ملیح آباد کی دختر مسماۃ نورجہاں سے عقد کیا ان سے ایک صاحبزادے سید احمد پیدا ہوئے۔ سید احمد کی اولاد سوداگر مشہور ہوئی غالباً ابتدا میں زیادہ تر لوگوں کا پیشہ تجارت ہی رہا ہوگا۔ آگے چل کر اس خاندان کے کچھ لوگوں نے مذہب اثنا عشری اختیار کرلیا۔ حکیم سید ظہور الحسن صاحب قبلہ نے 'رسالہ الشافی فی الاحوال سادات الشنوزانی' میں جس کا مخطوطہ راقم الحروف کے پیش نظر ہے تحریر فرمایا ہے کہ اس خاندان کی صرف ایک شاخ کے لوگ جو مفتی معین الدین کی اولاد میں تھے وہ اثنا عشری ہوگئے' جو اس وقت تک ہیں حکیم صاحب موصوف کی تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس خاندان کے بعض

Marfat.com

لوگوں نے اس وقت سے اثنا عشری مذہب اختیار کیا کہ جس وقت سے خاندان کی قرابت میر سمار الدین ساکن محلہ منڈئی سے ہوئی سلسلۂ قرابت یہ تھا کہ سید عبدالباقی صاحب سوداگر کی دختر مساۃ جمعیت بی بی میر غلام امام صاحب چکلہ دار کو منسوب تھیں میر غلام امام میر سمار الدین کے بیٹے تھے اس کو تقریباً دو سو سال کا عرصہ ہوا۔

اب بھی سوداگروں کا خاندان شیعہ اور سنّی دونوں مذہب کے افراد پر مشتمل ہے یہ بڑا طویل خاندان تھا لیکن بیشتر حصہ لوگ پاکستان چلے گئے۔ اس وقت اس خاندان کے چند نفوس سندیلہ میں رہ گئے ہیں مذہب اہل تسنن میں حکیم سید معراج حسین اور سید سردار حسین پسران حکیم سید اخلاق حسین ہیں۔ حکیم اخلاق حسین صاحب یہاں کے نامور طبیب تھے جن کا حال کتاب ہذا میں درج ہے ایک گھر حکیم وہاج الحسن ابن حکیم سید ظہور الحسن صاحب کا ہے۔ حکیم وہاج الحسن کا سال ڈیڑھ سال قبل انتقال ہو گیا اب ان کے لڑکے بدر الحسن موجود ہیں۔ بنجاروں والی مسجد کے قریب ایک مکان سید وزیر حسن ابن سید امیر حسن صاحب کا ہے۔ سید وزیر حسن کانپور میں ملازم تھے چند سال سے سندیلہ آکر قیام پذیر ہیں ان کے ۶ صاحبزادے ڈاکٹر وحید حسن، حمید حسن، رئیس حسن، وکیل حسن، ڈاکٹر جلیس حسن اور معید حسن ہیں یہ سب خلیق اور ملنسار ہیں۔

حضرات شیعہ میں میر قاسم علی کے سلسلہ کے چند افراد اس محلہ میں باقی ہیں، ان میں ایک سید شاندار حسین ہیں جو بڑے وجیہہ اور منکسر المزاج ہیں ان کے بڑے بھائی سید ثابت علی بن سید فرخ حسین بن سید ممتاز علی بن میر قاسم علی چند سال ہوئے فوت ہو گئے ان کے صاحبزادے ڈاکٹر تاجدار حسین ایم بی بی ایس کانپور میں ڈاکٹر ہیں آدمی لائق اور خلیق ہیں۔ شاندار حسین صاحب کے مکان کے بالکل سامنے

Marfat.com

ماسٹر علمدار حسین بن اعظم علی بن ممتاز علی ابن میر قاسم علی صاحب رہتے ہیں علمدار حسین صاحب کے ایک چھوٹے بھائی اقتدار حسین بھی ہیں، میر قاسم علی کی اولاد ذکور میں علی اطہر بن ناظم حسین صاحب سندیلہ میں مقیم ہیں۔ علی اطہر صاحب کے تین اور بڑے بھائی صابر علی وکیل، عشرت علی اور ڈاکٹر علی شبّر سندیلہ سے باہر رہتے ہیں ڈاکٹر علی شبّر ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی شیعہ ڈگری کالج لکھنؤ میں لکچرر ہیں آدمی بڑے شریف طبیعت اور خلیق ہیں۔

خاندان بنجارگان میں اب صرف ماسٹر قدیر احمد ابن ظہیر احمد محلہ میں رہ گئے ہیں جو آئی انٹر کالج سندیلہ میں ٹیچر ہیں آدمی معقول ہیں، تقریباً ڈیڑھ سو سال سے کچھ زیادہ کا عرصہ گزرا کہ ایک خاندان بلوچیوں کا اس محلہ میں آکر آباد ہوا جس نے بڑی دولت اور اقتدار پیدا کیا اس خاندان کے اسلاف میں اصالت خاں نے سندیلہ آکر سکونت اختیار کی تھی ان کے بیٹے محمد علی خاں بلوچ رسالدار تھے جو ترقی کر کے چکلہ دار بہرائچ و خیرآباد ہو گئے تھے انھوں نے سندیلہ میں املاک عمدہ بنوائی انھیں کے ورثا میں واجد خاں بڑے نامی گرامی شخص گزرے ہیں جن کے صاحبزادوں میں امتیاز علی خاں اور احمد علی خاں حیات ہیں ان خاندانوں کے علاوہ اس محلہ میں ایک خاندان بلاؤ یا بلار کے لقب سے موسوم تھا۔ مولوی سرفراز علی ابن مولوی عبداللہ جو ایک ذی علم شخص تھے سب سے پہلے اس لقب سے پکارے گئے ان کے صاحبزادے محمد بخش صاحب کے چار بیٹے محمد رضا، محمد مصطفٰے، محمد مرتضٰی اور حافظ محمد مجتبٰی تھے آخر الذکر لاولد فوت ہوئے۔ محمد رضا کے ایک صاحبزادے اور ایک دختر تولد ہوئیں صاحبزادے کا نام حاجی سید رضا تھا۔ بڑے ذی وجاہت باہمت اور دین دار تھے لاولد فوت ہوئے

Marfat.com

دختر حکیم ظفر احمد کو منسوب ہوئیں جن سے تین صاحبزادے قمر احمد ڈاکٹر سعید احمد اور زبیر احمد ہیں۔ حکیم ظفر احمد صاحب مرحوم بڑے خلیق، منکسر المزاج اور شریف النفس تھے یہی خوبیاں صاحبزادوں میں بھی ہیں۔ محمد مصطفےٰ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی تین لڑکیاں تھیں جو بالترتیب نصیب علی، وودا احمد ساکن اشراف ٹولہ اور سید رضا ابن محمد رضا کو منسوب تھیں۔ دو کے کوئی اولاد نہ ہوئی نصیب علی صاحب کے دو لڑکے وصی احمد اور جمال احمد ہیں۔ وصی احمد کا لکڑی کا بڑا کاروبار ہے جمال احمد ایم کام انگریزی دواؤں کی فرم ہمالین ڈرگز میں ایجنٹ ہیں سب سے خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ محمد بخش کے تیسرے صاحبزادے محمد مرتضیٰ صاحب تھے جو سب انسپکٹر پولیس سے ریٹائر ہوئے تھے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے مالک تھے ان کے دو صاحبزادوں میں سے بڑے صاحبزادے محمد مصطفیٰ محکمۂ معدنیات میں ڈپٹی ڈائرکٹر کے اعلیٰ عہدہ پر پاکستان میں ملازم ہیں دوسرے صاحبزادے الحاج احمد مجتبیٰ جو بڑے دیندار اور نیک طینت تھے جدّہ میں ملازم تھے تقریبًا ایک سال ہوئے انتقال ہوگیا۔ خاندان دیوان شیخ محمد علی میں جس کا ذکر راجہ درگا پرشاد صاحب نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اب کوئی بھی فرو سندیلہ میں مقیم نہیں ہے ان کی اولاد دختری میں شیخ فہیم الزماں اور شفیع الزماں پسران شیخ ممتاز الزماں ہوئے شیخ فہیم الزماں جن کی خوش اخلاقی اور نفاست مزاج کا راجہ صاحب نے ذکر کیا ہے بہت مشہور لوگوں میں تھے ان کے بھی دو لڑکے شیخ بشیر الزماں اور نعیم الزماں ہوئے۔ شیخ بشیر الزماں صاحب کے تین لڑکے تھے جن میں اب صرف ایک صاحبزادے حامد الزماں صاحب رہ گئے ہیں لکھنؤ محلہ گولہ گنج میں رہتے ہیں ان کے ایک صاحبزادے حمید الزماں ودیانت ڈگری کالج میں لکچرر ہیں آدمی معقول اور ذی علم ہیں ان کے ایک

Marfat.com

اور بھائی وحید الزماں بھی لکھنؤ میں ہیں۔ شیخ نعیم الزماں کے صرف ایک صاحبزادے قدیر الزماں صاحب ہیں خاتون منزل واقع گولہ گنج میں رہتے ہیں ان جیسے نیک طینت انسان اس دور میں نایاب ہیں، اس محلہ کی ایک اور قابل ذکر بزرگ شخصیت مولوی سیف اللہ شاہ مرحوم کی ہے۔ شاہ صاحب کی ہمشیرہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب ساکن قصبہ باڑی ضلع سیتاپور کو منسوب ہوئیں شادی کے بعد مولوی عبد الرحمٰن نے سندیلہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مولوی صاحب مرحوم کے صاحبزادے ماسٹر حبیب حسن صاحب اس وقت موجود ہیں پرائمری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہیں لائق استاد اور با اخلاق انسان ہیں ان کے اکلوتے صاحبزادے آفتاب حسن کانپور میں ملازم ہیں سنجیدہ اور شریف طبیعت ہیں

کایستھوں کے خاندان کے ایک نامور شخص منشی کنھیا لال وفا مرحوم کا مکان ہے اسی محلہ میں ہے منشی صاحب راجہ درگا پرشاد مہر کے یہاں کچھ عرصہ ملازم رہے علم دوست اور ادب نواز تھے ملازمت کے بعد اپنا ایک پریس قائم کر لیا تھا اور تاباں اخبار نکالتے تھے ان کے صاحبزادے نانک پرشاد اب اس ہفتہ وار اخبار کو نکالتے ہیں نانک پرشاد بھی اپنے والد کی طرح اچھے مصوّر ہیں۔

اس وقت اس محلہ میں متعدد تجارت پیشہ لوگوں نے اچھی ترقی کی ہے جن میں لالہ مول چند گپتا خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، لالہ مول چند کی یونانی دواؤں کی دوکان بہت عرصہ سے ہے تجارت کے گُر سے بخوبی واقف ہیں۔ شیریں زبان ہیں دوکان پر بھیڑ کے وقت خریدار ایک ایک ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ دھوپ میں کھڑا رہنا پسند کرتا ہے لیکن ان کی دوکان سے جانا پسند نہیں کرتا ان کے چار لڑکے رام کشن، گوپی پرشاد، مراری پرشاد وکیل اور اودھ کشور ہیں۔ رام کشن کی آیورویدک دواؤں کی دوکان

Marfat.com

ہے، گوپی پرشاد بینک میں خزانچی ہیں کان پور میں رہتے ہیں۔ مراری پرشاد ہردوئی میں وکالت کرتے ہیں۔ مول چند گپتا کے ایک بڑے بھائی لالہ رگھو نندن گپتا تھے جن کا اینٹوں کا بھٹہ تھا معقول آدمی تھے چند سال ہوئے انتقال ہوگیا ان کے دو لڑکوں میں بڑے لڑکے رام پرشاد عرف رامو کا انتقال باپ کے سامنے آغاز جوانی میں ہوگیا تھا چھوٹے لڑکے ہری پرشاد باپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ لالہ مول چند کی دوکان کے تھوڑے فاصلہ پر دیبی پرشاد پسر گنگو پرشاد کی دوکان ہے۔ دیبی پرشاد سنجیدہ مزاج ہیں۔ اس محلہ کے ذی اقتدار لوگوں میں ایک اشتیاق علی صاحب وکیل بن شیر علی صاحب بھی تھے۔ اشتیاق علی صاحب کا شمار ہردوئی ضلع کے لائق وکیلوں میں تھا ان کے انتقال کو تقریباً ۱۵ سال ہوئے ہوں گے ان کے تین صاحبزادے تھے سب سے بڑے ارتضیٰ علی صاحب تھے وہ والد کے نقش قدم پر تھے اچھی وکالت چلتی تھی۔ لیکن والد کے انتقال کے تھوڑے عرصہ کے بعد عین جوانی میں انتقال کیا ان کے تین لڑکے ہیں۔ اشتیاق علی صاحب کے دوسرے صاحبزادے التفات علی ہیں پہلے ملازمت کی پھر تجارت کی اور اب اپنی زمین، و باغ کا کاروبار دیکھتے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے آفاق علی ہیں جو سندیلہ میں وکالت کرتے ہیں۔

پشتہا پشت سے بسنے والے ان خاندانوں کے علاوہ جن کا اوپر ذکر ہوا سب کچھ لوگوں نے باہر سے آکر اس قصبہ کو اپنا وطن بنایا ان افراد میں ڈاکٹر معین الدین بلگرامی، پنڈت گرجا شنکر دکشت وکیل، انوار محمد صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبکاری،

Marfat.com

وصی احمد خاں اور نجم خاں صاحبان کا نام لینا میرے لیے ناگزیر ہے ان لوگوں نے محلہ ملکانہ میں سکونت اختیار کی۔ ڈاکٹر معین الدین صاحب بلگرامی بڑے معقول اور حاذق ڈاکٹر تھے اس قصبہ میں بڑی دولت اور نام پیدا کیا اور عمدہ مکان بنوایا انتقال ہوئے سات، آٹھ سال ہوئے ان کے بڑے صاحبزادے متین الدین سینیٹری انسپکٹر بھی گزشتہ سال رحلت کر گئے۔ اب ڈاکٹر امین الدین، ڈاکٹر نصیر الدین اور نسیم الدین انجینیر، تین صاحبزادے ہیں۔ پنڈت گرجا شنکر دکشت وکیل کو سندیلہ آئے ہوئے تقریباً بیس، پچیس سال ہوئے عرصہ تک میونسپل کمشنر اور وائس پریذیڈنٹ رہے کئی سال سے آئی۔ آر۔ انٹر کالج سندیلہ کے سکریٹری ہیں اچھے وکیل اور قصبہ کے ہر دلعزیز لوگوں میں ہیں علم و ادب کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔

انوار محمد صاحب شیخ غلام محمد صاحب مرحوم زمیندار موضع سرسنڈ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں بڑے مدبر معقول اور منکسر المزاج ہیں۔ وصی احمد خاں صاحب مرحوم نے ملیح آباد سے سندیلہ آکر سکونت اختیار کی تھی ان کے والد نواب محمد علی خاں ملیح آباد کے تعلقہ داروں میں سے تھے۔ وصی احمد خاں آتش مزاج بے باک اور صاف گو تھے ان کے دو لڑکے تھے چھوٹے لڑکے نقی احمد خاں سیتاپور میں فوٹوگرافی کرتے تھے۔ بڑے لڑکے طفیل احمد خاں بڑے شریف النفس اور خلیق تھے، چھ سات سال ہوئے انتقال ہو گیا ان کے دو لڑکے ظفر احمد خاں اور وسیم احمد خاں ہیں۔ ظفر احمد خاں ایل ایل ایم بھوپال میں قانون کے لکچرر ہیں معقول طبیعت ہیں۔ نجم خاں ابن ناظم خاں قصبہ آنٹ ضلع سیتاپور کے رہنے والے ہیں، بارہ، چودہ سال سے آکر سندیلہ میں سکونت اختیار کر لی اور اس محلہ میں مکان بنوالیا ترکاری کے بیجوں اور

Marfat.com

جہلاک کرم ادویہ کی دوکان ہے خندہ روئی اور شگفتہ پیشانی سے ملتے ہیں۔

گزشتہ پچیس تیس سال کے عرصہ میں اس قصبہ میں انصاری خاندانوں نے صنعت و حرفت میں کافی ترقی کی ہے بعض بعض نے علم کے میدان میں بھی قدم آگے بڑھائے ہیں جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اس محلہ کے انصاریوں میں ڈاکٹر اسرار احمد، علی الدین، مبین احمد ابن حاجی خلیل احمد مختار احمد ابن دلدار احمد اور رزاق پسر اشتیاق احمد کی شخصیت نمایاں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اچھے ہومیو پیتھ ہیں سمجھدار اور سلجھے ہوئے آدمی ہیں، علی الدین صاحب کی کپڑے کی دوکان تھی، بڑی باغ و بہار طبیعت رکھتے تھے دو سال ہوئے انتقال ہو گیا ان کے پانچ لڑکے ہیں بڑے صاحبزادے حسین احمد دانش خوش فکر شاعر ہیں۔ ملازمت پیشہ ہیں۔ علی الدین صاحب کے دو صاحبزادے لکھنؤ میڈیکل کالج میں کمپونڈر ہیں۔ مبین احمد کا گاز بننے کا کارخانہ اچھا کاروبار چل رہا ہے۔ قریشیوں میں بابو ابن چودھری قریشی حبیب احمد و غلام احمد پسران چھوٹے مرحوم ابن محمد قریشی کے نام قابل ذکر ہیں بابو کی لکڑی کی ٹھیکی ہے غلام احمد سندیلہ میں کاشت کراتے ہیں اور کانپور میں چمڑے کا کارخانہ بھی ہے۔

آخر میں ان لوگوں سے معذرت خواہ ہوں جن کے نام میری عدم واقفیت کے باعث درج ہونے سے رہ گئے معلومات فراہم ہونے پر آئندہ ایڈیشن میں ذکر کر دیا جائے گا۔

محلہ درگاہ

محلہ درگاہ جو موجودہ زمانہ میں محلہ منڈئی کا ایک جز ہے اس قصبہ کے

Marfat.com

قدیم ترین محلوں میں سے ہے اس کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ مخدوم سید علاؤالدین واسطی اور ان کی اولاد نے اس محلہ کو اپنی سکونت کا شرف بخشا اور اسی کو اپنی ابدی آرام گاہ منتخب کیا اسی مناسبت سے یہ درگاہ کے نام سے موسوم ہوا۔ مخدوم سید علاء الدین واسطی کا مزار اور اس سے ملحق ایک عالی شان مسجد ایک وسیع احاطہ کے اندر ہے یہ دونوں عمارتیں فیروز شاہ تغلق کی تعمیر کردہ ہیں جو مخدوم صاحب موصوف کا پیر بھائی تھا۔ مسجد اور مزار سے متصل شاہ شمس الحق صاحب کا مکان ہے جس میں اب علاوہ شاہ صاحب کے اندر کوئی رہنے والا نہیں ہے۔ شاہ شمس الحق ابن سید نبی احمد صاحب کا ذکر کتاب ہذا میں علیحدہ آچکا ہے یہ حضرت شاہ وصی علی صاحب کے نواسے ہیں حضرت شاہ وصی علی اپنے زمانہ کے بلند پایہ درویش تھے جن کا تذکرہ تصنیف ہذا میں موجود ہے۔ حضرت شاہ وصی علی نے کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑی ان کے دو چھوٹے بھائی سید حامد علی اور سید مشرف علی تھے۔ سید حامد علی کے صاحبزادے سید محمد ادریس ہوئے ان کے دو صاحبزادے سید محمد ہادی اور سید ذاکر علی کے علاوہ تین بیٹیاں بھی تھیں، سید ذاکر علی کا انتقال عنفوان شباب میں ہوگیا تھا، سید محمد ہادی کو حکیم مولوی عبدالجلیل کی منجھلی صاحبزادی منسوب تھیں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

شاہ وصی علی صاحب کے چھوٹے بھائی سید مشرف علی صاحب کے سات صاحبزادے بالترتیب یہ تھے:۔

سید نبی احمد۔ سید لطیف احمد۔ سید حسن احمد۔ حاجی سید حسین احمد۔ سید وصی احمد۔ سید محمد احمد اور سید نقی احمد۔ ان میں سید نبی احمد حاجی سید حسین احمد اور سید محمد

Marfat.com

احمد کی اولاد موجود ہے بقیہ چار بھائی لاولد فوت ہوئے۔ سید نبی احمد کی یادگار شاہ شمس الحق ہیں۔ حاجی سید حسین احمد حسن کا انتقال ۱۲ ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہوا تھا بڑے نیک نفس متدین اور درویش صفت انسان تھے سید وصی علی شاہ کے مرید اور مولوی عبدالشکور صاحب الہ آبادی سجادہ نشین درگاہ محمدی شاہ کے خلیفہ تھے۔ انجمن معین المسلمین سندیلہ کے سکریٹری رہے نیز دیگر قومی فلاح کے کاموں میں حصہ لیا انتقال سے کئی سال قبل لکھنؤ میں اپنے صاحبزادوں کے پاس سکونت اختیار کر لی تھی وہیں انتقال ہوا۔ ان کے تین صاحبزادے سید علی احمد، ڈاکٹر سید سخی احمد اور سید مطیع احمد ہیں۔ سید علی احمد ڈائرکٹر آف میڈیکل ہیلتھ کے آفس میں ملازم تھے کئی سال ہوئے پنشن ہو گئی انتہائی معقول، خلیق پابند صوم وصلوٰۃ باوضع، نیک سیرت ایماندار اور راستباز ہیں ان کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں سب سے بڑے لڑکے عقیل احمد ہاشمی ایم اے ودیانت ہندو ڈگری کالج میں اردو کے لکچرر ہیں زیادہ تر وقت علمی مشاغل میں گزارتے ہیں بااخلاق وباادب ہیں۔ ڈاکٹر سید سخی احمد سندھ یونیورسٹی حیدرآباد (پاکستان) میں صدر شعبۂ اردو ہیں، بڑے پڑھنے پڑھانے والے آدمی ہیں۔ بلند حوصلہ محقق ہیں مسلمان صورت ومسلمان سیرت ہیں۔ بارہ اولادیں ہیں۔ سید مطیع احمد ہوشیار الکٹریشین ہیں، خاتون منزل کوا گنج میں رہتے ہیں ان کے چار اولادیں ہیں۔

سید محمد احمد عرف چندا میاں بڑے خلیق اور پرمذاق انسان تھے عاجزی و انکساری مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی تقریباً تیس سال ہوئے انتقال ہو گیا۔ ان کے ایک صاحبزادے سید لئیق احمد اور دو بیٹیاں ہیں سب کا قیام کانپور میں ہے۔

Marfat.com

یہ لوگ وصی علی شاہ صاحب کے عرس کے موقع پر سندیلہ آتے رہتے ہیں، درگاہ میں ان کے مکانات سنسان پڑے ہیں۔ ان کے مکانات سے متصل محمد رضا شاہ اور سید واجد علی ابن سید حمایت علی صاحب کے مکانات ابھی باقی ہیں۔ محمد رضا شاہ کے مکان میں مختار حسین شاہ صاحب ابن باقر حسین صاحب مع اپنے بھتیجے انوار حسین وا ن کے اہل وعیال کے رہتے ہیں۔ سید واجد علی کا مکان خالی پڑا ہے ان کے دو صاحبزادے عشرت علی اور محمد علیم تھے۔ عشرت علی کے انتقال کو کافی زمانہ گزرا محمد علیم صاحب کانپور چلے گئے تھے وہاں ان کی موٹروں کی مرمت کی دوکان تھی بڑا عمدہ کاروبار چل رہا تھا کہ صیاد اجل نے تیر قضا کا نشانہ بنایا علیم صاحب بڑے زندہ دل، یار باش، متواضع اور ہمدرد انسان تھے۔ کئی اولادیں ہیں سب کان پور میں ہیں۔

مخدوم سید علاء الدین صاحب کے مزار کے پشت پر جانب مشرق حکیم سید فراست حسین ابن سید محمد ذکی صاحب کے مکانات ہیں جس میں اب دوسرے لوگ آباد ہیں۔ اسی طرح احاطہ درگاہ کی پشت پر جنوب کی طرف سید شہزاد علی صاحب کا مکان ہے۔ سید شہزاد علی محکمۂ پولیس میں ملازم تھے پنشن کے بعد تاحیات سندیلہ میں ہی مقیم رہے۔ چھ صاحبزادے اور دو بیٹیاں یادگار ہیں بڑے اور منجھلے صاحبزادے سید ارشاد علی و سید شمشاد علی لکھنؤ میں ملازم ہیں۔ سید ارشاد علی پاکیزہ علمی مزاق کے حامل اور ذکی و فہیم ہیں۔ سید شمشاد علی محکمۂ پولیس کے لائق لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، درمیانی دو سید اسناد علی اور سید الطاف علی پاکستان میں ہیں آخری دو اعتماد علی اور اشتیاق علی اناؤ میں سکونت پذیر ہیں۔ شہزاد علی صاحب مرحوم کے مکان میں اشتیاق

Marfat.com

علی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کرایہ پر رہتے ہیں اشتیاق صاحب بڑے نیک اور معقول شخص ہیں۔ احاطۂ درگاہ کے مغرب جانب حکیم ظفر احمد صاحب مرحوم کا مکان ہے جس میں اُن کے صاحبزادے زبیر احمد اور احتشام احمد رہتے ہیں۔ حکیم ظفر احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے قمر احمد ہردوئی میں بسلسلۂ ملازمت قیام پذیر ہیں شریف طبیعت انسان ہیں منجھلے صاحبزادے ڈاکٹر سعید احمد محلہ بہتوانہ میں جا کر بس گئے ہیں۔ محلۂ درگاہ جو زیادہ تر صوفیوں کا مسکن تھا جن کا کام باطن کی صفائی تھا اب اس کے اردگرد زیادہ تر دھوبیوں کی آبادی ہے جو ظاہری لباس کی صفائی میں طاق ہیں۔

(ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی)

Marfat.com

اہلِ فن و اہلِ ہنر

سندیلہ میں جب تک بڑے بڑے زمیندار رہے، تعلقہ داروں راجے رہے اہل حرفہ کی قدرو منزلت کرتے رہے، خاتمۂ زمینداری کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ اب اگر علم یا فن یا کسی پیشے میں کوئی نمایاں ترقی کرتا ہے تو اسے اپنے فن یا ہنر کے قدردان سندیلہ سے باہر جاکر تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اواخر انیسویں صدی اور شروع بیسویں صدی تک جن لوگوں نے مختلف فنون میں یہاں نام پیدا کیا ان کی فہرست طویل ہے اور وہ مولوی مظہر علی صاحب کی سوانح عمری مطبوعہ ۱۸۹۴ء اور اس کی دوسری غیر مطبوعہ جلد (تا ۱۹۰۴ء) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ذیل کی فہرست مرتبہ محمد اطہر نقیس صاحب میں زمانۂ حال یا ماضی قریب کے اہل فن و اہل ہنر کے نام پیش کیے جا رہے ہیں۔ (ہاشمی)

حفاظ ۔ اب سے ۵۰ سال قبل سندیلے میں اتنی کثرت سے حافظ تھے کہ شاید ہی کسی قصبے میں ہوں گے۔ چند سال قبل، حافظ تاج الدین، حافظ عبدالغفور نہایت عمدہ حافظ گزرے ہیں۔ ان دونوں حضرات کے اب کوئی شاگرد بھی حیات نہیں۔ حافظ عامل احمد شفیع "حافظ اجن" کے نام سے مشہور تھے۔ منگل بازار سندیلے میں رہتے تھے بعد میں لکھنؤ چلے گئے تھے اور وہ صدر میں رہتے تھے۔ عامل ہونے کی وجہ سے لوگ ہر وقت ان کو گھیرے رہتے تھے۔ مولوی حافظ محمد مرحوم اور مولوی حافظ مہدی مرحوم دونوں حقیقی بھائی تھے خوب یاد تھا خوب پڑھتے تھے۔ حافظ چودھری نبی رضا بھی خوب پڑھتے تھے۔ تینوں محلہ احتوازہ میں رہتے تھے اور حافظ تقی مرحوم کے شاگرد تھے۔ حافظ محمد یوسف انصاری بھی ان ہی کے شاگرد تھے۔ اب موجودہ وقت میں حافظ صادق علی، حافظ حفیظ الرحمٰن، حافظ کلو، حافظ علی بخش، حافظ محمد عمر اور حافظ قاری عبدالرحیم قابل ذکر ہیں آخر الذکر مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے سند یافتہ ہیں۔

اطباء ۔ اب سے ۴۰، ۵۰ سال پہلے حکیم ظہور الحسن مرحوم اور حکیم سید اخلاق حسین مرحوم میرزا اکبر علی مرحوم بڑے نباض اور حاذق طبیب گزرے ہیں۔ حکیم اخلاق حسین خاندانی طبیب تھے جن کے شاگردوں میں حکیم محمد حلیم

Marfat.com

مرحوم حکیم محمد سعید مقیم لاہور اور حکیم سید اظہار حسین مقیم کراچی بھی بہت اچھے اور شریف طبع طبیب تھے، حکیم مولانا عبدالمجید مرحوم اور حکیم چودھری فرحت علی مرحوم بھی قابل ذکر ہوئے ہیں۔ موجودہ اطبا میں حکیم سید معراج حسین خلف اصغر حکیم سید اخلاق حسین مرحوم خاندانی اور ماہر طبیب ہیں۔ حکیم حامد حسن اور حکیم محمد عظیم عثمانی بھی قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر۔ پرانے ڈاکٹروں میں ڈاکٹر معین الدین بلگرامی اور ڈاکٹر مصطفےٰ بہت مشہور تھے، ڈاکٹر جمیل الدین صدیقی کا شمار بھی پرانے ڈاکٹروں میں ہے۔ ڈاکٹر لاجپت رائے۔ ڈاکٹر سعید احمد صدیقی، ڈاکٹر اگنو تہری ڈاکٹر ستیہ پرکاش، ڈاکٹر رام چندر، ڈاکٹر بھگوان داس، ڈاکٹر نسیم اور ڈاکٹر محمد حنیف ایلوپیتھ ڈاکٹر ہیں اور ہومیوپیتھ میں سب سے پرانے ڈاکٹر دیونرائن مسرا ہیں، ڈاکٹر اسرار الحسن ڈاکٹر عبدالغفور، ڈاکٹر عزیز الحسن (تیا) ڈاکٹر ستیہ پرکاش گپتا، ڈاکٹر پرہلاد مشہور ہیں۔

وکلاء۔ پرانے وکلاء میں محمود علی، اشتیاق علی، ارتضیٰ علی صدیقی، بابو مہیشری پرشاد، بابو باسدیو لال اور منشی عبدالفتاح صدیقی مقیم کراچی بہت مشہور وکیل تھے۔ ان کے بعد چودھری وجاہت علی، اوم پرکاش گپتا اور پنڈت گرجا شنکر بہت مشہور و معروف وکیل ہیں۔ جوان وکلاء میں آفاق علی، نواب اسد علی خاں قابل ذکر ہیں۔

صرّاف۔ یہاں صرافی کی اب بہت سی دکانیں کھل گئی ہیں۔ ان میں رمیش چند گپتا کی بہت بڑی دوکان ہے یہ اپنی دیانتداری اور معاملہ کی صفائی کے لیے مشہور ہیں، ننھے مل، گھورے لال، مہادیو شرما، تھیو لال، رام اوتار اور جگدیش پرشاد کی دکانیں کھلے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے۔

عطّار۔ حکیم ظفر احمد صدیقی کا "حضوری" دواخانہ اور مول چند گپتا کی دکان بہت مشہور ہے۔ ان کے علاوہ یونانی دواؤں کی اور کوئی دکان نہیں ہے۔

پارچہ فروش۔ پارچہ فروشوں میں حاجی عزیز الدین، لالہ مگن ناتھ، لالہ تیا باجرن وغیرہ کی دکانیں بہت پرانی اور مشہور دکانیں ہیں۔ ان کے علاوہ صاحب رام، حفیظ الرحمٰن خاں رشتی، ابوالحسن، فخرالدین عظیم اللہ بکاؤ ذکر کے قابل ہیں اب اور نئی نئی دکانیں نئے فیشن کی کھلتی جا رہی ہیں۔

Marfat.com

تجّار۔ کامتا پرشاد (چیرمین میونسپلٹی)، گھورے لال، صاحب رام، بلدیو پرشاد، پھول چند، سروپ چند، گردھاری لال، کاشی ناتھ مشہور ہیں۔

جنرل مرچنٹ۔ کسی زمانے میں حاجی شبیر علی بہت مشہور تھے صرف ایک دکان تھی اب نئی نئی شاندار دکانیں کھلتی جا رہی ہیں ان میں بشیر احمد اور محرم علی کی دکانیں پرانی ہیں۔

پارچہ بافی۔ یہاں کو آپریٹو سوسائٹی کا ہینڈلوم کپڑا، پلنگ پوش، میز پوش نہایت مضبوط دپائیدار اور دیدہ زیب دور دور جاتا ہے۔ گورنر تک یہاں اس کو دیکھنے آچکے ہیں، اس کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے کارخانے کپڑا بننے کے ہیں۔ اس سلسلے میں حافظ محمد وصی انصاری، نظام الدین انصاری، محمد مبین انصاری، غلام رسول انصاری مشہور ہیں۔

معمار۔ اب سے چند سال قبل رجب، عبدالرحیم اور اننگنے اچھے معمار تھے۔ فدا حسین عرف چھکوڑ کا بھی شمار ان ہی معماروں میں ہوتا ہے۔ اب موجودہ معماروں میں محمد شفیع، فقیر بخش، ماجد عرف بتے، محمد حسین، جدو، للن برادر جدو نہایت چابکدست اور ماہر معمار ہیں نہایت نازک سے نازک کام کرتے ہیں۔ ایسے معمار بڑے بڑے شہروں میں ہوتے ہیں جو یہاں موجود ہیں۔

دیگر اہل حرفہ۔ پرانے درزیوں میں جعفر علی، محمود علی انصاری، تراب علی اور آج کل منّے، ننھے دحقیم پاکستان نجم الدین عرف چھٹن، شفیع احمد اور عابد علی ماہر خیاط ہیں۔ فن حجامی میں پہلے حمزہ بہت ماہر تھا اب اس فن میں شفیع مشہور و ماہر ہیں۔ حلوائیوں میں پہلے نَدّو، گندو، انگنے اور لال بہاری لڈّو اور مٹھائی بنانے میں نہایت مشّاق تھے۔ آج کل مصطفےٰ علی، چھوٹے لال، بابو لال بہت مشہور ہیں۔ پرانے باورچیوں میں عبدالصمد، عابد علی اور نیاز علی بہت مشہور تھے۔ آج کل حاجی ننھے احمد علی اور رشید علی اچھے باورچی ہیں۔ کباب بنانے میں وقار دکبابیہ اور جاوید اور ربکٹ سازی میں امداد علی بہت معروف ہوئے ہیں۔ نیچہ بندی میں بہت پہلے مقصود اور اب موجودہ پلنگ بننے میں مرزا محمد شفیع بہت ہوشیار ہیں۔ شکاریوں میں پہلے شیخ عبدالسلام مرحوم نمبردار موضع سرسی اور آج کل سید خورشید حسین اور عبدالرحیم شاگرد شیخ مذکور قابل ذکر شکاری ہیں۔ نجاری میں سرجو اور سردار حسین اور دروازوں کی جوڑیاں بنانے میں رام دیال طاق ہے۔ سنگری میں پہلے دین دیال وغیرہ مشہور ہوگزرے ہیں اب جگدیش پرشاد اور رام اوتار نازک اور قابل اعتماد کام بناتے ہیں۔

Marfat.com